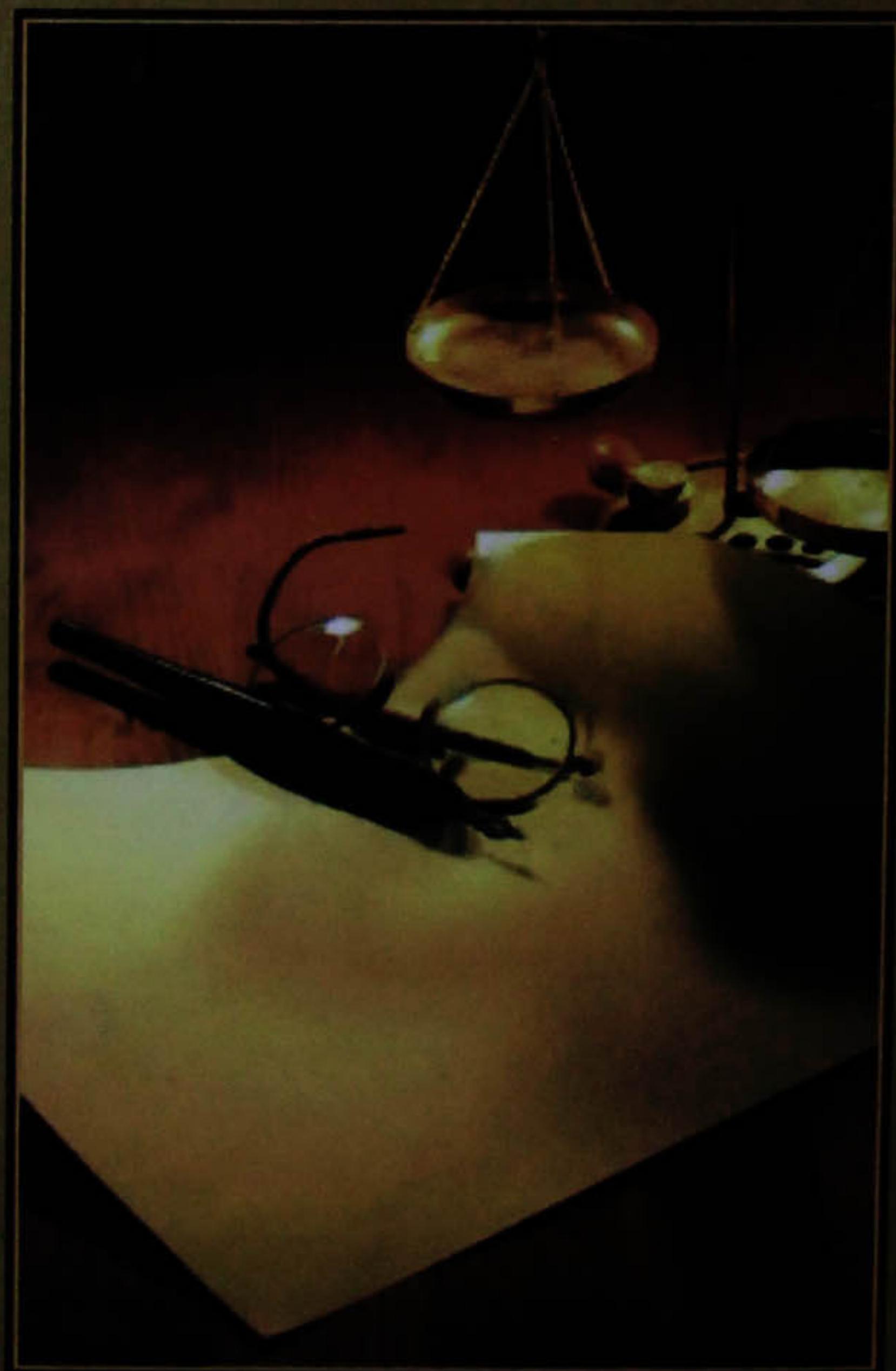


اُصولِ تحقیق

ڈاکٹر افتخار احمد خان



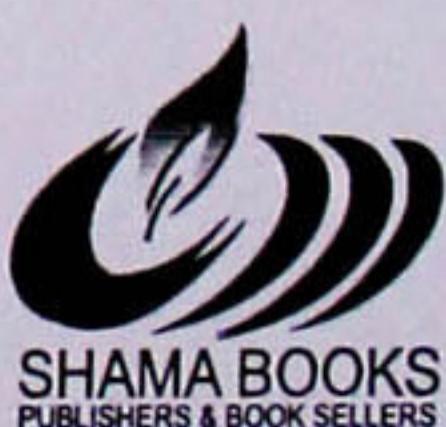


الفصل التاسع

ڈاکٹر افتخار حسین خان

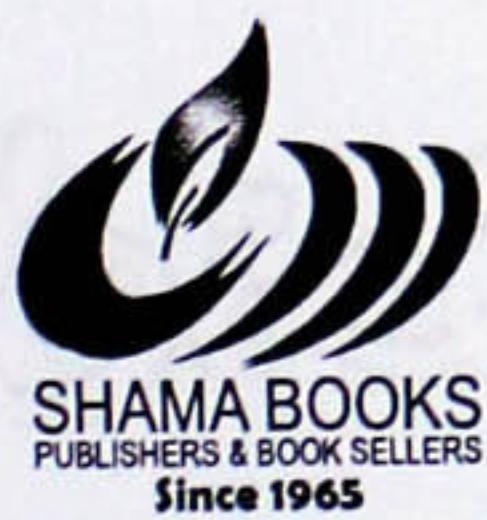
شمع کتب

پیغمبر چینہ کلینک کارز ریگل روڈ بیرون بھوانہ بازار فیصل آباد



Ph:041-2613449, 2627568 Email: shamabooks@live.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ©



خوبصورت معیاری اور روشن کتابیں

اصول تحقیق	کتاب
ڈاکٹر فتح نارا حمد خان	مؤلف
ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس مسٹر	زیر نگرانی
ڈاکٹر عمرانہ شہزادی	نظر ثانی
محمد اکمل حمید	ناشر
جزء گرافس	کپوزنگ
زبیر احمد خان	پروف ریڈنگ
اسد عباس	سرور ق

اہتمام:

شمع بکس

بسم اللہ الرحمن الرحيم کار زریگل روڈ بیرون بھوانہ بازار فصل آباد

Ph:041-2613449, 2627568 Email: shamabooks@live.com

والدین
اساتذہ
کے نام

فہرست مضمایں

۹	❖ تقریط
۱۱	❖ تشخص تحقیق کا جمود شکن
۱۳	❖ مقدمہ
	باب: ۱
۱۷	<u>تحقیق، تحقیق کار اور نگران</u>
۲۱	❖ محقق کے اوصاف
۲۳	❖ نگرانِ تحقیق کے اوصاف و ذمہ داریاں
	باب: ۲
۲۶	<u>تحقیق کی اقسام اور منابع تحقیق</u>
۲۶	❖ تحقیق کی اقسام
۲۹	❖ منابع تحقیق
	باب: ۳
۳۲	<u>موضوع تحقیق کا انتخاب اور خاکہ کی تیاری</u>
۳۲	❖ موضوع اور عنوان میں فرق
۳۵	❖ عنوان کے انتخاب کے طریقے اور ذرا رائع
۳۶	❖ موضوع کے انتخاب کے لیے ضروری امور اور شرائط
۳۹	❖ تحقیق کے لیے خاکہ کی تیاری

۳۰

۳۲

❖ خاکہ تحقیق کے بنیادی عناصر

❖ خاکہ جات کے نمونے

باب: ۳

۷۹

مصادر و مراجع کی تحدید

۷۹

❖ مصادر و مراجع کا مفہوم و اہمیت

۸۱

❖ مآخذ و منابع اور ان کی اقسام

۸۱

❖ مصادر و مراجع سے استفادہ کے اصول و ضوابط

۸۲

❖ معروف ادبی و اسلامی مصادر

۸۸

❖ جدید مآخذ و منابع اور ان کے ذرائع

باب: ۵

۹۱

مواد کی جمع آوری، جانچ پڑتاں اور حزم و احتیاط

۹۶

❖ اقتباس اور اس کی حدود و قیود

۹۸

❖ مواد کی تنظیم و ترتیب

باب: ۶

۱۰۳

تحقیق میں فرضیہ کی اہمیت، شروط و خصائص

۱۰۵

❖ فرضیہ کی شرائط اور اصول و ضوابط

باب: ۷

۱۰۷

مقالہ کی تسویہ و تحریر اور معیاری مقالہ کی خصوصیات

۱۰۸

❖ تسویہ و تحریر مقالہ کے اصول و ضوابط

۱۱۰

❖ ارکانِ مقالہ

۱۱۰

❖ اسلوب اور اس کی اقسام

❖ اجزاء مقالہ اور ان کی تشکیل

۱۱۶

❖ معیاری مقالہ کے خصائص

۱۱۷

باب: ۸

مقالہ کی حوالہ بندی

❖ حوالہ بندی کی ضرورت و اہمیت

۱۱۹

❖ حوالہ بندی کے طریقے

۱۲۱

❖ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں حوالہ دینے کا طریقہ کار

۱۲۲

❖ حواشی کے مقاصد

۱۳۰

❖ حواشی کی اقسام

۱۳۱

❖ حوالہ جات ذکر کرنے کی عملی مشق

۱۳۲

باب: ۹

مخطوطات کی تحقیق و تدوین

❖ اہمیت و تاریخ مخطوطات

۱۳۹

❖ مخطوطات کے عالمی کتب خانے

۱۴۰

❖ پاکستان کے مشہور کتب خانے

۱۴۱

❖ امریکہ اور یورپ کے مشہور کتب خانے

۱۴۲

❖ اسلامی و عرب دنیا کے معروف کتب خانے

۱۴۳

❖ تحقیق مخطوط کے مراحل

۱۴۴

❖ نمونہ برائے تحقیق مخطوط

۱۴۵

❖ ضبط متن اور تعلیق نگاری کے اصول و ضوابط

۱۴۶

❖ درستی متن اور صحیح متن کے بنیادی امور

۱۴۷

باب: ۱۰

۱۸۳

فہارس سازی

۱۸۳

❖ اہمیت فہارس

۱۸۳

❖ قرآنی آیات کی فہرست

۱۸۵

❖ فہرست آبیات

۱۸۸

❖ فہرست مصادر و مراجع

۱۹۰

❖ کتاب کے نام کے مطابق فہرست بنانے کا طریقہ

۱۹۱

❖ موضوع کے مطابق فہرست بنانے کا طریقہ

باب: ۱۱

۱۹۶

کتب اصول تحقیق و تدوین مخطوطات

۱۹۶

❖ عربی کتب

۲۰۳

❖ اردو کتب

۲۰۵

❖ انگریزی کتب

•••

تقریط

تحقیق ایک کئھن سفر ہے، اس راہ کے راہی کو آبلہ پائی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، دشت طلب میں کبھی اس نگر کبھی اس نگر جانا پڑتا ہے، وہوپ اور چھاؤں کو برداشت کرتے ہوئے بلند ہمت افراد ہی مشکلات کے دریا کو عبور کر کے منزل پر پہنچتے ہیں، جب انہیں حقائق کا اجالا ملتا ہے تو سفر کی ساری تکان راحت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہمارے ایک استادِ محترم نے فرمایا تھا: ”علم کا کچھ نور نصابی کتب پڑھ لینے سے حاصل ہوتا ہے، علمی پنجتگی پڑھانے سے آتی ہے، مگر علم میں وسعت تحقیق کی راہوں پر چلنے سے ملتی ہے۔“

ہمارے ہاں طلبہ و طالبات بی ایس کے مرحلے میں آخری سمیسٹر کے دوران اگر مقالہ لکھ لیتے ہیں تو انہیں ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مرحلے میں تحقیق کی دشوار را ہوں پر نشیب و فراز کا سامنا کرنے کا ہنر آ جاتا ہے، اور جو طلبہ و طالبات ایم فل کے مرحلے میں ہی تحقیق کے سفر پر گامزن ہوتے ہیں انہیں تحقیق کی گتھیاں سمجھانے میں وقت بھی لگتا ہے اور دقت بھی پیش آتی ہے۔ پیش نظر کتاب کے مصنف، ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر افتخار احمد خان نہ صرف خود تحقیقی ذوق رکھنے والے ہیں بلکہ کثیر طلبہ کی تحقیق کے میدان میں رہنمائی فرمائی، وہ HEC کے رجسٹرڈ پروائزر ہیں اور اب تک ایم اے کے تیس سے زیادہ، ایم فل کے بیس سے زیادہ اور پی ایچ ڈی کے سات مقالہ جات مکمل کروائچے ہیں۔ انہوں نے مقالہ نگاروں کو جن مقامات پر پریشان ہوتے دیکھا ان دشواریوں کو آسان کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب سے روشنی حاصل کرنے والے مقالہ نگار تحقیق کے سفر میں بہترین زادِ راہ لے کر چلتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچیں گے۔

میں نے خود بھی تحقیقی مقالہ جات کی نگرانی کے دوران مقالہ نگار طلبہ و طالبات کو جن سائل سے دوچار ہوتے دیکھا پیش نظر کتاب میں ان مشکلات کا حل موجود ہے۔

فاضل مصنف نے نہایت عرق ریزی سے اصول تحقیق پر عربی، انگریزی، فارسی اور اردو کی مستند کتب کا مطالعہ کیا اور اپنا حاصل مطالعہ مقالہ نگار حضرات کی آسانی کے لیے سیکھا کر دیا۔ انہوں نے خاص طور پر تحقیقی اصطلاحات کی وضاحت کی، هامش اور حاشیہ، اسلوب اور منہج، موضوع اور عنوان میں فرق کی وضاحت کی ہے۔ یہ سب کچھ مدد نظر رکھتے ہوئے اختصار کا دامن بھی نہ چھوڑا، طوالت سے گریز کیا تاکہ قارئین کے اذہان منتشر نہ ہوں۔

اسأل الله العظيم أن يبارك لنا في علم أخيينا الدكتور افتخار
احمد خان وينفع الباحثين بكتابه هذا ويؤ فقه لما يحبه
ويرضاه، انه على ما يشاء قدير وبالاجابة جدير، وصلى الله
على حبيبه سيدنا محمد و على آله و صحبه و بارك وسلم

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی

سابق صدر شعبہ عربی

دی یونیورسٹی آف فیصل آباد

۵ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

تشخیصِ تحقیق کا جمود شکن

کائنات ارضی میں کسی بھی قسم کے اصول کے ظہور و مشہود کے لیے کسی مبدأ و مصدر اور مشتق منه کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ بساطِ بشریت کے قضایا جات کا بنیادی عنصر ہے ورنہ تخلیق کا راز اور خلقِ احسن کے مابین قدرِ مشترک ختم ہو جائے گی، اللہ بدیع السموات والارض میں لفظِ بدیع اسی موقف و نظریہ پر بربان ساطع ہے۔ یہ صفت اسی موصوفِ کمالِ اتم کے ساتھ خاص ہے اس لیے کہ وہ علیم و بصیر اور سمیع و خبیر ہے۔ نگارخانہ تخلیق اسی کے بنائے ہوئے اصولوں پر انفاسِ حیات کی حرارت سے متحرک ہے۔

یہ بات مشاہدہ کے دائرے سے باہر نہیں کہ جب کلامِ نفسی کلامِ لفظی بن کر قلبِ مصطفیٰ ﷺ پر اترتا ہے تو اس کے اجمال کو زبانِ ماینطقت عن الھوی تشرح و تفصیل کے مراحل سے گزارتی چلی جاتی ہے۔ گویا یہ ایک تفسیر تھی جو کسی مردجہ اصولوں پر نہیں بلکہ الہی اصولوں پر شہود پذیر ہوئی تھی۔ آپؐ کی حیاتِ ظاہرہ کے بعد آیاتِ ربانی کی تفسیر کے لیے کئی اصول معرض وجود میں آئے، کئی شرائط نے جنم لیا اور کئی علوم تفہیم و مطالب کی رسی سے باندھے گئے تاکہ کوئی عبدِ خواہشات اس کلام کے معانی کو کسی بھی قسم کی ذاتی رائے کا داغ نہ لگا سکے۔ مطلب یہ کہ مصحفِ لاریب کی تفسیر کا نمونہ پہلے سے موجود تھا بس بعد میں آنے والوں نے اس مبدأ و مصدر اور مشتق منه کے اصولوں کو اس کی تفسیر کا جزو ولا ینفك بنادیا۔ یہی وجہ تھی کہ انا جیل اربعہ اور دیگر صحائف و کتب ان اصولوں پر نہ چل کر حوادث و تغیرات زمانہ کی نذر ہو گئے اور تشکیک کی اس وادی میں جا پہنچے جہاں طاری ان ایقان و اثبات کی پرواز کی رسائی ممتنع ہے۔ اسی طرح حدیث تو موجود تھی مگر اس کی صحت و ثقاہت اور ضعف و علل کے اصول بعد میں مرتب کیے گئے۔ علی ھذا القیاس باقی نظائر و شعائر بھی اسی منہج و اسلوب

کے ذمہ میں آتے ہیں۔

تحقیق اجزاء فلکِ انسانی کی طرح اپنے زاویوں کی تعداد کا شمار نہیں رکھتی۔ انواع موضوعات کی کثرت، کثرتِ ایجادات کا باعث بنتی جا رہی ہے۔ ہر موضوع کے الگ اصول اور علاحدہ ضوابط ہیں۔ ایک محقق اپنی فکر کے دائرے کو انہی اصولوں کی پرکار سے تمام کرتا ہے۔ اگر انسانیات کے تجنبی جغرافیہ کو دیکھا جائے تو تحقیق کی نوبہ نوادیوں میں وہ جدید علمی منطقے اور خطے دیکھنے کو ملتے ہیں جو فلکِ انسانی کی مسلسل جستجو کا حاصل اور ثمرہ ہیں۔

شیخ الادب فصاحت مآب ڈاکٹر افتخار احمد خان نے تحقیق کی نوبہ نوادیوں میں انہی منطقوں اور خطوں کی دریافت کے لیے متعینہ اصولوں پر نہایت اہم دستاویز تیار کر کے پریشان حال دماغوں کے لیے ایک خضر راہ مہیا کر دیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب تحقیق کے ایسے زاویوں کا لائچہ عمل ہے جس میں اظہارِ علم و فکر کے اصولوں کو مع ان کی جزئیات کے مرتب کیا گیا ہے۔ جس میں ایک محقق اپنے نظریے اور موقف کو پختہ اور ٹھوس دلائل و استشهادات سے ایسی ثقاہت و صحت عطا کر سکتا ہے جو حقائق کی تلاش و جستجو کی تمام منزلوں کی امین ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شبانہ روز مختن ان کی علمی صلاحیت اور استخراجی قوت کو اظہار بیان تک لے آئی ہے۔ اظہار بیان کا یہ نقشِ اول ”اصول تحقیق“، نقشِ ثانی کی انفرادیت کا پتادیتا سطحِ حل من مزید پرا بھرنے والے اس نقش کو میں ”تشخصِ تحقیق کا جمود شکن“، قرار دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس سطحِ الہام پر ابھرنے والا ہر نقش شتر ہائے تحقیق کا حدی خوان ثابت ہوگا۔ تشنگانِ علم کی سماعتیں ان کے سروشِ خامہ پر نظریں جمائے گوش برآواز ہیں۔

میرزا مجدد رازی

سابق ریسرچ آفیسر محی الدین اسلامی یونیورسٹی

نیریاں شریف، آزاد کشمیر

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء
والمرسلين، وعلى الله وصحبه الغرر المحجلين السادة.

تحقیق ایک جامع، نازک، مربوط اور مسلسل عمل ہے اور یہ ایک کٹھن و مشکل سفر بھی ہے، جو محقق سے شدید صبراً اور طول فکر کا مقتاضی ہے۔

تحقیق ابتدائے آفرینش سے ہی تخلیقِ انسانی کے اجزاء کا جزوٰ لاینفک ہے۔ علم آدم الاسماء پر غور کریں تو اسماء اشیاء کا علم وجود و ماہیت اشیاء کے علم کی جستجو و تحقیق میں سرگردان نظر آتا ہے، پھر حقیقت اور ماہیت کا علم وجود اشیاء کے حدوث و قدم کے علم کا متلاشی نظر آتا ہے۔ پھر حدوث و قدم کا علم فکرِ انسانی کی کسی نہ کسی منزل کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ جب اشیاء کی حقیقت و ماہیت اور حدوث و قدم کے علم کی تحصیل کے لیے فکریں میدانِ تحقیق میں اپنے گھوڑے دوڑاتی ہیں تو کچھ ”یضل به کثیراً“ کے جنگلوں میں بھٹک جاتی ہیں اور کچھ فکریں ایسی بھی ہوتی ہیں جو ”یهدی به کثیراً“ کے صاف شفاف چشمou پر پہنچ کر اپنی تشنہ لبی کو دور کرتی ہیں۔ گویا تحقیق پر ت در پر ت علم کے باریک ریشمی پر دوں میں لپٹی ہوئی ایک دھات کا نام ہے جس کی وجہ سے صیقل چیزیں کند بھی ہو سکتی ہیں اور کند چیزیں صیقل بھی ہو سکتی ہیں، بات صرف استعمال کی ہے! یہی وجہ ہے کہ علمائے اصولیین نے جہاں علم تفسیر، حدیث، فقہ اور کئی دیگر علوم کے اصول مرتب کیے، وہیں فکرِ انسانی کی رہنمائی کے لیے تحقیق کے اصول و ضوابط کو بھی ایک منظم شکل دی ہے تاکہ حسی وغیرحسی چیزیں،

مشاهدات و وجدان کی میزان میں یوں تلکتی چلی جائیں کہ سرموہی فرق نہ آئے اور فکرِ انسانی اپنے صحیح تعین علم کی بنیاد پر بہتر سے بہتر نتائج کو حاصل کرتی رہے۔ یہ کتاب بھی تحقیق کے انہی اصولوں پر مرتب کی گئی ہے۔

میں گذشتہ پندرہ سال سے تعلیم و تربیت کے شعبہ سے مسلک ہوں اس دوران میں نے محسوس کیا کہ طلبہ کا علمی درجہ اور مقام کچھ بھی ہو، جوں ہی مقالہ تحریر کرنے کا مرحلہ آتا ہے، انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ ہر ادارہ کا اپنا فارمیٹ ہوتا ہے اور بحیثیت مجموعی ہم منصوبہ بندی اور مناج مخصوصہ کو ملحوظ خاطر رکھنے اور اپنانے کے عادی بھی نہیں رہے، دوسرا یہ کہ اصول تحقیق کی کتب بھی کم ہیں اور ان میں طوالت بھی ہے اور بہت سی مصطلاحات باوجود توضیح و تشریح کے قابل وضاحت ہیں، جس سے طلبہ کی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی بات کے پیش نظر ڈین فیکٹی آف اسلام و اوریشنل لرنگ پروفیسر ڈاکٹر محمد ہما یوں عباس شمس نے خواہش کا اظہار کیا اور مجھے اصول تحقیق پر لکھنے کے لیے فرمایا۔ میں نے اُن کی خواہش کے احترام میں سرِ تسلیم خم کیا اور ارادہ کیا کہ ایک مختصر مگر جامع کتاب تصنیف کروں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں کامیابی عطا فرمائی اور یہ کامیابی اس کتاب مسمی ”اصول تحقیق“ کی صورت میں منظرِ عام پر آرہی ہے۔ اس پر میں ذاتِ باری تعالیٰ کا انتہائی شاکر و ممنون ہوں۔

یہ کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے ہر باب کے آخر میں وہ کتب بھی مذکور ہیں جن سے طلبہ مزید استفادہ کر سکتے ہیں، تاکہ اپنی علمی پیاس بجا سکیں۔ میرے پیش نظر صرف اور صرف طلبہ کی آسانی ہی تھا، جس کے لیے میں نے عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کتب سے استفادہ کیا تاکہ طلبہ کی ذہنی خلش دور ہو سکے اور وہ اس فنی موضوع کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ اس کام کی تکمیل میں علمی معاونت پر تمام معاونین کا بلا تفریق شکر گزار ہوں۔ اس موقع پر میں اپنے تمام اساتذہ خصوصاً پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی اور پروفیسر ڈاکٹر آغا محمد سلیم اختر

کا انتہائی شاکر، ممنون اور احسان مند ہوں، جن کی قدم بوسی سے ناچیز اس قابل ہوا اور اسی طرح میں اپنے والدین کریمین کا بھی دل کی اتحاد گھرائیوں سے بھی شکرگزار ہوں جن کی شبانہ روز کاوشوں، عنايتیوں اور شفقتوں سے یہاں تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نافع علم سکھنے اور اسے منتقل کرنے کی سعادت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بجاه النبی الکریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

طالب دعاء

ڈاکٹر افتخار احمد خان

اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

تحقیق، تحقیق کار اور نگران

اہداف و مقاصد:

- اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:
- ۱۔ تحقیق کا مفہوم و اہمیت جان سکیں۔
 - ۲۔ تحقیق کے بنیادی مقاصد پر گفتگو کر سکیں۔
 - ۳۔ محقق کے اوصاف اور نگران مقالہ کے خصائص و ذمہ داریاں جان سکیں۔

تحقیق کا مفہوم:

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جو باب تفعیل سے مصدر ہے اس کے اصلی حروف "ح" "ق" ہیں۔ حق کا معنی ہے سچ جو کہ باطل کا مقابلہ ہے جبکہ تحقیق سے مراد ہے:

"إِحْقَاقُ الْحَقِّ وَإِرَاءَةُ الْحَقَائِقِ كَمَا هِيَ"

یعنی حق کو ثابت کرنا اور حقائق کو اسی طرح منظر عام پر لانا جیسے وہ ہوں۔

عربی میں تحقیق کے لیے لفظ "بحث" انگریزی میں ریسرچ (Research)، فارسی میں "پژوهش"، اردو میں "تحقیق" اور هندی میں اس کے لیے "انوسندھان" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جب ہم ان مختلف الفاظ کے لغوی مفہوم جانے کی کوشش کریں تو ان میں کھوج، تفییش، دریافت، چھان بین، تلاش، اور کسی چیز تک رسائی کے معانی پائے جاتے ہیں۔

تحقیق کا اصطلاحی مفہوم:

علمائے تحقیق اور اصحاب علم و دانش نے تحقیق کے اصطلاحی مفہوم کو اپنے اپنے ذوق اور

بصیرت کے مطابق مختلف اندازوں اسالیب میں بیان کیا ہے چند ایک تعریفات درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر گیان چند تحقیق کی تعریف و توضیح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”گویا ریسرچ (تحقیق) ایک حقیقت پہاڑ یا حقیقت مبہم کو افشا کرنے کا باضابطہ عمل ہے۔“

قاضی عبدالودود کہتے ہیں:

”تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے۔“

اسی طرح معروف محقق ڈاکٹر غازی عنایت کے نزدیک علمی تحقیق سے مراد: منظم جستجو اور ایسی کھونج ہے جس میں علمی حقائق کے لیے طے شدہ اسالیب اور علمی منابع اختیار کئے جائیں اور جس سے مقصود علمی حقائق کی صحت کی تحقیق، ان میں ترمیم یا ان میں اضافہ ہے۔

جبکہ کتاب ”المُرْشِدُ فِي كِتَابَةِ الْأَبْحَاثِ“ میں علمی تحقیق کی تعریف یوں کی

گئی ہے:

”کسی خاص موضوع سے متعلق ان تمام دستیاب معلومات کو سلیقے سے جمع کرنا جو محقق کی دسترس میں ہوں اور انہیں ایسی جدید و نئی شکل میں ترتیب دینا جو سابقہ معلومات کی تائید کرے یا وضاحت یا عمدگی میں ان سے بہتر ہو۔“

جارج مولے کے مطابق:

”تحقیق ایک ایسے عمل کا نام ہے جس میں مسائل کے بارے میں باضابطہ منصوبہ کے تحت معلومات جمع کر کے ان کا تجزیہ اور تشريح کی جاتی ہے تاکہ ان مسائل کا بااعتبار حل معلوم کیا جاسکے۔“

بے قول ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی:

”تحقیق قوت ارادی کے ساتھ تلاش کا عمل جاری رکھنے، حقائق کا جائزہ لینے اور ان کے اثرات معلوم کرنے کا نام ہے۔“

مذکورہ تعریفات کے مطالعہ کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تحقیق سے مراد:

”اصول تحقیق“ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کسی بھی طے شدہ و معین میدان میں ایسی منظم کوشش جس کا مقصد حقائق کی تلاش اور اصولوں کی دریافت ہے جو انسانی مصلحت کی خاطر ہو۔“

اسی طرح تعلیمی اداروں اور جامعات میں ہونے والی علمی تحقیق سے مراد:

علمی و ادبی موضوعات میں سے کسی نئے موضوع کا انتخاب کر کے اس کی حقیقت تک رسائی کے لیے اس پر اصول تحقیق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مقالہ تحریر کرنا اور عمدہ و اچھوٹے نتائج مرتب کرنا ہے۔

نوت: چونکہ عربی میں تحقیق کے لیے ”بحث“ کا لفظ مستعمل ہے اس لیے مذکورہ تمام تعریفات بحث کی ہیں جبکہ عربی میں تحقیق کے اصطلاحی مفہوم سے مراد Editing the manuscript مخطوطات/قلمی نسخوں کی تدوین ہے۔

اہمیت تحقیق:

جدید دور تحقیق و جستجو کا دور ہے چونکہ تحقیق حقائق کا از سرنو جائزہ لے کر نئے نتائج تک پہنچنے کی کوشش کا نام ہے یہی وجہ ہے کہ تحقیق کی تاریخ بہت ہی قدیم ہے اور اس کا دروازہ اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک انسانی عقل فکر و عمل میں مصروف رہے گی۔ موجودہ مسائل کا حل اور ترقی کا راز تحقیق میں ہی مضرر ہے چونکہ ایجادات و اختراعات تحقیقات کے بغیر ممکن نہیں۔ تحقیق و جستجو ہمارے اسلاف کا طرہ امتیاز رہا ہے انہوں نے سیرت نگاری اور نقد حدیث کے لیے ایسے اصول و ضوابط وضع کیے جن کی مثال دنیا کے کسی ادب میں نہیں ملتی۔ دور حاضر کا انسان آج جن علمی، ادبی و سائنسی ترقیوں اور ایجادات سے فائدہ اٹھا رہا ہے وہ سب کی سب تحقیق کی مرہون منت ہیں۔ علم و فن کے شعبہ میں تحقیق

روح کی حیثیت رکھتی ہے چونکہ تحقیق ایک ایسا حسن عمل ہے جو انسان کو سوچنے اور غور و فکر پر مجبور کرتا اور اسکا تاثر ہے یہی سوچ اور غور و فکر آگے چل کر انسانیت کی بھلائی کا سبب بتتا ہے، مختلف علوم و فنون وجود میں آتے ہیں، حقائق مکشف ہوتے ہیں، انسان کے اندر استنباط و استنتاج کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، انسان اچھے اور بدے، فائدہ مند اور نقصان دہ میں تمیز کر سکتا ہے، اس سے دوسروں کو آگاہ بھی کر سکتا ہے اور فائدہ بھی پہنچا سکتا ہے۔

مقاصد تحقیق:

- تحقیق ایک جامع اور مسلسل عمل ہے۔ جس طرح تحقیق کی اقسام بے شمار اور ان میں تنوع ہے اسی طرح مقاصد تحقیق میں بھی تنوع ہے ان میں سے چند ایک قابل ذکر ہیں:
- ۱۔ تحقیق کا بنیادی مقصد حقائق کی تلاش اور معلوم حقائق کی توسعی ہے جس سے نئے خیالات کو واضح طور پر متعین کرنے اور مقاصد زندگی کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔
 - ۲۔ انسانی معاشرہ میں ہر قسم کے ثقافتی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی مسائل کا حل تلاش کرنا۔
 - ۳۔ کسی متفرق چیز کو یکجا کرنا
 - ۴۔ ناقص کو مکمل کرنا
 - ۵۔ مجمل کو تفصیل سے بیان کرنا
 - ۶۔ مطول کی کاٹ چھانٹ کرنا
 - ۷۔ کسی بے ترتیب چیز کو مرتب کرنا
 - ۸۔ مہم کی تعین و توضیح کرنا
 - ۹۔ غلطی کو آشکار کرنا
 - ۱۰۔ غلط نظریے کی تصحیح کرنا
 - ۱۱۔ مختلف امور میں موازنہ و تقابل

- ۱۲۔ صحیح کو غلط سے جدا کرنا
- ۱۳۔ تحسیں اور جستجو کی دعوت
- ۱۴۔ رب کائنات کا درست اعتراف

محقق کے اوصاف:

تحقیق ایک نازک، پیچیدہ، مسلسل اور جامع عمل ہے۔ اس لیے یہ عمل اس بات کا مقاضی ہے کہ تحقیق کا بھی کئی ایک اوصاف سے متصف اور صلاحیتوں کا حامل ہو، تاکہ وہ اس عمل کو بطریق احسن انجام دے سکے۔ علماء و محققین نے مختلف حوالوں سے کامیاب محقق کے اوصاف ذکر کیے ہیں، ہم اختصار کے ساتھ کچھ ایسی صفات کا ذکر کرتے ہیں جن سے ہر محقق کو متصف، مزین اور آرائستہ ہونا چاہیے۔

۱۔ سب سے پہلا اور اساسی وصف تحقیق میں میلان، دلچسپی، رغبت، ولولہ اور جہد مسلسل ہو کیونکہ اس کے بغیر تحقیق کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور کامیابی کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

۲۔ تحقیق چونکہ مسلسل اور جامع عمل ہے اس لئے محقق کے اندر بے صبری اور عجلت نہ ہو بلکہ شدید صبر اور طول فکر اس کے مزاج کا حصہ ہو، چونکہ اکتا ہٹ اور بے زار پن تحقیق کے لیے نقصان دہ اور رکاوٹ ہے جبکہ تحقیق صبر ہی صبر ہے۔

۳۔ محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ معتدل اور میانہ رو ہوتا کہ افراط و تفریط اور مبالغہ آرائی سے نج سکے، کیونکہ مبالغہ آرائی اور جذباتیت تحقیق کو داغدار بنادیتی ہے۔

۴۔ محقق علمی غرور و تکبر سے اجتناب کرے، منکر المزاج ہو، تواضع اور عاجزی سے کام لے چونکہ یہ ایسا وصف ہے جو انسان کے رتبہ کو بڑھاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ”الْأَدْبُ يَرْفَعُ الْخَاطِلَ“

۵۔ محقق کے لیے لازمی ہے کہ وہ علمی دیانت داری اور حق گوئی کا مظاہرہ کرے اور

- سرقة سے بچے، چونکہ سرقہ علمی ترقی میں رکاوٹ، خلل اور بگاڑ کا باعث ہے۔
- ۶۔ ضد اور ہٹ دھرمی سے اجتناب کرے، اپنا موقف صحیح اور درست دلائل و حقائق معلوم ہونے کے بعد تبدیل کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے اور اگر کوئی چیز نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں عار محسوس نہ کرے کہ میں نہیں جانتا۔
- ۷۔ محقق جفاکش اور ڈٹ کر محنت کرنے کا عادی ہو چونکہ تحقیق محقق سے جفاکشی، جہد مسلسل اور ڈٹ کر محنت کرنے کا تقاضا کرتی ہے اور یہی کامیابی کا راز ہے۔
- ۸۔ محقق کی موضوع پر گرفت مضبوط ہونی چاہیے بغیر دلیل اور ثبوت کے کوئی بات تسلیم نہ کرے، چونکہ تلاش حق میں اس کی بہت اہمیت ہے۔
- ۹۔ محقق کا مطالعہ بہت وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ تنقیدی نظر اور علم میں رسوخ اور پختگی بہت ضروری ہے، تاکہ عمدہ، اچھے، بہتر اور اچھوتے نتائج حاصل کر سکے۔
- ۱۰۔ محقق بیدار، مستعد، منطقی ذہن اور استفہامی مزاج کا حامل ہو، تاکہ درست نتائج حاصل کر سکے۔
- ۱۱۔ غیر جانبدار اور انصاف پسند ہو۔ ذاتی پسند یا نہ پسند کو علمی نتائج کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دے۔
- ۱۲۔ محقق غیر مقلد مزاج کا حامل ہو، کیونکہ تحقیق میں تقلید حرام ہے اور یہ دو متفاہ چیزیں ہیں۔
- ۱۳۔ محقق کا اندازِ بیان صاف، واضح، صریح اور سادہ ہو، تاکہ قاری اس کی تحقیق سے بھرپور استفادہ کر سکے۔
- ۱۴۔ محقق اخلاقی جرأت و ہمت کا پاسدار اور پابند ہو، کہ کہیں کسی کا خوف و ڈر اس کو حق گوئی سے بازنہ رکھے۔
- ۱۵۔ غیر مدل آراء سے اجتناب و احتیاط کرے، چونکہ علمی نتائج پر اس کے بہت بڑے

اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۱۶۔ محقق ضعیف الاعتقاد نہ ہو، تو ہمات اور خرافات سے بچنے اور نکلنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۱۷۔ محقق نظم و نتیجہ اور تنظیم و ترتیب کی صلاحیت رکھتا ہو، تاکہ مطلوبہ نتائج بہتر انداز سے حاصل کر سکے۔

نگران تحقیق (Supervisor) کے اوصاف و ذمہ داریاں:

جس طرح محقق کے لیے چند ضروری اوصاف سے متصف ہونا اور صلاحیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے، اسی طرح نگران تحقیق کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ بھی کئی ایک اوصاف و خصائص سے متصف ہو، چونکہ یہ دونوں ہی لازم و ملزم ہیں ایک کے بغیر دوسرا کما حقہ نتائج حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ نگران مقالہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اوصاف سے نہ صرف متصف، بلکہ تحقیق کے میدان کا ماہر ہو اور گرانقدر خدمات سرانجام دے چکا ہو۔ نگران مقالہ کے اوصاف و ذمہ داریاں درج ذیل ہیں:

۱۔ نگران کا مزارج تحقیقی اور تنقیدی اور محنت کے جذبہ سے سرشار ہو۔

۲۔ مطالعہ وسیع اور علوم و معارف میں رسخ اور پختگی ہو۔

۳۔ محقق کی راہنمائی کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی بھی کرنی چاہیے، تاکہ تحقیقی عمل میں دلچسپی اور کام کرنے کی لگن برقرار رہے۔

۴۔ نگران محقق طالب علم کو اختلاف رائے کی آزادی بھی دے۔

۵۔ نگران اپنی تحریری اہلیت سے فائدہ نہ پہنچائے بلکہ صرف رہبری و راہنمائی کا فریضہ انجام دے۔

۶۔ نگران اور اسکالر کے مابین فلکری ہم آہنگی ہونی چاہیے۔

۷۔ محقق طالب علم کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ ہو، نہ زیادہ سختی اور نہ زیادہ نرمی

کرنی چاہیے۔

۸۔ نگران مقالہ کے لیے لازمی و ضروری ہے کہ وہ صرف اُن مقالات و علمی کاموں کی نگرانی قبول کرے جو اس کی دلچسپی اور میلان طبع کے مطابق ہوں، بصورت دیگروہ نگرانی اور رہبری کا حق ادا نہ کر پائے گا۔

۹۔ اپنی ذاتی آراء اور پسند و ناپسند کو محقق پر مسلط کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۱۰۔ محقق کے لیے طالب علم کے ساتھ طے کئے جانے والے مقررہ اوقات کا خیال رکھنا ضروری ہے سمجھے، تاکہ طالب علم کے اندر بھی احساس ذمہ داری پیدا ہو۔

۱۱۔ ایسے کاموں کی حوصلہ شکنی کی جائے جو استاد کی رسائی اور بے تو قیری کا باعث بنیں۔

۱۲۔ ریسرچ کی علمی مشکلات و مسائل کو حل کرنے کی حقیقتی المقدور کوشش کی جائے۔

۱۳۔ زیر نگرانی کام پر ہونے والی جدید تحقیقات سے آگاہی بھی بہت ضروری ہے، تاکہ اچھوتے اور مبتکر نتائج حاصل کیے جاسکیں۔

محوزہ کتب برائے استفادہ و مطالعہ:

۱۔ تحقیق کافن، از گیان چند، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد پاکستان۔

۲۔ اردو میں اصول تحقیق، مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔

۳۔ عربی، اسلامی علوم اور سوشنل سائنسز میں تحقیق و تدوین کا طریقہ کار، از ڈاکٹر خالق دادملک، اور یتھل بکس لاہور۔

۴۔ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات، مرتب اعجاز الہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد

۵۔ مجلہ تحقیق، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

۶۔ اصول تحقیق، مقالہ، قاضی عبدالودود، شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی۔

۷۔ المرشد فی کتابۃ الابحاث للدکتور حلیمی محمدفودہ، عبد اللہ،

وعبد الرحمن صالح، طبع ۶، جدہ: دارالشروع ۱۹۹۲ م

- ۸۔ إعداد البحث العلمي: ليسانس، ماجستير، دكتوراه، للدكتور غازى عنایہ، مؤسسة شباب الجامعة، الاسكندرية
- ۹۔ البحث العلمي تطوره ومناهجه، للدكتور الحافظ عبدالرحيم، مجمع البحث العربية، ملتان، ۲۰۰۵.

سوالات:

- ۱۔ تحقیق ایک باضابطہ عمل ہے اس کی روشنی میں تحقیق کی اہمیت و مقاصد بیان کیجئے۔
- ۲۔ وہ کون سی صفات ہیں جن سے محقق کو متصف ہونا چاہیے؟
- ۳۔ نگران مقالہ کے خصائص اور ذمہ دار یاں کیا ہیں؟ وضاحت کیجئے۔
- ۴۔ کسی ایسے محقق کی نشاندہی کیجیے جس میں ایسی صفات ہوں جو محقق کے لیے بہت ہی ضروری ہیں؟

•••

تحقیق کی اقسام اور منابع تحقیق

اہداف و مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

۱۔ تحقیق کی مختلف اقسام اور منابع تحقیق آپ کے علم کا حصہ بن سکیں، خاص طور پر ان منابع کو زیر بحث لایا جائے گا جو علمی و ادبی تحقیقات میں استعمال کئے جاتے ہیں گویا آپ۔

(i) تحقیق کے لیے طریقہ کار کا انتخاب کر سکیں۔

(ii) تحقیقات کی طبیعت و مزاج سے آگاہ ہو سکیں۔

تحقیق کی اقسام:

بنیادی طور پر تحقیق کی دو ہی قسمیں ہیں ایک نظریاتی تحقیق (Theoretical Research) اور دوسری اطلاقی (Applied Research) باقی سب قسمیں انہی دو اقسام کی انواع ہیں۔

نظریاتی تحقیق (Theoretical Research):

اس تحقیق کو خالص تحقیق (Pure Research) بھی کہتے ہیں جس کا مقصد علم برائے علم یعنی معلومات کا دائرة وسیع کرنا ہے اس تحقیق میں کسی مسئلہ یا موضوع کی حقیقت تک رسائی کے لیے کوشش کی جاتی ہے تاکہ کوئی نظریہ قائم ہو سکے، اس کے عملی فوائد اور اطلاق مقصود نہیں ہوتا۔ اس تحقیق کا دائرة کار بہت وسیع ہوتا ہے اور عموماً علوم انسانیہ (Humanities) سے تعلق رکھنے والے موضوعات اس میں شامل ہیں۔

اطلاقی تحقیق (Applied Research):

اطلاقی یعنی عملی تحقیق نظریاتی تحقیق سے قدرے مختلف ہوتی ہے۔ نظریاتی تحقیق سے حاصل شدہ نظریہ یا کسی مسئلہ کی حقیقت کو عملی شکل میں دیکھنے یا عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جاتی ہے، بالفاظ دیگر حاصل شدہ نتائج کو پر کھا جاتا ہے، خواہ وہ قابل عمل ہوں یا نہ۔ اس تحقیق کا انحصار عموماً تجرباتی منہج پر ہوتا ہے۔

اسی طرح تحقیق کی دیگر اقسام کو علماء و محققین نے موضوعات، مصادر، مدت، اثرات، منابع، مقاصد، محققین کی تعداد، اخراجات، مستوی و معیار تحقیق کے اعتبار سے بھی تقسیم کیا ہے۔ جبکہ گیان چند نظریاتی اور اطلاقی اقسام ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

”موضوع کو نظر انداز کر دیں تو تحقیق کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں، جو ادب ہی سے مخصوص نہیں بلکہ کسی بھی علم و فن کے لیے درست ہیں (وہ ہیں) سندی اور غیر سندی.....“

تحقیق کی دیگر اقسام جن کا علوم انسانیہ سے تعلق ہے درج ذیل ہیں:

درجہ/مستوی (Levels) کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام:

معیار/مستوی سے مراد ایسی تحقیق جو دوران تعلیم و تعلم مختلف درجات یعنی جماعتوں میں کی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے تحقیق کی چار قسمیں ہیں اور یہ سندی تحقیق کے زمرہ میں بھی آتی ہیں:

۱۔ تحقیق صفائی/فصی (Class Level Research):

یہ تحقیقی کام دوران کلاس/دوران سمیسر طلبہ سے کرایا جاتا ہے جس کا مقصد اصول تحقیق سے شناسائی اور طلبہ کو تدریب کروانا ہے، تاکہ وہ مقالہ لکھنے کے قابل ہو جائیں اور ان کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہو۔

۲۔ ایم۔ اے کے درجہ کی تحقیق (M.A.Thesis):

یہ تحقیق فصلی تحقیق (Class Assignment) سے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے بنیادی طور پر یہ تحقیق طالب علم کی ذہانت اور استعداد کا امتحان ہے، تاکہ اس کو اگلے مرحلہ کے لیے تیار کیا جائے۔ اور اس تحقیق کا مقصد نئے علوم و فنون اور معلومات کو سیکھنا، سمجھنا اور دوسروں تک پہنچانا ہے۔

۳۔ ایم فل کے درجہ کی تحقیق (M.Phil Level Research):

یہ تحقیق ایم اے کے بعد اور پی ایچ ڈی سے پہلے ایم فل کی ڈگری کے حصول کے لیے کی جاتی ہے، جس میں محقق سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ اصول تحقیق میں پختہ دراٹخ ہو، جدید، اچھوٽے اور مبتکر نتائج پیش کرے، تاکہ علمی و تحقیقی دنیا میں ایک اچھا اور عمدہ اضافہ ہو۔

۴۔ پی ایچ ڈی کے درجہ کی تحقیق (Ph.D Level Research):

اس درجہ کی تحقیق سب درجات سے اعلیٰ و عمدہ اور معیاری تصور کی جاتی ہے۔ پاکستان میں سندی تحقیق کا یہ اعلیٰ ترین درجہ ہے جس میں تخلیق و ابتکار ضروری ہے اس درجہ میں تحقیق کا رکاو اس میدان کا ماہرا اور دلیل تصور کیا جاتا ہے۔

محققین کی تعداد کے اعتبار سے تحقیق:

اسی طرح محققین کی تعداد کے اعتبار سے بھی تحقیق کی اقسام ہیں، مثال کے طور ایسی تحقیق بھی ہوتی ہے جس کو صرف ایک محقق مکمل کرتا ہے اس کو انفرادی تحقیق (Single person Research) کہتے ہیں اور بعض تحقیقات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو دو یا دو سے زائد محقق مل کر مکمل کرتے ہیں، ایسی تحقیقات کو مشترکہ تحقیق (Team Research) کہتے ہیں۔

ذریعہ معلومات کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام:

علماء و محققین معلومات کے ذریعہ Source of Knowledge کے اعتبار سے

بھی تحقیق کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں ایک لائبریری تحقیق (Library Research) اور دوسری میدانی تحقیق (Field Research)۔ لائبریری تحقیق سے مراد ایسی تحقیق ہے جس کے مواد کا انحصار کتابوں میں موجود معلومات پر ہوتا ہے اور محقق لائبریری سے بھرپور استفادہ کرتا ہے، جبکہ میدانی تحقیق میں مواد و معلومات کا انحصار موقع محل اور میدان تحقیق پر ہوتا ہے محقق مختلف لوگوں سے انٹرویو اور سوال کرتا ہے اور پھر خود ان حاصل شدہ معلومات سے نتائج استنباط کرتا ہے۔

منابع تحقیق:

منابع منبع کی جمع ہے منبع کے لیے انگریزی میں Method کا لفظ جبکہ اردو میں اصول / طریقہ کا لفظ مستعمل ہے، جسے محقق کسی حقیقت کی تلاش کے لیے تحقیق میں استعمال کرتا ہے۔

منبع کا لفظ عربی میں مستعمل ہے لیکن اپنے اصطلاحی مفہوم میں اس کا استعمال ستر ہویں صدی کے آغاز میں فرانسیس بیکن (Farancis Bacon) نے کیا۔ دور حاضر خاص طور پر جامعات میں کی جانے والی تحقیق کے لیے محقق سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ منبع تحقیق کی بھی وضاحت کرے جو اس نے دوران تحقیق استعمال اور اختیار کرنا ہے۔ منابع کا تعلق منطق، طریق اتدال اور استنباط نتائج سے ہے ایک علم کے منابع تحقیق دوسرے علم کے منابع تحقیق سے مختلف ہوتے ہیں مثلاً ادب کے اپنے منابع ہیں، لغت کے اپنے، تاریخ کے اپنے اور ریاضی کے اپنے مگر منسجمیت عموماً ایک جیسی ہوتی ہے۔

نظریاتی تحقیق میں عموماً صفحی، عقلی، نقلي، منطقی استقرائی، تحلیلی، تقابلی، استنباطی و استخراجی منابع اختیار کیے جاتے جبکہ اطلاقی تحقیق میں عام طور پر تجرباتی منبع اختیار کیا جاتا ہے معروف منابع تحقیق یہ ہیں۔

صفیٰ منبع (Descriptive Method):

ایسا طریقہ کا رجس میں حواہات یا معین اشیاء کے اوصاف ذکر ہوں، تاکہ ان

حوادث یا اشیاء کی اصل حقیقت معلوم ہو سکے۔ اس میں مقصود کے حصول کے لیے تمام حفاظت، معلومات اور ملاحظات کو جمع کیا جاتا ہے۔

قابلی منج (Comparative Method):

ایسا طریقہ کا رجس میں محقق علوم انسانیہ میں مقارنہ و موازنہ کرتا ہے۔ یہ مقارنہ ایک علم کے ثابت یا منفی پہلوؤں کے مابین بھی ہو سکتا ہے یادو مختلف علوم کے مابین بھی۔

تجرباتی منج (Experimental Method):

ایسا طریقہ کا رجس میں آپ کسی چیز کو ملاحظہ کرنے یا تجربہ کے بعد ثابت کرتے ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ تر سائنسی علوم میں اختیار کیا جاتا ہے۔

شاریاتی منج (Statistical Method):

ایسی تحقیق جس کی تکمیل کے لیے شاریاتی منج اختیار کیا گیا ہو، اس قسم کی تحقیق کے مواد کا انحصار Data Base پر ہوتا ہے۔

تکاملی منج (Integral Method):

ایسی تحقیق جس میں ایک سے زائد مناج اختیار کیے گئے ہوں۔

وجدانی منج (Intutive Approach/Method) :

یہ وہ طریقہ ہے جس میں معارف، تصوف اور عرفانی افکار تک پہنچنا مقصود ہو اس کا انحصار روحانی ریاضت پر ہوتا ہے۔

عقلی منج (Rational Method):

یہ وہ طریقہ ہے جس کا مقصود افکار اور عقلی مبادی و اصول کا مطالعہ ہے اس کا انحصار علم منطق کے قواعد اور اصولوں پر ہوتا ہے۔

نقلی منج (Traditional Method):

نصوص منقولہ کے مطالعہ کے طریقہ کا رکو کہتے ہیں۔ اس کا انحصار درج ذیل عناصر پر

ہوتا ہے:

(a) اسناد نص اور قائل کی توثیق (ii) سلامت نص کی تحقیق (iii) مدولات نص کی فہم

محوزہ کتب برائے استفادہ و مطالعہ:

- * اصول البحث، الدکتور عبدالهادی فضلی، مؤسسة دارالکتاب الاسلامی، قم، ایران
- * اصول البحث العلمی و مناهجہ، الدکتور احمد بدر، و کالة المطبوعات، الكويت، ۱۹۸۲م
- * تعلیمی تحقیق، ازڈاکٹرا حسان اللہ خان، بکٹریڈر، لاہور۔
- * ادبی تحقیق کے اصول، تبسم کاشمیری، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۸۷ء۔
- * تحقیق کافن، گیان چند، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء۔
- * تحقیق و تدوین کا طریقہ کار، ڈاکٹر خالق دادملک، اورینٹل بکس لاہور ۲۰۱۳ء۔
- * Methods of Research, Educational, Psychological, Sociological, by Good, C.V. and Scates, New York, 1954.

سوالات:

- ۱۔ تحقیق کے لیے منبع و طریقہ کار کا انتخاب کیسے کریں گے؟ وضاحت کیجئے۔
- ۲۔ تحقیق کی بنیادی اقسام کون کون سی ہیں؟
- ۳۔ تحقیق کی وہ کون سی اقسام ہیں جن کا تعلق علوم انسانیہ سے ہے؟
- ۴۔ معروف منابع تحقیق کون کون نے ہیں؟ وضاحت کیجئے۔
- ۵۔ ایسی کتابوں کی نشاندہی کیجئے جو منابع تحقیق کی طرف راہنمائی فرماتی ہیں؟

•••

موضوع تحقیق کا انتخاب اور خاکہ کی تیاری

اہداف و مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

- ۱۔ موضوع اور عنوان میں فرق اور ان کی اہمیت کی پہچان ہو۔
- ۲۔ موضوع کے انتخاب کی بنیادی شرائط اور ضروری امور پر بات کر سکیں۔
- ۳۔ موضوع کے انتخاب و تعین کے مختلف وسائل، ذرائع اور طریقوں سے شناسائی ہو۔
- ۴۔ خاکہ کا مفہوم اور اس کی اہمیت جان سکیں۔
- ۵۔ خاکہ کی تیاری کے لیے بنیادی امور سے آگاہی اور تحقیق کے لیے خاکہ تیار کرنے کی اہلیت پیدا کرنا۔

بے شک تحقیقی کام کا مزاج عام تالیفات و تصنیفات سے بڑی حد تک مختلف ہوتا ہے۔ عام کتاب کا مؤلف مطلقاً آزاد ہوتا ہے، وہ اپنی کتاب کا جس طرح چاہتا ہے آغاز کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے ختم کرتا ہے اور اس میں جو مواد شامل کرنا چاہے کر سکتا ہے لیکن محقق جو علمی و تحقیقی کام کر رہا ہو آزاد نہیں ہوتا اس سے ہر اس بات اور نکتہ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے جو وہ اپنے علمی و تحقیقی کام میں ذکر کرتا ہے اور اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ہر بات یا نکتہ کے لیے ٹھوس علمی دلیل پیش کرے۔

بے شک موضوع و عنوان کا انتخاب تحقیق کے مرحل میں پہلا اور سب سے اہم مرحلہ ہے اس لیے محقق پر لازم ہے کہ انتخاب سے پہلے کئی امور ملاحظہ خاطر رکھے۔ ان امور کے ذکر سے پہلے موضوع اور عنوان میں فرق سمجھنا بہت ضروری ہے۔

موضوع اور عنوان میں فرق:

موضوع کے لیے انگلش میں "Topic" کا لفظ جبکہ عنوان کے لیے "Title" کا لفظ مستعمل ہے۔ ان دونوں کلمات میں عام طور پر فرق نہیں کیا جاتا لیکن ان میں بہت دقيق سا فرق ہے جس کی وضاحت کے لیے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

ایم اے، ایم فل یا پی ایچ۔ڈی کی سطح پر طلبہ تحقیقی کام کرتے ہیں مثال کے طور پر انہوں نے اپنے اپنے مقالات کے لیے درج ذیل عنوانین انتخاب کیے:

۱۔ مجدد الف ثانی کے تفسیری نکات۔ ایک تحقیقی جائزہ۔

۲۔ روایت ہلال کے عصری مسائل اور ان کا حل

۳۔ شیخ ہاشم ٹھٹھوی بطور سیرت نگار

۴۔ تفسیر رؤوفی کے منہج و اسلوب کا تحقیقی جائزہ۔

۵۔ حضرت حسان بن ثابت بطور شاعر۔ ایک تحقیقی جائزہ۔

۶۔ علامہ عبدالعزیز میمن بطور جدید نشر نگار۔ تحقیقی و تنقیدی جائزہ

۷۔ رسالہ قشیری کی روشنی میں صوفی ادب۔ ایک تجزیاتی مطالعہ

اب ہم ایک ایک کر کے ان عنوانین میں غور و فکر کرتے ہیں۔ تاکہ عنوان اور موضوع کے ما بین فرق واضح ہو جائے۔

سب سے پہلا مقالہ جس کا طالب علم نے انتخاب کیا اس کا عنوان ہے:

”مجدد الف ثانی کے تفسیری نکات ایک تحقیقی جائزہ۔“

یعنی الفاظ کا ایسا مجموعہ جو اس نے اپنی تحقیق کے لیے منتخب کیا اسے عنوان کہتے ہیں جبکہ اس عنوان میں غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ یہ تفسیر کے متعلق ہے تو ”تفسیر“ اس کا موضوع ہے۔

دوسرے نمبر پر جس مقالہ کا نام لکھا گیا وہ ہے:

”روایت ہلال کے عصری مسائل اور ان کا حل،“

یہ عبارت جو ہمارے سامنے ہے یہ مقالہ کا عنوان ہے جبکہ یہ فقه کے متعلق ہے اس

لیے فقد اس کا موضوع ہے۔

تیسرا نمبر پر مقالہ کا عنوان مذکور ہے:

”شیخ ہاشم ٹھٹھوی بطور سیرت نگار“

یہ مذکورہ عبارت مقالہ کا عنوان ہے چونکہ یہ سیرت کے متعلق ہے اس لیے سیرت اس کا موضوع ہے۔

اسی طرح چوتھے نمبر پر جو مقالہ ہے اس کا عنوان ہے:

”تفسیر رؤفی کے منہج و اسلوب کا تحقیقی جائزہ“

یہ عبارت جو محقق نے اپنے مقالہ کے لیے منتخب کی یہ اس کے مقالہ کا عنوان ہے جبکہ یہ مقالہ تفسیر کے متعلق ہے تو تفسیر اس کا موضوع ہے۔

پانچویں نمبر پر جو مقالہ ہمارے سامنے ہے وہ ہے:

”حضرت حسان بن ثابت بطور شاعر۔ ایک تحقیقی جائزہ“

یہ تحریر جو ہمارے سامنے مذکور ہے وہ مقالہ کا عنوان ہے جبکہ یہ عنوان شاعری کے متعلق ہے اس لیے شاعری اس کا موضوع ہے۔

اسی طرح پھٹے نمبر پر جس مقالہ کا نام ذکر کیا گیا ہے وہ ہے:

”علامہ عبدالعزیز میمن بطور جدید نشر نگار۔ تحقیقی و تنقیدی جائزہ“

یہ عبارت مقالہ کا عنوان ہے چونکہ یہ نثر کے متعلق ہے اس لیے نثر/ ادب اس کا موضوع ہے۔

جبکہ ساتویں اور آخری مقالہ کا نام ہے:

”رسالہ قشیری کی روشنی میں صوفی ادب ایک تجزیاتی مطالعہ“

یہ عبارت مقالہ کا عنوان ہے جبکہ یہ تصوف کے متعلقہ ہے، اس لیے تصوف و صوفی ادب اس کا موضوع ہے۔

مذکورہ توضیح کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

عنوان ایک جز ہوتا ہے جبکہ موضوع کل کی حیثیت رکھتا ہے اسی طرح عنوان کسی علم یا میدان یا فن کا ایک جز یا نکتہ ہو سکتا ہے جبکہ وہ علم / میدان یا فن موضوع ہوتا ہے۔

موضوع / عنوان کے انتخاب کے طریقے:

موضوع کے انتخاب کے تین طریقے ہیں:

۱۔ محقق کا بذات خود موضوع کا انتخاب کرنا۔ یہ سب سے اچھا، موزوں، مناسب، قابل قدر اور پسندیدہ طریقہ ہے۔

۲۔ نگران استاد کی طرف سے موضوع کا انتخاب۔ یہ دوسرا اور مناسب طریقہ ہے۔ بعض اوقات یہ طریقہ بہتر ثابت ہوتا ہے اور بعض اوقات نقصان دہ۔ کیونکہ اگر محقق کی پسند یاد پچھی کے مطابق نہ ہو تو اکتا ہٹ اور عدم میلان کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ جبکہ تیسرا اور آخری طریقہ میں شعبہ / ادارہ / جامعہ کی طرف سے منتخب کردہ عنوان یا پر مقالات لکھوائے جاتے ہیں اور طلبہ کو صرف انہی عنوان یا کو موضوع تحقیق بنانا ہوتا ہے۔ یہ طریقہ زیادہ مستحسن نہیں، لیکن بعض اوقات اس کے نتائج سودمند ثابت ہوتے ہیں وہ صرف اس صورت میں جب محققین طلبہ انتخابِ موضوع کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔

انتخابِ موضوع کے دیگر ذرائع:

موضوع کے انتخاب کے لیے دیگر امدادی ذرائع اور وسائل بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سب سے اہم چیز محقق کا ذاتی تجربہ اور معلومات انتخابِ موضوع میں انتہائی کارآمد اور مدد و معاون ہو سکتا ہے۔

۲۔ مشاورت یعنی دوسروں سے گفتگو موضوع کے انتخاب میں معاون اور مفید ثابت ہو سکتی ہے، جس سے تحقیق کا سفر آسان ہو سکتا ہے۔

۳۔ تحقیقی مقالات کا مطالعہ بھی عنوان کے انتخاب میں کافی حد تک معاون ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن پروگراموں اور فلموں کو تنقیدی نگاہ سے دیکھنا بھی مسئلہ کے انتخاب میں آسانی پیدا کر سکتا ہے۔

۵۔ اخبارات، مجلات اور رسائل و جرائد کا مطالعہ کرنے سے بہت سے تحقیق طلب مسائل کے بارے میں معلومات مل جاتی ہیں۔

۶۔ تحقیقی مقالات کی فہارس سے بھی موضوع کے انتخاب میں مدد ملتی ہے۔

۷۔ اساتذہ و محققین کے محاضرات توجہ سے سنتے سے بہت سے عنادین کے بارے معلومات ملتی ہیں جن سے موضوع کے انتخاب میں آسانی ہو سکتی ہے۔

موضوع کے انتخاب کے لیے ضروری امور اور شرائط:

موضوع کا انتخاب تحقیق کے مراحل میں پہلا اور اہم ترین مرحلہ ہے چونکہ اگر محقق اس مرحلہ میں کامیاب ہو جائے تو امید کی جاسکتی ہے کہ وہ دیگر مراحل میں بھی کامیاب ہو جائے گا، اگر اس ابتدائی اور اہم ترین مرحلہ میں ہی غلطی کر لی تو دیگر مراحل میں کامیابی کی امید باقی نہیں رہتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ موضوع کے انتخاب میں بہت ہی وقت رہی اور باریک بینی سے کام لے اور درج ذیل امور و شرائط کو ملاحظہ خاطر رکھے، تاکہ یہ مرحلہ بطريق احسن انجام پاسکے۔

۱۔ سب سے اہم اور ضروری شرط یہ ہے کہ عنوان تحقیق جدید، اچھوتا اور مبتکر ہو یعنی اس پر پہلے کام نہ ہوا ہو۔

۲۔ موضوع تحقیق میں میل و رغبت اور دلچسپی بہت ہی اہم اور بنیادی شرط ہے چونکہ محقق کی کامیابی کا انحصار اس کی دلچسپی پر ہے۔ اگر دلچسپی نہ ہوگی تو تحقیق اکتا جائے گا اور خاطر خواہ نتائج حاصل نہ کر سکے گا۔

- ۱۔ محقق ایسا موضوع اختیار کرے جس کا اس کے پاس وافر مواد ہو، چونکہ تحقیق میں ہر بات دلیل سے کی جاتی ہے بصورت دیگروہ اس کا حق ادا نہ کر پائے گا۔
- ۲۔ ایسا موضوع بھی اختیار کیا جا سکتا ہے جس پر پہلے کام ہو چکا ہو۔ اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اگر محقق محسوس کرے کہ جو کام پہلے ہوا ہے وہ معیاری و مدلل نہیں ہے اور وہ اس سے اچھے عمدہ، مبتکر، جدید اور اچھوتے نتائج مرتب کر سکتا ہے۔
- ۳۔ کبھی کبھی اختیار کردہ عنوان کا مواد مخطوطات و قلمی نسخوں کی شکل میں ہوتا ہے، یا ایسی کتابوں میں جن کا وجود نادر و ناپید ہو، ایسی صورت حال میں اگر محقق کو یقین ہو کہ اس کی رسائی ان مخطوطات یا کتب تک ہو جائے گی، تو ایسا موضوع و عنوان انتخاب کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔
- ۴۔ محقق پر لازم ہے کہ وہ ایسے عنوان کو موضوع تحقیق بنائے جو اس کی طبیعت و مزاج کے عین مطابق ہو اور اس کے پاس اس کی وافر معلومات ہوں۔ بصورت دیگروہ تحقیق کا حق ادا نہ کر پائے گا، چونکہ علمی و تحقیقی کام محقق سے تقاضا کرتا ہے کہ موضوع کا مزاج اس کے مزاج، طبیعت اور ذوق کے عین مطابق ہو۔
- ۵۔ یہ بات بھی بہت ضروری ہے کہ ایسے عنوان کو موضوع تحقیق بنایا جائے جو معاشرے میں بگاڑ کا باعث نہ ہو، بلکہ اسے معاشرتی قبولیت حاصل ہو، تاکہ نامساعد وغیر متوافق حالات سے بچا جاسکے۔
- ۶۔ عنوان بہت طویل اور پھیلا ہوانہ ہو کہ اس کا احاطہ نہ کیا جاسکے۔
- ۷۔ عنوان صاف، واضح اور بین ہو، اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔
- ۸۔ تحقیقی مسئلے کے اختیار میں محقق کو وقت اور مالی مسائل کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔
- ۹۔ ایسے عنوانین جن کا تعلق جذبات سے ہو اور محقق محسوس کرے کہ وہ غیر جانبداری کا مظاہر نہیں کر سکتا، اختیار نہ کرے۔

- ۱۲۔ ایسے عنوان جن میں جدت و ابتکار نہ ہو ان کا انتخاب بھی نہ کیا جائے۔
- ۱۳۔ تحقیق کے لیے انتہائی وسیع عنوان جن کا حق ادا نہ کیا جاسکے، کے انتخاب سے احتیاط و اجتناب کرنا چاہیے اور ان کی اس انداز سے تحدید کر لینی چاہیے، کہ ان کو موضوع تحقیق بنایا جاسکے، تاکہ مناسب وقت میں کام مکمل ہو سکے۔
- ۱۴۔ اسی طرح ایسے عنوان جو بہت ہی فنی اور محدود ہوں، کو بھی موضوع تحقیق بنانے سے گریز کریں۔
- ۱۵۔ عنوان تحقیق مختصر مگر جامع ہو۔
- ڈاکٹر ابراہیم سلامہ عنوان کی اہمیت اور دوران اختیار تدقیق و باریک بینی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”الْغَنْوَانُ كَاللَّافِثَةِ ذَاتِ السَّهْمِ الْمَوْضُوعَةِ فِي أَوَّلِ الطَّرِيقِ
لِتَرْشِيدِ السَّائِرِينَ حَتَّى يَصِلُوا إِلَى هَدَفِهِمْ فَكَذِلِكَ الْغَنْوَانُ
يَحِبُّ أَن يَدْلِلَ الْقَارِئَ عَلَى فِكْرَةٍ صَحِيحَةٍ عَمَّا هُوَ مُقْبِلٌ
عَلَيْهِ“

عنوان سڑک کے شروع میں نصب شدہ اس تیر کی مانند ہے جو (مسافروں کی) توجہ پہنچ لیتا ہے، تاکہ مسافروں / آنے جانے والوں کی راہنمائی کرے، تاکہ وہ اپنی منزل تک پہنچ جائیں، اسی طرح عنوان بھی ایسا ہو جو قاری کی صحیح سوچ و فکر کی طرف راہنمائی کرے جس کی طرف وہ بڑھنے والا ہے۔

اسی طرح عنوان کے انتخاب کو چند شرائط سے مشروط کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

- ۱۔ عنوان زیادہ طویل بھی نہ ہو جس سے ملال واقع ہو۔
- ۲۔ نہ زیادہ چھوٹا ہو کہ خلل پیدا ہو۔
- ۳۔ اور نہ ہی غموض والا (یعنی پیچیدہ) ہو کہ انسان کو حیرت اور پریشانی میں بمتلاکر دے۔

(ii) تحقیق کے لیے خاکہ کی تیاری:

خاکہ کا مفہوم و اہمیت:

"Research" یا "Synopsis" میں "خطہ" انگریزی میں "Out line Proposal" اور فارسی میں "طرح" یا "خاکہ" کے کلمات مستعمل ہیں۔ تحقیق چونکہ باضابطہ اور مسلسل عمل ہے، اس لیے تحقیق کا مزاج و طبیعت محقق سے متراضی ہے کہ عنوانِ تحقیق کے انتخاب کے بعد خاکہ، نقشہ یا لائچہ عمل تیار کیا جائے چونکہ محقق تحقیقی کام میں آزاد نہیں ہوتا، اس سے ہر اس چیز کے بارے پوچھا جاتا ہے جو وہ اپنی تحقیق میں ذکر کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ایک علمی منہج و طریقہ کا اختیار کرتا ہے۔ اور نہ اپنی تحقیق میں ایسی چیزیں و نکات شامل کرتا ہے جن کا صلب موضوع (یعنی اصل موضوع) سے کوئی تعلق نہ ہو اور اسی طرح محقق نہ ایسی چیزیں یا نکات ترک کرتا ہے جو موضوع کو سمجھنے یا وضاحت کرنے میں مدد کریں۔ لہذا افراط و تفریط سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ محقق خاکہ، نقشہ یا لائچہ عمل تیار کرے جس کے مطابق اس نے اپنے اس علمی و تحقیقی کام کو مکمل کرنا ہے۔ اس کی مثال اس انجینئر کی سی ہے جو عمارت تعمیر کرنے سے پہلے ضروریات و مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا نقشہ تیار کرتا ہے، تاکہ دوران تعمیر مشکلات و تکالیف سے بچا جاسکے، گویا کہ خاکہ تحقیقی مقالہ کے لیے بنیادی تعمیری ڈھانچے کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں تک خاکہ یا خطہ کی تعریف کا تعلق ہے تو اس سے مراد:

- (i) وہ بنیادی و اساسی خطوط ہیں جن کے مطابق محقق دوران تحقیق اپنا کام کرتا ہے۔
- (ii) تحقیق کے لیے کسی منتخب شدہ عنوان تحقیق کو مختلف ابواب، فصول اور مباحث میں تقسیم کرنا اور اسی طرح مناج تحقیق، مقاصد تحقیق اور اساباب تحقیق ذکر کرنے کو خاکہ تحقیق کہا جاتا ہے۔

- (iii) خاکہ مقالہ کی اس ابتدائی اور چھوٹی سی ہیئت و صورت کا نام ہے جو مقالہ مکمل ہونے

کے بعد ہوگی۔

(۱۷) ڈاکٹر گیان چند اے بے جے راتھ کے حوالہ سے خاکہ کے مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں: خاکہ مختلف تصورات کی تقسیم، ترتیب اور باہمی رشتہ کا نام ہے۔ کتاب ہی میں نہیں زندگی کے ہر شعبہ میں کام سے پہلے جو منصوبہ بنایا جائے گا، ہی خاکہ کہلائے گا۔

اسی طرح خاکہ کی افادیت بھی بہت زیادہ ہے مثال کے طور پر:

(۱) خاکہ سے مقالہ کی ہیئت معلوم ہو جاتی ہے۔

(۲) مناسب لائجِ عمل اور منصوبہ بندی تیار ہو جاتی ہے۔

(۳) مختلف مشکلات اور تحقیقی عمل کی خامیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

(۴) تحقیقی کام کی مختلف جزئیات پر آسانی سے غور کیا جاسکتا ہے۔

(۵) خاکہ کی تیاری سے طے شدہ منسج ہی اختیار کرنا پڑتا ہے جس سے افراط و تفریط سے بچا جاسکتا ہے۔

(۶) خاکہ کی تیاری سے جانچ پر کھا آسان ہو جاتی ہے اور راہنمائی میں آسانی ہوتی ہے۔

خاکہ تحقیق کے بنیادی عناصر:

خاکہ کی کوئی مسلسلہ شکل و صورت اور ہیئت نہیں ہوتی۔ موضوع و عنوان کی تبدیلی سے خاکہ کی صورت بدل جاتی ہے لیکن ہر خاکہ میں چند بنیادی و اساسی عناصر ضرور ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) صفحہ عنوان (Title Page):

عنوانِ تحقیق، درجہ تحقیق، جامعہ یا ادارہ کا مونوگرام، محقق کا نام، روپ نمبر، رجسٹریشن نمبر، مجوزہ نگرانِ مقالہ کا نام، شعبہ کا نام اور یونیورسٹی سیشن پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۲) مقدمہ (Preface):

مقدمہ خاکہ موضوع کے تعارف (Introduction)، اہمیت موضوع

(Justification) فرضیہ تحقیق، سبب انتخاب (Importance of topic) (Review)، مقاصد تحقیق (Objectives)، سابقہ تحقیقات کا جائزہ (Hypothesis)، منبع تحقیق (Research Methodology)، طریق کار (Procedure) اور بنیادی مأخذ (Basic Sources) پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۳) ابواب و فصول کی تفصیل:
اس عنوان کے تحت مقالہ کے تمام ابواب و فصول کے عناوین کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(۴) مجوزہ مصادر و مراجع کی فہرست:
دورانِ تحقیق جن کتب سے استفادہ کرنا ہوان کو ذکر کیا جاتا ہے۔
ذیل میں تحقیقی کام کے خاکے بنائے درج کیے جاتے ہیں تاکہ ان سے استفادہ کیا جاسکے۔ کوئی خاکہ بھی حتیٰ نہیں ہوتا اس میں ترمیم و اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ بعض اداروں اور جامعات میں خاکہ کے شروع میں Abstract بھی لگایا جاتا ہے۔ اس لیے نمونہ کے طور پر ہم نے بعض خاکہ جات کے شروع میں Abstract ذکر کر دیا ہے تاکہ اپنے اپنے فارمیٹ کے مطابق اس سے استفادہ کیا جاسکے۔

نمونہ خاکہ:

تفسیر روئی کے منبع و اسلوب کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

(خاکہ برائے تحقیقی مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ)

سیشن ۱۳-۲۰۱۲ء



نگران مقالہ	مقالہ نگار
پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس	صباء اسلام
ڈین فیکٹی آف اسلامک اینڈ اور پیشل رنگ	رول نمبر:
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد	رجسٹریشن نمبر

شعبہ علوم اسلامیہ و عربی
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

16/10/2013

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کے لئے تمام حمد و ثناء جس نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ اس کی ان گنت نعمتوں میں ایک نعمت قرآن ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس پاک ذات نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا۔ کلام مجید ایک واضح اور کھلی کتاب ہے اس میں زندگی کے تمام شعبہ جات کے متعلق تعلیمات موجود ہیں اور یہ انسانی عقل کے لئے ہر دور میں ایک راہنمہ رہا ہے۔ اس کی زبان معجزانہ اور اسلوب بیان منفرد ہے۔ اس میں بہت سے احکامِ محمل یا کلیات کی شکل میں ہیں، جن کی وضاحت اور تشریح رسول اللہ نے اپنے قول اور عمل سے فرمائی۔

آپ کا منصب قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْذِكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَرِلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ (الحل: ۳۳)

مزید ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَذْبَعَتْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَشْلُو عَلَيْهِمْ أَيْتَهُ وَيُرَزِّكُهُمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفْنِ ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (آل عمران: ۱۶۳)

یہ دونوں آیات مبارکہ آپ ﷺ کے منصبِ رسالت کی وضاحت فرمائی ہیں۔ آپ قرآن مجید کے پہلے مفسر ہیں۔ مفسرین نے ہر دور میں اپنے ذوق اور ماحول کے مطابق تفاسیر لکھی ہیں اور اس مقصد کے لئے مختلف مناجع اور اسالیب اختیار کئے ہیں۔ مختلف مناجع اور اسالیب کے ساتھ قرآن کی تفسیر کرنے بھی کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔

موضوع کی ضرورت و اہمیت (Importance of the Topic):

قرآن پاک کی تفسیر کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ اسی امر سے ہو جاتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں اسے شامل کیا ہے۔ اور ہر دور میں مسلمانوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو قائم رکھا۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ قرآن کے الفاظ کی وضاحت کی ضرورت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور تفسیر کافی ترقی کی منازل طے کرتا چلا گیا۔ مختلف تفسیری رجحانات سامنے آئے۔ قرآن مجید کی لغوی، فقہی اور صوفیانہ تفاسیر لکھی گئیں۔ بر صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے بھی اپنے دین کی یہ خدمت جاری رکھی اور قرآن مجید کی وضاحت کے لیے مختلف زبانوں میں تفاسیر لکھیں۔ انہی تفاسیر میں سے ایک تفسیر، تفسیر رؤفی بھی ہے جس کا شمار اردو کی چندابتدائی تفاسیر میں ہوتا ہے۔ جو شاہ رووف احمد کی علمی اور دینی خدمت کی ایک تابندہ یادگار ہے۔ یہ تفسیر اس دور میں لکھی گئی جب اردو زبان ابھی نوزاںیدہ تھی۔

انیسویں صدی وہ دور ہے جب عالم اسلام میں سے بر صغیر پاک و ہند کے مسلمان سیاسی یقین و بے یقین سے گزر رہے تھے۔ مسلمانوں کے علوم و فنون کا چراغ اپنی تابانی کو آہستہ آہستہ کھو رہا تھا۔ اس دور میں صاحب علم حضرات نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو ان کے دین اصل کی طرف بلا یا جائے۔ انہی کاؤشوں میں سے ایک کاؤش ”تفسیر رؤفی“ ہے۔ شاہ رووف احمد مجددی نے قرآن مجید کی یہ تفسیر اردو نشر میں دو ضخیم جلدیوں میں لکھی ہے۔ اس کا آخری ایڈیشن ۱۸۸۷ء میں نامی پریس بمبئی سے طبع ہوا اور یہی قدیم ایڈیشن عکسی صورت میں الحقائق فاؤنڈیشن نے نومبر ۲۰۱۲ء میں طبع کیا۔ جس میں دونوں حصوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ تاہم موجودہ تفسیر کو طباعت کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا حصہ پارہ نمبر ۱۰ تا پارہ نمبر ۱۰

دوسرਾ حصہ پارہ نمبر ۱۱ تا پارہ نمبر ۱۵

تیسرا حصہ پارہ نمبر ۱۶ تا پارہ نمبر ۳۰

تفسیر رؤفی میں مفسر کا انداز بیان سادہ اور عام فہم ہے لیکن الفاظ میں تقدیم و تاخیر

قدیم اردو کی یاد دلاتی ہے۔ یہ زبان موجودہ اردو زبان سے منفرد ہے۔ اس میں ہے کوہی اور اے کوای تحریر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس میں بہت سی لسانی اور رسم الخط کی خصوصیات پائی جاتی ہیں جن کی وضاحت اس مقالہ میں تفصیل سے کی جائے گی۔ شاہ رووف احمد نے قرآن اور احادیث صحیحہ سے استفادہ کے ساتھ ساتھ کتب فقہ، کتب تفاسیر، کتب تصوف اور کتب تاریخ سے مدد لی ہے۔ شاہ رووف احمد نے اپنی شاعری کے ذریعے قرآن کے الفاظ کی تشریح کی ہے۔ اس میں قرآنی احکام کی تفصیل موجود ہے اور باطل عقائد کا رد بھی کیا گیا ہے۔ اس دور کی اردو زبان ”ریختہ“، جس میں یہ تفسیر لکھی گئی ہے، تحقیق کی مقاضی ہے۔ نفس مضمون کے لحاظ سے فصاحت و بلاغت، اسلوب، تشریح میں عالمانہ رنگ اور صوفیانہ آہنگ تفسیرِ رووفی کے امتیازی اوصاف ہیں۔ تفسیرِ رووفی کی انہی تمام خصوصیات نے محقق کو اس تفسیر کی جانب مائل کیا اور ایم۔ فل کے مقالہ کے لیے اس موضوع کو منتخب کیا گیا تا کہ تفسیرِ رووفی کے ادبی مناج اور اسالیب کو اجاگر کیا جائے۔

سابقہ کام کا جائزہ (Literature Review):

تفسیرِ رووفی کا طرزِ بیان، منفرد مناج و اسلوب اور اس کی امتیازی خصوصیات کے باوجود اس تفسیر پر کوئی علمی و تحقیقی اور تجزیاتی تحقیق سامنے نہیں آئی۔ اس تفسیر کی عکسی اشاعت میں محمد اقبال مجددی نے اس کا ایک نہایت خوبصورت مقدمہ تحریر کیا ہے۔ ایم۔ اے، ایم۔ فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر اس تفسیر پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تفسیر پر تحقیقی کام کیا جائے اور اس تفسیر کے اہم پہلوؤں سے متعارف کروایا جائے۔ اسی کے پیش نظر میں نے ایم۔ فل کے مقالہ کے لئے اس تفسیر کا انتخاب کیا اور اس کے منهج اور اسلوب کے تحقیقی اور تنقیدی جائزے کو اپنی تحقیق کا عنوان بنایا۔

فرضیہ تحقیق (Hypothesis):

۱۔ تفسیرِ رووفی اپنی زبان و بیان کے لحاظ سے ایک ادبی شاہکار اور دینی سرمایہ ہے۔

۲۔ شاہ رووف احمد نے تفسیر میں منفرد اسلوب متعارف کروایا ہے۔

منہج تحقیق (Research Methodology)

۱۔ مقالہ کی تحقیق کے لیے بیانیہ طرز تحقیق اختیار کیا جائے گا۔

۲۔ جی۔ سی یونیورسٹی، فیصل آباد کے طے شدہ Research Format کو مدد نظر رکھا جائے گا۔

۳۔ مصادر و مراجع میں حروف تہجی کی ترتیب کو مدد نظر رکھا جائے گا۔

۴۔ حالہ جات دیتے ہوئے تفسیر روافی کو تین حصوں یا جلدوں میں ہی تصور کیا گیا ہے اور اسی لحاظ سے حالہ جات دیتے جائیں گے۔

۵۔ اقتباسات میں جو آیات و احادیث موجود ہیں ان کا حالہ نہیں دیا جائے گا بلکہ جس کتاب سے وہ اقتباس نقل کیا گیا ہے اسی کتاب کا حالہ دیا جائے گا۔

۶۔ اس مقالہ میں درج ذیل رموز و اشارات استعمال کیے جائیں گے:

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے

رحمۃ اللہ علیہ کے لیے

ج جلد نمبر کے لئے

ص صفحہ نمبر کے لئے

م مختلف الفاظ کو آپس میں ملانے کے لئے

” ” اقتباسات لکھنے کے لئے

ء سن عیسوی کو ظاہر کرنے کے لئے

ھ سن ہجری کو ظاہر کرنے کے لئے

س۔ ن۔ سن ندارد

م۔ متوفی کے لئے

اس تحقیقی مقالہ بعنوان ”تفسیر روفی کے منهج و اسلوب کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ“ کو چار ابواب اور بارہ فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور آخر میں خلاصہ بحث، فہارس میں قرآنی آیات، احادیث کے علاوہ مصادر و مراجع مذکور ہوں گے۔

تبویب

باب اول: شاہ رووف احمد کے احوال و آثار

فصل اول: عہدِ روفی کے سیاسی، سماجی اور علمی حالات

فصل دوم: شاہ رووف احمد کے احوالِ حیات

فصل سوم: شاہ رووف احمد کی علمی و ادبی خدمات

باب دوم: تفسیر روفی کا تعارف و جائزہ

فصل اول: تفسیر روفی کا منهج و اسلوب

فصل دوم: تفسیر روفی کے مآخذ

فصل سوم: تفسیر روفی میں تفسیری اصول

باب سوم: تفسیر روفی کا ادبی و لسانی جائزہ

فصل اول: اصنافِ شعر کا استعمال

فصل دوم: متروک اندازِ زگارش

فصل سوم: فارسیت اور مقامی زبان کا امتزاج

باب چہارم: تفسیر روفی کی خصوصیات، اثرات اور موازنہ

فصل اول: تفسیر روفی کی خصوصیات

فصل دوم: تفسیر رؤوفی کے دیگر تفاسیر پر اثرات

فصل سوم: تفسیر رؤوفی کا معاصر تفاسیر سے موازنہ

خلاصہ بحث

نتائج و سفارشات

فہارس

☆ قرآنی آیات

☆ احادیث مبارکہ

☆ اماکن و میدان

☆ اعلام

☆ ابیات

☆ مصادر و مجامع

مجزہ مصادر و مراجع

☆ القراء الحكيم

☆ احمد منزوی، فہرست مشترک نسخہ ہائی خطی فارسی پاکستان، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، س۔ن

☆ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۹ء

☆ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۵ء

☆ حلوائی، نبی بخش، محمد، تفسیر نبوی، لاہور: کریمی شیم پریس، س۔ن

☆ رام بابو سکینہ، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، (مترجم) محمد عسکری، مرزا، لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۰ء

☆ رضوی، سلیم حامد، ڈاکٹر، اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ، بھوپال: ادارہ ادب

وثقید، ۱۹۶۵ء

☆ عبدالحئی، علامہ شریف، نزہۃ الخواطرو بھجۃ المسامع والنواظر، بیروت:

دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء

☆ عبد العزیز، محدث دہلوی، تفسیر عزیزی، بمبی: مطبع حیدری، ۱۲۹۳ھ

☆ مجددی، شاہ رووف احمد، تفسیر روفی، لاہور: الحقاۃ قاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء

☆ محمد اکرم، شیخ، مونج کوثر، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۵ء

☆ محمد اکرم، شیخ، روڈ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۸۶ء

☆ ناخ، عبدالغفور، سخن شعرا، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۲ء

♦♦♦

نمونہ خاکہ:

صدرِ اسلام میں خواتین کی معاشی سرگرمیاں
 (خاکہ برائے تحقیقی مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ)
 سیشن ۲۰۱۳ء ۲۰۱۲ء



نگران مقالہ	مقالہ نگار
پروفیسر ڈاکٹر ہما یوں عباس	صومیہ
ڈین فیکٹی آف اسلامک اینڈ اور پیشل ارنگ	رول نمبر:
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد	رجسٹریشن نمبر

شعبہ علوم اسلامیہ و عربی
 گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

صدر اسلام یعنی حضرت محمد ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں مسلمان عورت کا بہترین عملی نمونہ سامنے آتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ خواتین نے دیگر میادین کی طرح معاشی میدان میں بھی وقت کے تقاضوں کے مطابق حصہ لیا اور حصول معاش کے مختلف جائز ذرائع کو استعمال میں لاتے ہوئے رزق حلال کے لیے کوشش رہیں۔ اس سے دو اہم فوائد حاصل ہوئے ایک، گھر کے سرپرست کی عدم موجودگی یا اُس کی تنگی و غربت کی صورت میں اپنے اور اپنے خاندان کے لیے شریفانہ زندگی کی فراہمی اور دوسرا، اپنے کسب و عمل کے ذریعہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر کے اپنے لیے بلند مقام کا حصول۔

زیر نظر عنوان مقالہ ”صدر اسلام میں خواتین کی معاشی سرگرمیاں تحقیقی جائزہ“ کے تحت معاش کا معنی و مفہوم، اسلام میں کسب معاش کی اہمیت، عہد نبوی ﷺ اور عہد خلافتِ راشدہ میں خواتین کی معاشی سرگرمیوں میں شرکت، ان معاشی سرگرمیوں کی نوعیت مثلاً تجارت، زراعت، اور صنعت و حرف، مختلف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا طریقہ کار اور عصرِ حاضر کی خواتین کے لیے لائچے عمل کے بارے میں تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

موضوع کا تعارف (Introduction To The Topic):

اسلام ایک عالمگیر اور ہمه گیر دستورِ حیات ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، سیاسی ہو یا اخلاقی، معاشرتی ہو یا معاشی جس کے متعلق دین اسلام میں اصولِ رہنمائی موجود ہوں۔ انسان کی زندگی میں معاشی معاملات کی اہمیت کی وجہ سے دین اسلام نے مضبوط بنیادوں پر استوار نظامِ معيشت متعارف کروایا اور معيشت کے بارے میں اولین بنیادی حقیقت، جسے قرآن نے بار بار بیان کیا، یہ ہے کہ وہ تمام ذرائع و وسائل جن پر انسان کی معاش کا انحصار ہے، اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور وہ تمام ذرائع و وسائل انسان کے لیے نافع ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلِكُلَا فَانْشُوْا فِي مَنَا كِبَهَا وَكُلُّوا
مِنْ رِزْقِهِ طَوَالِيْهِ النَّشُورُه۔ (الملک: ۱۵)

اور معاشی سرگرمیوں کی اہمیت کے پیش نظر رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں وہ اصول طے کر دیئے جن پر ساری معاشی جدوجہد کی تنظیم ہوتی ہے اور معاملات کسب معاش میں حلال اور حرام کی تمیز قائم کر کے بنیادی اصول واضح کر دیا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

يَا يَهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ إِلَّا أَنْ
تَكُونُوا تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ فَوْلَاتَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ طَإِنَّ اللَّهَ
كَانَ بِكُمْ رَّحِيمًا ۝ (النساء: ۲۹)

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ، آپ ﷺ کی تعلیمات ہمیں بھر پور معاشی جدو جہد کی ترغیب دیتی ہیں۔ انسان کا معاشی سرگرمیوں میں شریک رہنا اُس کی عزتِ نفس کی حفاظت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے خود بھی محنت کی اور اہل ایمان کو بھی محنت پر آمادہ کیا تا کہ معاشی خوشحالی میر آسکے۔

عورت اور مرد معاشرے کی بنیادی اکائی ہیں اگرچہ اسلام نے کسب معاش کے لیے دوڑ دھوپ اور تگ و دو مرد کے ذمہ عائد کی ہے اور عورت کو گھر کے اندر ورنی نظام کی ذمہ داری سونپی ہے لیکن کسب معاش سے بالکل مستثنی قرار نہیں دیا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمیں صدرِ اسلام یعنی عہدِ نبوی ﷺ اور عہد خلافتِ راشدہ میں بہت سے ایسے شواہد ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت اور عہد خلفائے راشدین میں خواتین مختلف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں اور انہوں نے حصول معاش کے لیے مختلف ذرائع اختیار کیے۔ اس مقالہ میں صدرِ اسلام کی خواتین کی معاشی سرگرمیوں کا ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا تا کہ عہد رسالت اور عہد خلفائے راشدین کی خواتین کا

معاشی سرگرمیوں کے بارے میں طرز عمل آج کی مسلمان خواتین کے لیے نمونہ عمل بن سکے۔

موضوع کی ضرورت و اہمیت (Importance of the Topic):

آپ ﷺ کے عمل اور ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ وسائل رزق کے حصول کے لیے پوری جدوجہد کرنی چاہیے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَقَدْ مَكَثُوكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَاكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ طَقْلِيَّاً مَا

تَشْكُرُونَ ۝ (الاعراف: ۱۰)

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ دین اسلام نے وسائل رزق مردوں کے لیے مخصوص نہیں کیے یہی وجہ ہے کہ صدر اسلام میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی کسب معاش کی کوشش کی اور معاشی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ عہد نبوی ﷺ اور عہد خلفائے راشدین میں کسب معاش کے اہم وسیلوں میں زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت قابل ذکر ہیں۔ زیرِ بحث موضوع تحقیق بعنوان "صدر اسلام میں خواتین کی معاشی سرگرمیوں کے ذریعہ اس امر سے آگاہی ہوگی کہ صدر اسلام میں خواتین نے کن کن معاشی سرگرمیوں میں کس حد تک حصہ لیا تاکہ دور حاضر کی مسلمان خواتین ان کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو کر حالات و ضروریات کے تقاضوں کے مطابق اپنی معاشی ضروریات کی کفیل بن جائیں۔

تحدید موضوع (Limitation of Topic):

زیر تحقیق مقالہ میں خواتین کی معاشی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے گا اس کے لیے صدر اسلام کے دور کا انتخاب کیا گیا ہے اور صدر اسلام کا دور عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے عہد کو محیط ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ (Literature Review):

مختلف پاکستانی جامعات میں ہونے والے تحقیقی کام کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ اس موضوع پر ابھی تک ایم۔ فل/پی۔ ایچ۔ ڈی علوم اسلامیہ کی سطح کا کام نہیں ہوا۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ خلفاء راشدین میں معاشی سرگرمیوں پر لکھتے ہوئے سیرت نگاروں اور موئرخین نے ضمناً کہیں کہیں خواتین کا ذکر کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات اور صحابیات کے حالات و واقعات پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن ان کتب میں بھی معاشی سرگرمیوں پر ضمنی بحث کی گئی ہے۔ مثلاً محمد بن سعد کی ”الطبقات الکبیر“ کی آخری جلد خواتین صدرِ اسلام پر مشتمل ہے۔ ابن حجر عسقلانی کی ”الاصابة فی تمییز الصحابة“ کی آخری جلد میں عہدِ رسالت کی خواتین کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ ابن اثیر کی ”اسد الغابة فی معرفة الصحابة“ کی آخری جلد خواتین صدرِ اسلام کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ سیرت کی کتابوں میں بھی ازدواج مطہرات کے تذکرے میں ان کی سرگرمیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ”سیرت ابن ہشام“ میں، ”رحمۃ اللعالمین“ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کتاب میں، اس کے علاوہ دیگر کتب سیرت میں ازدواج مطہرات کے تذکرے کے ضمن میں ان کی سرگرمیوں کے جائزہ میں ان کی معاشی سرگرمیوں کو مختصرًا بیان کیا گیا ہے۔

لیکن تمام کتب میں خواتین صدرِ اسلام کی معاشی سرگرمیوں کو تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ اشارہ تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ ان کتب کے مصنفوں کا مقصد محض خواتین صدرِ اسلام کا تذکرہ ہے نہ کہ ان کی معاشی سرگرمیوں کو بیان کرنا ہے۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ خواتین صدرِ اسلام کی مختلف نوعیت کی معاشی سرگرمیوں پر ایک مبسوط مقالہ تحریر کیا جائے تاکہ اس کی روشنی میں خواتین کے عصری مسائل سے نبرداز ماہوا جاسکے۔

فرضیہ تحقیق (Hypothesis):

- ۱۔ کیا عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ خلفاءٰ راشدین میں خواتین میں مختلف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں اور کسی حد تک اپنے معاش کی بذات خود بھی کفیل تھیں؟
- ۲۔ کیا خواتین صدرِ اسلام نے باعزت ذرائع معاش اختیار کیے اور اپنے کمائے ہوئے مال کو راہِ خدا میں بھی خرچ کیا اور گھر میں معاشی ضروریات کی تکمیل بھی کی؟
- ۳۔ کیا عصرِ حاضر میں مسلمان خواتین کا حدود و قیود کا خیال رکھتے ہوئے معاشی سرگرمیوں اور معاملات میں حصہ لینا جائز ہے؟

منہج تحقیق (Research Methodology):

مقالہ کی تحقیق کے لیے درج ذیل منہج اختیار کیا جائے گا۔

☆ مقالہ کی تحقیق کے لیے بیانیہ طرز تحقیق اختیار کیا جائے گا۔

☆ حوالہ جات اور دیگر طریق تحقیق میں جی۔ سی یونیورسٹی کے فارمیٹ پر عمل کیا جائے گا۔

اس تحقیقی مقالہ کو مقدمہ کے علاوہ چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور آخر میں خلاصہ، بحث، نتائج، فہارس اور مصادر و مراجع مذکور ہونگے۔

تبویب

باب اول: اسلام اور کسب معاش

فصل اول: معاش کا معنی و مفہوم اور اسلام کا تصورِ معيشت

فصل دوم: قرآن و سنت کی رو سے کسب معاش کی اہمیت

فصل سوم: خواتین کی معاشی سرگرمیاں اور اسلامی تعلیمات

باب دوم: صدر اسلام میں خواتین کی تجارتی و زراعتی سرگرمیاں

فصل اول: صدر اسلام میں خواتین کی تجارتی سرگرمیاں

فصل دوم: کھیتی بارٹی اور باغبانی کے ذریعے حصول معاش

فصل سوم: خواتین کی جنگی سرگرمیوں کی نوعیت اور حکمتِ عملی

باب سوم: گھریلو صنعت اور خواتین کی معاشی سرگرمیاں

فصل اول: گھریلو صنعت سے متعلق معاشی سرگرمیاں

فصل دوم: متفرق معاشی سرگرمیاں

فصل سوم: رضااعت اور کسب معاش

باب چہارم: خواتین کی معاشی سرگرمیوں کی جهات اور عصرِ حاضر

فصل اول: عصرِ حاضر میں خواتین کی معاشی سرگرمیوں کی جهات

فصل دوم: معاشی سرگرمیوں میں شرکت کی شرائط اور حدود و قیود

فصل سوم: عصرِ حاضر میں مسلمان خواتین کے لیے لائحہ عمل

خلاصة بحث

نتائج وسفارشات

فہارس

۱۔ قرآنی آیات

۲۔ احادیث

۳۔ اعلام

۴۔ اصطلاحات

۵- اماکن و بلدان

مجوزہ مصادر و مراجع

- ۱- القرآن الکریم
- ۲- ابن اثیر، علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابة، بیروت: دارالکتب العلمیة، س-ن
- ۳- بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع المنسد لصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننه وایامه، بیروت: دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء
- ۴- ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، الاصادبة فی تمیز الصحابة، مصر: دار صادر، ۱۳۲۸ھ
- ۵- زیدان، عبدالکریم، الدکتور، المفصل فی احکام المرأة و بیت المسلم فی الشریعة الاسلامیة، بیروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۰ء
- ۶- عمر رضا کحالہ، اعلام النساء فی عالم العرب والاسلام، بیروت: مؤسسة الرسالة، س-ن
- ۷- محمد ابو شقة، عبدالحليم، تحریر المرأة فی عصر الرسالة، کویت: دار القلم، ۱۹۹۹ء
- ۸- ندوی، عبدالقیوم، اسلام اور عورت، لاہور: ایم شناء اللہ خان، ۱۹۵۶ء
- ۹- وہبیہ حلبی، ڈاکٹر، الفقه الاسلامی و ادلة، دمشق: دار الفکر، ۱۹۸۹ء
- ۱۰- یسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خواتین (ایک سماجی مطالعہ)، لاہور: میٹ روپرنٹرز، ۲۰۱۱ء
- ۱۱- ايضاً، عہد نبوی میں تمدن، لاہور: میٹ روپرنٹرز، ۲۰۱۱ء
- ۱۲- ايضاً، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی ماں میں، لاہور: گنج شکر پریس، س-ن

نمونہ خاکہ:

امام عبدالوہاب شعرانیؒ کا تصورِ میزان اور عصر حاضر میں اس کا اطلاق

خاکہ تحقیق برائے پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

سیشن ۲۰۱۳ء ۲۰۱۲ء



نگران:

پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس
ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ
چیرر میں شعبہ علوم اسلامیہ و عربی
جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

مقالات نگار:

حافظ ذوالفقار علی

رول نمبر

رجسٹریشن نمبر:

سیشن:

شعبہ علوم اسلامیہ و عربی
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

اسلام و حی خدا پر مشتمل ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس ضابطہ میں لچک اور ارتقاء کی صلاحیت لیے ہوئے ایسے اصول و قواعد موجود ہیں جن میں جن و انس کو قیامت تک پیش آنے والے سائل کا حل موجود ہے۔ ان قواعد کی روشنی میں فقهاء نے ہر دور میں پیش آمدہ جزوی سائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں حل کیا، لیکن مختلف موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک مختلف ہونے کی بنا پر فقهاء کے مرتب کردہ احکام میں اختلاف واقع ہونے لگا اور مختلف مالک فقہ کی بنیاد پڑی۔ بعد کے ادوار میں علماء مقلدین نے نئی تحقیقات کی بجائے فقهاء اربعہ کے مالک کے دفاع میں ہی اپنی تمام تر تو انا یاں صرف کر دیں، حتیٰ کہ اختلاف آراء اس حد تک بڑھا کہ ایک مسلک کا حامی ویگر مالک کو یکسر غلط قرار دینے لگا۔ اندر میں حالات کی ایسے مجتهد کی ضرورت تھی جو اختلاف فقهاء کے حل کے لیے ایک ایسا میزان قائم کرے جس پر جانچ پر کھ کے بعد کسی مسئلہ کے بارے میں درست رائے قائم کی جاسکے۔

دو سویں صدی ہجری کی معروف شخصیت علامہ عبدالوہاب شعرافی نے اختلاف ائمہ کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے ”میزان“ کے نام سے ایک تصور متعارف کرایا، جس کے مطابق ائمہ کا اختلاف، دین میں وسعت اور سہولت و تخفیف کا سبب ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے مبنی برداوم اوصاف کا مظہر اور باعثِ رحمت امر بھی ہے۔ آپ نے تصورِ میزان کے ذریعے ائمہ فقہ کے اقوال میں تطبیق پیدا کی اور فقہ و فقهاء سے متعلق پیدا ہونے والی ان غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا جن کے مطابق ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کو راہِ حق پر نہیں مانا جا سکتا۔ امام شعرافی نے اس غلط فہمی کا رد بھی کیا کہ شریعت اور طریقت الگ الگ اور باہم متناقض و متصاد چیزیں ہیں۔ آپ نے دونوں کو ایک دوسرے کا معاون اور باہم لازم و ملزم قرار دیا۔ اختلاف ائمہ کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے علامہ عبدالوہاب شعرافی نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ اس قدر بے مثال اور مبنی بر اعدال ہے کہ اسلامی فقہ کی تاریخ میں اس کی نظر

کہیں اور نظر نہیں آتی۔

موضوع تحقیق کا تعارف (Introduction To The Topic):

اللہ تعالیٰ نے انسان کو منصبِ خلافت سے سرفراز فرمایا^(۱) تاکہ وہ زمین پر اللہ کی مرضی نافذ کرے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی جانب سے سلسلہ ہدایت عطا فرمایا^(۲) اور مختلف زمانوں میں یکے بعد دیگرے انبیاء و رسول اور کتب مقدسہ بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا اور بالآخر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل فرمائے دین کی تکمیل فرمادی۔^(۳) نازل فرمودہ کتب ہدایت میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی راہنمائی کے اصول وکلیات بیان فرمادیے جب کہ جزوی معاملات کو صراحتاً ذکر کیے بغیر انہی قواعد کلیے سے انسانوں کے استنباط پر چھوڑ دیا۔ شریعت محمدیہ میں تکمیل دین کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اسلام میں اصولی قواعد اور کلی احکام کی صورت میں تمام جزئیات کے حل کے لیے رہنمائی فراہم کر دی گئی ہے۔^(۴)

عہدِ نبوی میں جب کوئی ایسا حکم شرعی وارد ہوتا جس کے فہم میں کوئی اشتباہ یا اجمال ہوتا تو صحابہ کرام بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع فرمائے اپنی تشفی فرماتے تھے۔ قرآن کی تبیین و تعلیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ جلیلہ کا ایک تقاضا تھا۔^(۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب کوئی ایسی صورت حال پیش آتی تو صحابہ کرام قرآنی آیات اور سنت نبوی سے اس سلسلے میں رہنمائی حاصل کرتے تھے، اگر وہ قرآن و سنت میں درپیش مسئلے کی وضاحت نہ پاتے تو مجتهد صحابہ کرام کی آراء سے استفادہ فرماتے تھے۔

۱۔ البقرہ: ۳۰

۲۔ ایضاً: ۳۸

۳۔ المائدۃ: ۳

۴۔ شاطبی، ابراہیم بن موسی، الموققات فی اصول الشریعه، الٹبری (سعودیہ): دار ابن عفان،

۷۱۴ھ، ج ۵، ص ۲۳۸

۵۔ انخل: ۳۳

جب اسلامی تہذیب و ثقافت کا دائرہ وسیع ہوا اور نت نئے مسائل سامنے آنے لگے تو کئی فقہی مالک کی بنیاد پڑی۔ فقہی مالک میں سے حنفی اور مالکی فقہ کی حیثیت اسلامی قوانین میں تعمیری فقہ کی ہے۔ حنفی فقہ کا مرکز عراق تھا جو کہ مشرق کی اسلامی ریاستوں کا یا سی مرکز بھی تھا۔ مغرب سے آنے والے علماء مصر ہوتے ہوئے سیدھے حجاز مقدس پہنچتے تھے۔ عراق ان کی راہ گزر سے دور تھا اس لیے وہ امامِ دارالجھرۃ امام مالکؓ اور ان کے شاگردوں سے فقه و حدیث کا درس لے کر واپس اپنے وطن چلے جاتے۔ مشرق میں جو حیثیت امام ابوحنیفہؓ کے شاگرد قاضی ابو یوسف کو حاصل ہوئی، مغرب میں قریباً وہی مقام امام مالکؓ کے شاگرد یحییٰ بن یحییٰ لیشی کو ملا۔ یوں دونوں اطراف کی اسلامی ریاستوں میں بالترتیب حنفی اور مالکی فقہ حکومتوں کا دستور العمل قرار پائیں۔

شافعی اور حنبلی فقہ کی حیثیت زیادہ تر تنقیدی فقہ کی تھی۔ ان کے علماء کا تعلق زیادہ تدریس و تدریس، تصنیف و تالیف اور تعلیم و تعلم سے رہا۔ انہوں نے فقہ کے مقتدر ممالک کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے اپنی اختلافی آراء پیش کیں، تاہم اس اختلاف میں انہم کے آپس کے تعلق، باہمی احترام اور مقام شناسی کو کسی موقع پر بھی پس پشت نہیں ڈالا گیا، جس کا واضح ثبوت امام ابوحنیفہؓ کے بارے میں امام شافعی کا یہ قول ہے:

”الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة“^(۱)

(لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے دست نگر ہیں۔)

بعد میں بے جا تقلید کے اثرات سے فقہ شافعی بھی محفوظ نہ رہی اور متاخرین اہل قلم نے سارا زور قلم اس امر پر صرف کیا کہ ان کے امام کی رائے ہر مسئلہ میں بہر طور صحیح تھی اور اس کے بال مقابل دلائل خواہ کتنے ہی قویٰ کیوں نہ ہوں، قابل اعتنا نہیں ہیں۔

۱۔ ابن خلکان، احمد بن محمد، وفيات الاعیان و آنباء أبناء الزمان، بیروت: دار صادر، ۱۳۹۷ھ،

شیخ عبدالوہاب شعرانی^(۱) اگرچہ شافعی المسلک تھے مگر آپ نے چاروں مذاہب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جس کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ جب مجھے شافعی مذہب میں تبحر حاصل ہو گیا تو میں نے ضروری سمجھا کہ ان مسائل سے بھی واقفیت حاصل کروں جن پر چاروں، یا کم از کم تین ائمہ کا اتفاق ہے، تاکہ میں ان کے اوامر کا اتثال اور نواہی سے اجتناب کر سکوں۔^(۲)

ائمہ مجتهدین کے تمام مذاہب میں آپ کے اس تحریر کے باعث اور تمام مذاہب کی توجیہات اور تقاریر پر عبور کی وجہ سے اگر کوئی حنفی مذہب پر آپ کی گفتگو سنتا تو آپ کو حنفی خیال کرتا اور اگر مذہب حنبلی یا مالکی پر آپ کی تقریر سنتا تو حنبلی یا مالکی سمجھتا، حالانکہ آپ امام شافعی کے مقلد تھے۔ اس کی وجہ دراصل یہی تھی کہ آپ تمام ائمہ کے اقوال اور اصولوں سے پوری طرح واقف ہو گئے تھے اور آپ نے ان کے جمیع ادله کا احاطہ کر لیا تھا۔^(۳)

امام شعرانی کے زمانہ میں علمی حلقوں میں کئی طرح کی غلط فہمیاں درآئی تھیں جن کا آپ نے بڑے مؤثر انداز میں ازالہ فرمایا۔ مذکورہ غلط فہمیاں حسب ذیل تھیں:

۱۔ ائمہ اربعہ کا اختلاف اس قدر وسیع اور بنیادی نوعیت کا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے چاروں کو راہِ صواب کا سالک قرار نہیں دیا جاسکتا۔

امام شعرانی نے مضبوط دلائل سے اس نظریہ فاسدہ کو رد فرمایا اور ثابت کیا کہ چاروں ائمہ راہِ حق و صواب پر ہیں۔

۱۔ عبدالوہاب بن احمد شعرانی شافعی المسلک مصری عالم تھے۔ آپ قصبه قلقشندہ میں ۷ رمضان ۸۹۸ھ (۱۴۹۳ء) میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں قاہرہ روانہ ہوئے اور وہاں سید ابوالعباس غمری کے مدرسہ میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کے شیوخ کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ آپ کی وفات ۹۷۳ھ (۱۵۶۵ء) میں برس ۷۵ برس ہوئی۔ مقالہ میں آپ کا تفصیلی تعارف پیش کیا جائے گا۔

۲۔ شعرانی، عبدالوہاب بن احمد، ابوالسوہب، لطائف الحسن والأخلاق، دمشق: دارالتحوی، ۱۳۲۵ھ، ص

۲۔ شریعت اور طریقت الگ الگ دو چیزیں ہیں جن کا باہمی توافق ممکن نہیں بلکہ یہ دونوں باہم متناقض ہیں۔ شریعت کا تعلق صرف ظاہری امور سے ہے جب کہ طریقت کا میدان روحانی اور باطنی امور ہیں۔ چنانچہ کم علم حاملینِ شرع، اہل تصوف پر طعن و تشنیع کرتے اور اسی طرح تصوف کی گھرائیوں سے نا آشنا اہل طریق، علماء حق کی مخالفت کرتے تھے۔

امام شعرانی نے شریعت اور طریقت کے مابین موجود اس غیر فطری اور خود ساختہ خلیج کو ختم کرنے کے سلسلے میں اہم علمی خدمات سرانجام دیں اور شریعت و طریقت کو باہم لازم و ملزم قرار دیا۔

۳۔ چاروں ائمہ، بالخصوص امام ابو حنیفہ، امورِ دینیہ میں رائے زنی کرتے ہیں اور قرآن و سنت کے ہوتے ہوئے بھی اپنی رائے پر فیصلہ کرے ہیں جو کسی طور بھی روایتیں ہے۔

امام شعرانی نے اس رائے کا رد کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ائمہ اربعہ کی کوئی رائے بھی ایسی نہیں ہے جس کی سند میں کوئی قرآنی آیت، حدیث نبوی، اثرِ صحابی یا صحیح اصل پر مبنی قیاس نہ پایا جاتا ہو۔

اختلافِ ائمہ کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے جو موقف آپ نے اختیار کیا ہے وہ اس قدر محتاط اور بے مثال ہے کہ فقہ اسلامی کی تاریخ میں ایسا موقف کہیں اور نظر نہیں آتا۔ آپ نے اپنی تالیف ”کتاب المیزان“ (جسے میزان الکبریٰ بھی کہا جاتا ہے) میں اتحاد بین المذاہب کی جو کوشش کی ہے اور ان میں باہم جو تطبیق پیدا فرمائی ہے وہ تراثِ اسلامی کا ایک عظیم سرمایہ ہے۔ آپ کے بیان کردہ تصورِ میزان کے مطابق شریعت ایک عظیم درخت ہے اور علماء کے اقوال اس درخت کی شاخیں اور ٹہنیاں ہیں۔ آپ کا قول ملاحظہ ہو:

”ان الشريعة كالشجرة العظيمة المنتشرة وأقوال علمائها“

کالفروع والاغصان، فلا يوجد لنا فرع من غير اصل ولا

ثمرة من غير غصن”^(۱)

”شريعت مطہرہ ایک عظیم اور پھلی ہوئے درخت کی طرح ہے اور علمائے شریعت کے اقوال اس درخت کی شاخیں اور ٹہنیاں ہیں۔ پس ہمیں کوئی بھی شاخ، جڑ کے بغیر اور کوئی بھی پھل، ٹہنی کے بغیر نہیں ملتا۔“

بعد ازاں آپ اختلاف کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بخلاف امر و نبی، شریعت کا ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبے ہیں، ایک تخفیف اور دوسرا تشدید۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اور جسم کے اعتبار سے ہر دور میں مکلف دو اقسام کے ہیں، یا وہ قوی ہوں گے یا ضعیف۔ جو قوی ہیں وہ تشدید اور مبنی بر عزیمت احکام پر عمل کرنے کے مکلف ہیں اور جو ضعیف ہیں وہ رخصتوں والے احکام پر عمل کرنے کے مکلف ہیں۔ اس طرح دونوں طرح کے مکلفین ہدایت پر ہوں گے۔ قوی کو رخصت پر اتر آنے کا حکم نہیں دیا جائے گا اور نہ ضعیف کو عزیمت پر عمل کرنے کا پابند کیا جائے گا۔ جو شخص اس میزان پر عمل کرے گا وہ تمام ادلہ شرعیہ اور اقوال علماء کے اختلاف کو رفع کر دے گا۔^(۲)

آپ اختلافِ ائمہ کو امت کے لیے باعثِ رحمت کہتے ہیں اور اس کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس سے امت کے لیے تخفیف و سہولت کی کئی صورتیں سامنے آتی ہیں اور یہ دین میں وسعت اور دوام کے اوصاف کا بھی مظہر ہیں۔

امام شعرانی کا پیش کردہ تصورِ میزان فقہ اسلامی میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ یہ دراصل آپ کا ایک اجتہادی کارنامہ ہے جس سے ائمہ فقہ کے باہمی اختلافات میں بائیں طور تطبیق ہو جاتی ہے کہ ان کے کسی قول کو رد کرنے یا اس کے خلاف شریعت ہونے کا قضیہ

۱۔ شعرانی، کتاب المیزان، بیروت: عالم الکتب، ۱۴۰۹ھ، ج ۱، ص ۵۹

۲۔ ایضاً، ص ۶۲، ۶۳

ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک طرف تو ائمہ فقہ کے جملہ اقوال کی تصویب ہو جاتی ہے اور دوسری طرف مکلفین کے لیے یُسر و تخفیف کے کئی پہلو سامنے آ جاتے ہیں۔ یوں شریعت اسلامیہ کا تاقیامت قابل عمل اور سدا بہار ہونے کا وصف، جو صرف اسی کے شایانِ شان ہے، ظاہر و باہر ہو جاتا ہے۔

ضرورت و اہمیت (Need of the Project):

محوزہ تحقیق کی اہمیت و افادیت کے چند پہلو حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ فقہاءِ اسلام کی آراء کے حوالے سے تطبیقی نقطہ نظر سامنے آتا ہے۔
- ۲۔ فقہاءِ اسلام بالخصوص فقہاء اربعہ کے پیروکاروں کے مابین موجود کئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔
- ۳۔ شریعت و طریقت کے تقاضوں کی عدم مناسبت کا تصور جو کہ افراط و تفریط پر منتج ہوتا ہے اور بسا وقت صاحبانِ شریعت و طریقت کے مابین منافرتوں کا باعث بنتا ہے، تصورِ میزان اس غیر حقیقی اور غیر فطری فرق کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔
- ۴۔ تصورِ میزان کی روشنی میں فقہاء کرام کے اجتہادی اختلافات سے استفادہ کرتے ہوئے عصر حاضر میں اسلامی قانون سازی کے سلسلے میں مددی جا سکتی ہے۔
- ۵۔ موضوع تحقیق کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے کہ امام شعرانی کے میزان پر اردوزبان میں اس سطح پر یہ اپنی نوعیت کا اولین کام ہے۔ لہذا امید ہے کہ تکمیل کے بعد یہ مقالہ اسلامی قانون سازی کے میدان میں لا اُق استفادہ ہو گا۔

سابقہ کام کا جائزہ (Review Of Literature):

فقہی مالک میں جمع و توفیق کی کیا صورتیں ہو سکتی ہیں؟ اس بارے میں متقدِ میں فقہاء و مجتہدین کی کچھ آراء اصول فقہ کی کتابوں میں ”انتقال من المذهب“ اور ”عدول عن المذهب“، جیسے عنوانات کے تحت مختصر مباحثت کی شکل میں نظر آتی ہیں۔

پانچویں صدی ہجری کے اندلسی محدث و فقیہ ابن حزم علی بن احمد^{م ۳۵۶ھ} نے نصوص میں حقیقی تعارض کا انکار کیا ہے، تاہم بظاہر نظر آنے والے تعارض (جو کہ فقہی اختلاف کی بنیاد بنتا ہے) کو انہوں نے چار اصولوں کے تحت تطبیق دی ہے۔ یوں ابن حزم کی اس کاوش کو فقہی تعارض کے رفع کی طرف پیش رفت قرار دیا جاسکتا ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں دو معروف شخصیات نے اس موضوع کو تفصیل سے عنوان بحث بنایا۔ پہلی شخصیت دمشق کے معروف عالم محمد بن الی بکر معروف بابن قیم الجوزی^{م ۱۵۷ھ} ہیں، جنہوں نے کتاب ”الطرق الحکمیہ فی السياسة الشرعیۃ“ لکھی۔ یہ کتاب حکام و قضاۃ سے متعلق ان عدالتی و سیاسی اصولوں پر راہنمائی کرتی ہے جو شریعت نے عطا کیے ہیں۔ ان مباحث کے ذیل میں ایسے طرق بھی بیان کیے گئے ہیں جن سے مختلف فیہ آراء کو جمع کرنے میں مدد ملتی ہے۔ علاوہ ازیں ”اعلام الموقعن“، میں ابن قیم نے مقاصدِ شریعت، قواعد فقہیہ اور اصولِ ترجیح کو موضوع بنایا کہ فقہی اختلافات میں راہِ اعتدال دکھائی ہے۔ انہوں نے شریعت اسلامیہ کو عدل، رحمت، مصالح اور حکمت سے عبارت قرار دیا ہے۔ دوسری شخصیت اندلس کے ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی^{م ۹۰۷ھ} کی ہے۔ بصرت سے محروم مگر بصیرت سے بھر پورا امام شاطبی نے اپنی کتاب ”الموافقات“ کی پانچویں قسم میں تعارض و ترجیح پر تفصیلی کلام کیا۔ آپ نے فقہ کے اصولوں میں لفظی نزاع کو پس پشت ڈال کر معانی اور مقاصد پر توجہ مبذول کی اور شرع کے مقاصد پر انتہائی عمدہ اور مربوط کلام کرتے ہوئے فقہی اختلافات میں تطبیق و توافق کی کوشش کی۔

دویں صدی ہجری میں امام شعرانی نے اپنی تصنیف ”کتاب المیزان“ میں سیر حاصل بحث کرتے ہوئے میزان کے نام سے جو تصور پیش کیا وہ سب سے منفرد اور جدا گانہ حیثیت کا حامل ہے۔ یہ مقالہ اس تصور کے جملہ پہلوؤں کے احاطہ پر مشتمل ہوگا۔

متاخرین فقهاء میں سے عبدالغنی نابلسی (م ۱۱۲۳ھ) نے ”خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتل斐ق“ نامی ایک رسالہ لکھا جو کہ چھ مقاصد پر مشتمل ہے۔ اس میں انہوں نے موافقۃ المذاہب، تقليد اور تل斐ق کے موضوعات پر بحث کی ہے۔

بارہویں صدی ہجری میں بر صغیر کی ایک نابغہ شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہت واضح انداز میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ شاہ ولی اللہ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ اور ”الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ میں کچھ غیر محکم انداز میں اس موضوع پر اظہار خیال کیا مگر ”عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقليد“ میں آپ نے انتہائی محکم، مدلل اور تجزیاتی انداز اختیار فرماتے ہوئے مساکن اربعہ، خصوصاً حنفی اور شافعی مساکن کو قریب تر لانے کی مساعی جميلہ کیں۔

ماضی قریب میں ایک دمشقی عالم محمد سعید البانی (م ۱۳۵۱ھ) نے ایک کتاب ”عمدة التحقيق فی التقليد والتل斐ق“ کے نام سے لکھی جو کہ حسن السماحی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۹۷ء میں دارالقادری، دمشق و بیروت سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں علامہ سعید البانی نے جمیع ائمہ مجتہدین کو بہایت ربی کا پیروکار قرار دیا اور یہ صراحة تکہ کہ ہر امام کا مسلک اس کے مقلدین کے حق میں اللہ کا دین ہی ہے۔ اسی طرح دمشق یونیورسٹی کے پروفیسر اور اسلامی قانون کے ممتاز ماہر ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحلی نے اپنی تالیف ”الفقه الاسلامی و ادله“ میں نظریہ تل斐ق اور اختیار ایسرا مذہب کے عنوانات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔

مصر کے ڈاکٹر محمد صبری الدالی نے ”الخطاب السياسي الصوفي في مصر“ قراءۃ فی خطاب عبدالوهاب الشعراںی للسلطۃ والمجتمع“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۲۰۰۳ء میں دارالکتب المصريہ، قاہرہ سے شائع کی گئی۔ اس کتاب میں امام شعرانی کی ان تحریروں کا جائزہ لیا گیا ہے جو سیاست اور حکام سے متعلق ہیں۔ یہ کتاب

امام شعرانی کے اپنے وقت کے حکام کے بارے میں موقف، صوفیہ اور حکام کے باہمی تعلق اور ایک دوسرے سے ملاقات کی شروط و کیفیت سے متعلق مباحثہ کا احاطہ کرتی ہے۔

ایک امریکی خاتون Kathryn Virginia Johnson نے ہارورڈ یونیورسٹی سے امام شعرانی کے تصورِ ولایت پر پی- اپچ- ڈی کا مقالہ لکھا۔ ان کے مقالے کا عنوان

The Unerring Balance: A study of the Theory of Sanctity”

“(wilayah) of Abd Al-Wahhab Al-Sha'rani ولایت، معاشرے میں اولیاء کے کردار، الہام کی حقیقت اور صوفیہ کے ہاں شریعت کی مرکزی حیثیت ایسے عنوانات کے تحت امام شعرانی کے خیالات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

تل ابیب یونیورسٹی، اسرائیل میں اسلامی تاریخ اور مشرق وسطی کی تاریخ کے پروفیسر Michael Winter نے امام شعرانی کی تحریروں کی روشنی میں اس دور کی مذہبی اور سیاسی صورت حال کا جائزہ لیا ہے۔ ان کی کتاب کا عنوان ”Society and Religion in Early Ottoman Egypt: Studies in the Writings

of Abd Al-Wahhab Al-Sha'rani“ ہے۔ ابراہیم محمد ابراہیم نے اس کتاب کا ”المجتمع المصري تحت الحكم العثماني“ کے نام سے عربی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ دکتور عبدالرحمن عبد اللہ الشیخ کی تعلیقات کے ساتھ ۲۰۰۱ء میں ”المحمدية المصرية“ یعنی ”الجمعية المصرية العامة للكتاب“ قاهرہ سے شائع کیا گیا۔

موضوع زیر بحث کے ایک ذیلی عنوان ”فقہی احکام میں تخفیف و سہولت کے اسباب“ پر (قاری) محمد اقبال (سابق چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد) نے ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی زیر نگرانی مقالہ لکھ کر علامہ اقبال اور پن یونیورسٹی، اسلام آباد سے ایم۔ فل علوم اسلامیہ کی تکمیل کی۔ اس مقالہ میں انہوں نے تخفیف و تیسیر کی مختلف صورتیں اور مثالیں بیان کرتے ہوئے تخفیف کے فقہی اصول اور اسباب پر سیر

حاصل بحث کی ہے۔

حافظ محمد سعد اللہ (سابق مدیر سہ ماہی "منہاج" دیال سنگھ ٹرست لاہوری لاہور) نے پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت، ڈاکٹر یکشتر شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کی نگرانی میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد سے "فقہی ممالک اور تلفیق و تطبیق۔ تحقیقی جائزہ" کے عنوان پر مقالہ لکھ کر سال ۲۰۰۰ء میں ایم۔ فل علوم اسلامیہ کی ڈگری حاصل کی۔ اس مقالہ میں انہوں نے ممالک اربعہ میں اختلاف رائے کی نوعیت اور فقہی ممالک میں تطبیق و تلفیق جیسے موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ کی اعتدال پسندی اور تطبیقی مسامی کو خصوصی طور پر بحث کا موضوع بنایا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ شاہ ولی اللہ سے پہلے گیارہ صد یوں تک کسی فقیہ و مجتہد نے فقہی آراء میں جمع و تطبیق کی طرف توجہ نہیں دی۔

ترکی یونیورسٹی، اتنبول کے ایک پروفیسر ڈاکٹر اسماعیل کو کصال کی اس موضوع سے متعلق ایک تحریر منصہ شہود پر آئی جس کا اردو ترجمہ و تلخیص بھوپال کے ڈاکٹر مسعود الرحمن خاں ندوی نے کی اور یہ سہ ماہی "تحقیقاتِ اسلامی"، علی گڑھ، انڈیا کے اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں "فقہی مذاہب کے درمیان تلفیق" کے نام سے شائع ہوئی۔

ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں کا ایک مضمون پنجاب یونیورسٹی کے مجلہ "جهات الاسلام" کے شمارہ جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۱ء میں "فقہی اختلافات کا ظہور و نفوذ: ایک زاویہ نظر" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مضمون میں انہوں نے ان اسباب کا احاطہ کیا ہے جن کی وجہ سے صحابہؓ کے مابین اختلافات کا ظہور ہوا۔ صحابہؓ کی اختلافی آراء نے فقه اسلامی میں کس حد تک اثرات مرتب کیے اور فقہی مذاہب کی تشکیل میں اختلاف صحابہ کا کتنا کردار رہا، یہ ابحاث بھی مضمون کا حصہ ہیں۔

ایک بھارتی عالم ذیشان احمد مصباحی (استاذ جامعہ عارفیہ، الہ آباد، یو۔ پی، انڈیا) کا

مضمون بعنوان ”مسئلہ اجتہاد و تقلید امام شعرانی کی نظر میں“، ماہنامہ ”جامِ نور دہلی“ میں دسمبر ۲۰۱۳ء تا مارچ ۲۰۱۴ء، تین اقساط میں شائع ہوا، جس میں انہوں نے امام شعرانی کے تصورِ میزان کا جائزہ لیا اور ان کی فقہی توجیہ کو سب سے منفرد قرار دیا۔ تقلید کے وجوب کی نوعیت اور تقلید شخصی کے متعلق ائمہ فقهہ کے خیالات پر امام شعرانی کا موقف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے واضح کیا ہے کہ موجودہ دور نہ بے بصارت تقلید کا دور ہے اور نہ بے بصیرت اجتہاد کا عہد ہے۔ ان کا یہ مضمون بعض جزوی تبدیلیوں کے ساتھ تصوف کے سالانہ کتابی سلسلہ ”الاحسان“، الہ آباد کے شمارہ نمبر ۳، مارچ ۲۰۱۳ء میں بھی شائع ہوا۔

ڈاکٹر سعید احمد (پی۔ ایچ۔ ڈی، شیخ زید اسلامک سنتر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) اور ڈاکٹر محمد اعجاز (ایسوی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنتر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) کا ایک مشترکہ مضمون بہاؤ الدین زکر یا یونیورسٹی، ملتان کے مجلہ ”پاکستان جنل آف اسلامک ریسرچ“، کے جون ۲۰۱۳ء کے شمارہ میں بعنوان ”امام عبدالوهاب شعرانی کا نظریہ تطبیق“، شائع ہوا۔ اس مضمون میں واضح کیا گیا ہے کہ سیکولر ذہنیت کے حامل افراد فقہی اختلافات کا سہارا لے کر اسلامی تعلیمات کی مخالفت کی جو مذموم سمجھی کرتے ہیں، اس کے سد باب کے لیے یہ باور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ اختلافات امت کے لیے سہولت اور یسر کا باعث ہیں، نہ کہ تنگی اور باہمی منافرتوں کا سبب ہیں۔ نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایک اجتماعی فقہ کی تدوین کی طرف عملی پیش قدمی میں امام عبدالوهاب شعرانی کی تطبیقی کا وہیں کس طرح رہنا ممکن ہے کہ درجہ رکھتی ہیں۔

درج بالا جائزہ سے واضح ہوتا ہے کہ علماء نے مختلف ادوار میں فقہی مسائل کے اختلافات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ان کو قریب لانے اور ان میں پائی جانے والی اختلاف آراء کی خلیج کو پائیں کی مقدور بھر کا وہیں کیں، مگر اس ضمن میں زیادہ تر نظریہ تلفیق، اختیار ایسرا مذ اہب، مراعاة الخلاف اور مقاصد شریعت جیسے موضوعات ہی زیر بحث

رہے ہیں۔ یہ تطبیقی تصورات اپنی جگہ نہایت اہمیت کے حامل ہیں مگر امام شعرانی کے تصویر میزان کو نمایاں انفرادیت حاصل ہے، کیونکہ یہ زیادہ آسانی کے ساتھ ممکن العمل اور ان سے زیادہ جامعیت کا حامل ہے۔ راقم کی معلومات کے مطابق زیرنظر مقالہ سے پہلے امام شعرانی کے دیگر افکار پر تو کام ہوا ہے اور چند مضامین کی حد تک میزان شعرانی کا جائزہ بھی لیا گیا ہے، مگر اس موضوع پر کوئی مستقل اور تفصیلی کام ابھی تک منظر عام پر نہیں آیا۔ زیرنظر مقالہ میں میزان شعرانی کے جملہ پہلوؤں کا بھر پورا حاطہ کیا جائے گا اور ان کی روشنی میں دو رہاضر کے اختلافی فقہی مسائل کے حل کا لائچے عمل پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

منہج تحقیق (Research Methodology)

- ☆ مقالہ بیانیہ اور دستاویزی اسلوب میں تحریر کیا جائے گا۔
- ☆ جی۔ سی یونیورسٹی فیصل آباد کے وضع کردہ اسلوب تحقیق کو مردم نظر کھا جائیگا۔

•••

تبویب

باب اول: امام عبدالوہاب شعرانی: احوال و آثار

فصل اول: عہد شعرانی کے علمی و تہذیبی احوال

فصل دوم: امام شعرانی کے آثار حیات

فصل سوم: امام شعرانی کا علمی مقام و مرتبہ

فصل چہارم: امام شعرانی کی تالیفات

فصل پنجم: کتاب المیزان (المیزان ان الکبری) کا تعارف

باب دوم: امام شعرانی کا تصورِ میزان - ایک عمومی تعارف

فصل اول: اختلافِ ائمہ - امت کے لیے سہولت کا سبب

فصل دوم: تصورِ میزان اور اس کی انفرادی حیثیت

فصل سوم: فقہی اقوال میں مکلف کے اخذ و رد کے اختیار کا مسئلہ

فصل چہارم: مذاہب اربعہ کے برق ہونے کا نظریہ

فصل پنجم: فقہی اقوال میں اختلاف اور اقوالِ مرجوحہ کی حقیقت

باب سوم: تصورِ میزان اور دیگر تطبیقی تصورات

فصل اول: فقہی احکام میں تخفیف و سہولت کے اسباب اور تطبیق

فصل دوم: فقہی اختلافات اور نظریہ تلفیق

فصل سوم: اختیار ایسرا مذہب اور مراعات الخلاف

فصل چہارم: نظریہ مقاصد الشریعہ بطور تطبیقی کا وسیلہ

فصل پنجم: تصورِ میزان اور دیگر نظریات کا موازنہ

باب چہارم: اختلافِ ائمہ میں تطبیق۔ شعرانی کے تصورِ میزان کے
تنازعات میں

فصل اول: عبادات کے باب میں فقہی اختلافات اور تصورِ میزان

فصل دوم: احوال شخصیہ میں فقہی اختلافات اور تصورِ میزان

فصل سوم: معاملات و معاشرت میں فقہی اختلافات اور میزانِ عربانی

فصل چہارم: قضاء و شہادت میں فقہی اختلافات اور میزانی تطبیق

فصل پنجم: عقوبات میں فقہی اختلافات اور تصورِ میزان

باب پنجم: تصورِ میزان سے عصر حاضر میں استفادہ کی صورتیں

فصل اول: تصورِ میزان کے ما بعد علماء پر اثرات

فصل دوم: عصرِ حاضر میں تصورِ میزان کی ضرورت و اہمیت

فصل سوم: فتویٰ نویسی میں تصورِ میزان سے استفادہ

فصل چہارم: ملکی قانون سازی اور تصورِ میزان

فصل پنجم: جدید فقہی مسائل اور میزانِ شعرانی

خلاصہ بحث:

☆ نتائج و سفارشات

فہارس:

- ☆ آیات بینات
- ☆ احادیث نبویہ
- ☆ اعلام
- ☆ اماکن

مجوزه مصادر و مراجع

- * القرآن الكريم
- * ابن رشد، محمد بن احمد القرطبی، بداية المجتهد و نهاية المقتضى،
بیروت: دار المعرفة، ١٣٠٢ھ
- * ابن عاشور، محمد طاهر، مقاصد الشريعة الاسلامية، تیونس: مطبعة
الاستقامة، ١٣٦٦ھ
- * ابن قیم الجویزی، اعلام الموقعين عن رب العالمین، بیروت: دار الجیل،
سن
- * ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب، بیروت: المکتب
الاسلامی، ١٣٨٨ھ
- * البانی، سعید بن عبد الرحمن، عمدة التحقيق فی التقليد والتلفیق،
دمشق: دار القادری، ١٩٩٧ء
- * البوطی، محمد بن سعید، ضوابط المصلحة، بیروت: مؤسسة الرسالة
١٣٩٣ھ/٢٧٣ء
- * شاطبی، ابو اسحاق ابراهیم بن موسی، الاعتصام ، القاهره: مطبعة
السعادة، سن
- * شاطبی، المواقفات فی اصول الشريعة، الخبر (سعودیہ): دار ابن عفان،
١٣١٧ھ

- * شاه ولی الله، احمد بن عبد الرحيم، عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، القاهرة: المطبعة السلفية، ١٣٨٥هـ
- * شاه ولی الله، حجة الله البالغة، بيروت: دار إحياء العلوم، ١٣١٣هـ/١٩٩٢ء
- * شعرانی، عبدالوهاب بن احمد، كتاب المیزان، (تحقيق: عبدالرحمن عمیرة)، بيروت: دار الكتب العلمية، ١٣٠٩هـ
- * شعرانی، ارشاد الطالبين إلى مراتب العلماء العاملين، قاهره: دارة الكرز، ١٣٠٦ء
- * شعرانی، الانوار القدسية في بيان آداب العبودية، مصر: مطبعة العامرة العثمانية، ١٣١٧هـ
- * شعرانی، الانوار القدسية في معرفة قواعد الصوفية، بيروت: مكتبة المعارف، ١٩٨٨ء
- * شعرانی، الانوار في آداب الصحابة عند الاخيار، دمشق: مكتبة أبي أيوب الانصاري، ١٣٠٧ء
- * شعرانی، الجوادر والدرر الكبرى، مكة المكرمة: مكتبة جامعة الملك سعود، مخطوط طبرق رقم ٥٢٣٠
- * شعرانی، الجوهر المصنون والسر المرقوم، قاهره: دار جوامع الكلم، سن
- * شعرانی، الدرر واللمع في بيان الصدق في الزهد والورع، قاهره: دارة الكرز، ١٣٠٥ء
- * شعرانی، القواعد الكشفية الموضحة لمعانی الصفات الالهية، دمشق،

دار التقوى، ٢٠٠٩

* شعراني، الكبريت الاحمر في بيان علوم الشيخ الاكبر، بيروت: دار

الكتب العلمية، ١٩٩٨

* شعراني، الكوكب الشاهق في الفرق بين المرید الصادق و غير

الصادق، اسكندرية: دار المعارف، ١٩٩١

* شعراني، اليواقين والجواهر في بيان عقائد الاكابر، بيروت: دار احياء

التراث العربي، سن

* شعراني، تنبیه المغترین، قاهره: المکتبة التوفيقية، سن

* شعراني، درر الغواص على فتاوى سیدى على الخواص، قاهره:

المکتبة الازهرية، سن

* شعراني، كشف الغمة عن جميع الامة، مصر: مطبعة العامرة

العثمانية، ١٨٨٥

* شعراني، لطائف المتن والأخلاق، دمشق: دار التقوى، ٢٠٠٣

* شعراني، لواقع الانوار القدسية في بيان العهود المحمدية، حلب: دار

القلم العربي، ١٩٩٣

* شعراني، لواقع الانوار في طبقات الاخيار (الطبقات الكبرى)، بيروت:

دار الكتب العلمية، ١٩٩٧

* شعراني، مختصر الاعتقاد للإمام البيهقي، قاهره: دارة الكرز، ٢٠٠٨

* شعراني، مختصر تذكرة الامام السويدى في الطب،

* شعراني، مختصر تذكرة القرطبي، قاهره: شركة عيسى البابى الحلبي،

سن

- * شعرانى، مشارق الانوار القدسية فى بيان العهود المحمدية، مكة المكرمة: مكتبة جامعة الملك سعود، مخطوط طبرقى ٢١٨٣م-ش
- * شعرانى، منح المنة فى التلبس بالسنة، حلب: دار الكتاب النفيس، ١٣٢٣هـ

♦♦♦

مجوزه كتب برائے استفادہ و مطالعہ:

- * كيف تكتب بحثاً أو رسالة، احمد شلبي مصرى
- * كيف تكتب بحثاً أو تحقق نصاً، داکٹر محمد نعش ، طبعة أولى، القاهرة، مطبعة الحلبي، ١٩٩٠م
- * اصول كتابة البحث العلمي، داکٹر يوسف مرعشلى، طبعة أولى، لبنان، دار المعرفة ٢٠٠٣م
- * كيف تكتب بحثاً او منهجية البحث، داکٹر يعقوب اميل، لبنان، ١٩٨٦
- * لاپریری سائنس اور اصول تحقیق، جمیل احمد رضوی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد
- * تحقیقی مقالہ زگاری، پروفیسر محمد عارف، لاہور، ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی

١٩٩٩ء

- * اصول تحقیق، عبدالحمید خان عباسی، پیشتل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ٢٠١٢ء

- ☆ Research in Education by John W.Best
- ☆ The Research paper Farmand content by Andrey J.Roth
- ☆ Introduction to Research by Hllway Tyrus 2nd

edition 1964. Boston: Houghton Miffln co.

سوالات:

- (۱) موضوع اور عنوان میں کیا فرق ہے؟ اور بتائیے تحقیقی کام میں عنوان کی کیا اہمیت ہے؟
- (۲) اچھے موضوع کے انتخاب کی بنیادی شرائط کون کون سی ہیں؟
- (۳) وہ کون سے وسائل، ذرائع اور طرق ہیں جن سے آپ موضوع کے انتخاب میں مدد لے سکتے ہیں۔؟
- (۴) وہ کون سے امور ہیں جن کو خاکہ سازی کے دوران ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے؟
- (۵) کسی ایسے عنوان کا انتخاب کیجیے جس کے بارے میں آپ کافی معلومات رکھتے ہوں، پھر اس عنوان کا خاکہ تحقیق بھی تیار کیجیے۔

•••

مصادر و مراجع کی تحدید

اہداف و مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

- ۱۔ مصادر اور مراجع کا مفہوم اور ان میں فرق کر سکیں۔
- ۲۔ اولین و ثانوی مأخذ کی پہچان اور ان کی اقسام سے جان کاری۔
- ۳۔ جدید مصادر کی مختلف شکلوں سے آگاہی۔
- ۴۔ مصادر و مراجع سے استفادہ و نقل کرنے کے اصولوں سے واقفیت۔
- ۵۔ مختلف علوم و فنون کے اساسی و بنیادی مصادر کے بارے جان سکیں۔

مصادر و مراجع کا مفہوم:

مصادر و مراجع سے مراد وہ کتابیں ہیں جن سے تحقیق کے لیے مواد لیا جاتا ہے۔
مصادر و مراجع کے لیے مأخذ اور منابع کی مصطلحات بھی مستعمل ہیں۔ بنیادی طور پر مصادر و
مراجع میں دقيق سافق ہے:

مصادر مصادر کی جمع ہے جس کا معنی ہے صادر ہونے کی جگہ یا نکلنے کی جگہ۔ کسی
موضوع پر بنیادی و اساسی کتب کو مصادر کہتے ہیں، جبکہ مراجع مرجع کی جمع ہے جس کا معنی
ہے رجوع کی جگہ، اصطلاحی طور پر کسی موضوع پر ثانوی کتب کو مراجع کہتے ہیں۔ یہ ایسی
کتب ہوتی ہیں جو اپنے سے پہلی کتب کو بنیاد بنا کر لکھی گئی ہوتی ہیں۔

مصادر و مراجع میں فرق کے لیے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر علی جواد طاہر
مصادر و مراجع میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مصادر سے مراد کسی موضوع پر لکھی گئی قدیم کتابیں ہیں جن سے مواد لینے کے لیے

محقق ان سے استفادہ کرتا ہے، جبکہ مراجع سے مراد جدید کتابیں جنہیں جدید یا ہم عصر مؤلفین نے ہمارے لیے کسی قدیم موضوع پر تحریر کیا ہو۔

مصادر و مراجع کی اہمیت:

تحقیقی عمل میں مصادر و مراجع کی بہت زیادہ اہمیت ہے خواہ وہ بنیادی مصادر ہوں یا ثانوی، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ تحقیقی عمل میں مصادر ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں تو بے جانہ ہو گا۔ مصادر و مراجع کی اہمیت کو درج ذیل نکات سے واضح کیا جا سکتا ہے جن میں کچھ ڈاکٹر عبدالحمید عباسی نے اپنی کتاب اصول تحقیق میں ذکر کیے ہیں:

- ۱۔ تحقیق کا سفر مصادر و مراجع کی روشنی میں طے پاتا ہے۔
 - ۲۔ مصادر کے بغیر حقائق منظر عام پر نہیں لائے جاسکتے۔
 - ۳۔ مآخذ کے بغیر مختلف روایات یا شخصیات میں تقابل ممکن نہیں۔
 - ۴۔ مآخذ کے بغیر علمی سرقہ کی نشاندہی ممکن نہیں۔
 - ۵۔ مصادر کے بغیر قدیم شخصیات یا موضوعات پر گفتگو ممکن نہیں۔
 - ۶۔ مصادر کے بغیر کسی بات کی توثیق یا تردید ممکن نہیں۔
 - ۷۔ مآخذ کے بغیر کسی قسم کی تحقیقی صلاحیتوں اور کارناموں پر روشنی نہیں ڈالی جا سکتی۔
 - ۸۔ منابع کے بغیر قدیم علمی ورثہ تک رسائی ممکن نہیں ہو سکتی۔
 - ۹۔ مآخذ کے بغیر مستند اور معروضی نوعیت کی حامل تحقیق ممکن نہیں۔
 - ۱۰۔ مآخذ و منابع کے بغیر فہرست کتب، صحیح و تدوین متن، حواشی و تعلیقات اور حوالے کا اندرج چیزیں تحقیقی اقدام اٹھانا ممکن نہیں۔
 - ۱۱۔ مصادر و مراجع کے بغیر قدیم علمی ورثہ سے استفادہ ممکن نہیں۔
- مختصر ایوں کہہ سکتے ہیں کہ جدید تحقیق کی بنیاد و اساس یہی مصادر و مراجع ہیں۔ عدم دستیابی کی صورت میں نئے حقائق کی دریافت کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور انسان جہالت کے

گھٹا توپ انڈھیروں میں ڈوب جاتا ہے۔

مآخذ و منابع اور ان کی اقسام:

مآخذ و منابع کی دو اقسام ہیں ایک بنیادی اور دوسرے ثانوی۔ بنیادی مآخذ و منابع کو مصادر جبکہ ثانوی مآخذ و منابع کو مراجع کہتے ہیں۔ بنیادی اور ثانوی مآخذ کا تعین ایک مشکل مرحلہ ہے کیونکہ موضوع و عنوان کے تبدیل ہونے سے مصادر و مراجع کی حیثیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ عام طور پر تجربے، ذاتی تفہیش و تلاش، انٹرویو، سوال نامے، تحقیقی مقالات، خطوط، ڈائریاں، خودنوشت سوانح حیات، متن اور ادب کی تخلیقی تحریریں، اداروں کی رویدادیں، اخبارات، مخطوطات، فرائیں اور دوادین وغیرہ کو بنیادی مآخذ کہتے ہیں جبکہ نصابی کتب، جنتریاں، دائرۃ المعارف، نصوص کے تراجم اور خلاصے ثانوی مصادر کہلاتے ہیں۔ اس حوالہ سے سید جمیل احمد رضوی کہتے ہیں:

”بعض اوقات تحقیق کی نوعیت سے مصادر کی نوعیت بدل جاتی ہے مثلاً نصابی کتابوں کو ثانوی مصادر میں شمار کیا جاتا ہے لیکن کوئی محقق شعبہ تعلیم میں نصابی کتب کی ترتیب و تدوین پر کام کر رہا ہو تو اس صورت میں نصابی کتابیں ثانوی کی بجائے بنیادی مآخذ کی حیثیت اختیار کر جائیں گی۔“

مصادر و مراجع سے استفادہ کے اصول و ضوابط:

مآخذ بنیادی ہوں یا ثانوی، ان سے معلومات لینے اور استفادہ کرنے کے کچھ اصول و ضوابط ہیں جن کو ماہرینِ تحقیق نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے چند ایک ضروری اصول درج ذیل ہیں:

- ۱۔ معلومات ہمیشہ اولین یعنی اساسی و بنیادی مآخذ سے لیں۔ اگر وہی معلومات ثانوی مآخذ و منابع میں بھی ہوں تو بنیادی و اساسی مآخذ کو ان پر ترجیح دیں، چونکہ مصادر کی

موجودگی میں مراجع سے نقل کرنا تحقیق کے اصولوں کے منافی ہے۔

۲۔ معلومات بنیادی کتب سے لیس یا ثانوی کتب سے ان کے نقل کرنے کے تین طریقے ہیں:

(i) معلومات اسی طرح اتاری جائیں کوئی بھی تبدیلی نہ کی جائے۔

(ii) معلومات خلاصہ کی شکل میں بھی لکھی جاسکتی ہیں۔

(iii) معلومات چند مشکل کلمات کی تبدیلی سے بھی نقل کی جاسکتی ہیں۔

۳۔ اگر آپ نے معلومات ثانوی مآخذ سے لی ہیں تو حوالہ بھی ثانوی مآخذ کا ہی دیں، اس اسی مآخذ کا حوالہ دینے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ یہ علمی بد دیانتی ہے اور تحقیق کی روح کے منافی ہے۔

۴۔ اگر ایک مسئلہ یا خبر کے بارے میں معلومات کئی مصادر میں ہوں تو سب سے پہلے قدیم ترین مصدر کو ترجیح دی جائے گی اور اسی کا حوالہ دینا تحقیق کے اصولوں کے مطابق اور عین موافق ہوگا۔

۵۔ حواشی کے اندر مصادر و مراجع کا تکرار مناسب نہیں یعنی اگر حوالہ مصدر کا دے دیا، تو ثانوی کتب سے مزید حوالے دینے کی ضرورت نہیں، مصدر کا حوالہ ہی کافی ہے۔

۶۔ اگر مختلف مصادر میں کسی مسئلہ یا خبر یا سن وفات میں اختلاف ہو، تو تحقیق کیے بغیر کسی مصدر کو ترجیح نہ دی جائے۔

۷۔ جدید مصادر سے معلومات اخذ کرتے ہوئے بہت ہی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

معروف ادبی و اسلامی مصادر کی تحدید و تعیین:

مصادر و مراجع کی پہچان چونکہ ایک مشکل اور دیقق مسئلہ ہے اور محقق سے وافر مطالعہ کا متراضی ہے، اس لیے مختلف علوم و فنون کے چند بنیادی مصادر کو ذکر کرتے ہیں تاکہ محققین طلبہ بھر پور استفادہ کر سکیں کیونکہ اولین مصادر کی تحدید و تعیین تحقیق کا اہم ترین

مرحلہ ہے۔

تفسیر بالماثور کے بنیادی مصادر:

- ۱۔ جامع البيان عن تأویل آی القرآن، المعروف بـتفسیر طبری، از محمد بن جریر الطبری
- ۲۔ معالم التنزيل معروف بـتفسیر بغوی از حسین بن مسعود بغوی
- ۳۔ تفسیر القرآن العظيم، معروف بـتفسیر ابن کثیر از اسماعیل بن عمرو
- ۴۔ الدر المنشور از جلال الدین سیوطی (عبد الرحمن بن ابی بکر)

تفسیر بالرأی کے بنیادی مصادر:

- ۱۔ الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقوایل في وجوه التأویل۔ از جار الله محمود بن عمر الزمخشري۔
- ۲۔ البحر المحيط از ابو حیان اندلسی (محمد بن یوسف)
- ۳۔ مفاتیح الغیب از فخر الدین رازی (محمد بن عمر)
- ۴۔ فتح القدیر في الجمع بين الروایة والدرایة في التفسیر از محمد بن علی الشوکانی
- ۵۔ محاسن التأویل معروف بـتفسیر القاسمی از محمد جمال الدین القاسمی

تفسیر فقہی کے بنیادی مصادر:

- ۱۔ احکام القرآن از احمد بن علی الجصاص۔
- ۲۔ احکام القرآن از محمد بن ادريس الشافعی۔ جمع و ترتیب احمد بن حسین البیهقی۔
- ۳۔ الجامع لأحكام القرآن از محمد بن احمد القرطبی

علوم القرآن کے بنیادی مصادر:

- ۱- البرهان فی علوم القرآن از محمد بن عبد الله الزركشی۔
- ۲- الاتقان فی علوم القرآن از جلال الدین السیوطی
- ۳- مناهل العرفان فی علوم القرآن از محمد عبدالعظیم الزرقانی

احادیث نبویہ اور علوم حدیث کے بنیادی مصادر:

- ۱- کتب احادیث ستہ شہیرہ
- ۲- الموطأ از مالک بن انس
- ۳- مصنف از عبدالرؤزاق بن همام

اصول الحدیث کے اہم مصادر:

- ۱- المحدث الفاصل بین الروای و الواقعی از قاضی حسن بن عبد الرحمن الرامهرمزی
- ۲- معرفة علوم الحديث از محمد بن عبد الله نیساپوری
- ۳- الکفایة فی علم الروایة از احمد بن علی خطیب بغدادی
- ۴- علوم الحديث از عثمان بن عبد الرحمن معروف با بن الصلاح
- ۵- تدریب الروای فی شرح تقریب النوای از جلال الدین السیوطی

جرح و تعدیل کے اہم مصادر:

- ۱- الضعفاء از محمد بن اسماعیل البخاری
- ۲- الجرح والتعديل از عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی
- ۳- میزان الاعتدال از حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذهبی
- ۴- لسان المیزان از ابن حجر العسقلانی (احمد بن علی)

فقہ کے اہم مصادر:

- ۱۔ المبسوط از محمد بن احمد السرخسی
- ۲۔ بداع الصنائع از ابوبکر الکاشانی
- ۳۔ هدایۃ شرح بدایۃ المبتدی از علی بن ابی بکر مرغینانی
- ۴۔ بدایۃ المجتهد و نهایۃ المقتضی از محمد بن احمد بن رشد
- ۵۔ الام از امام محمد بن ادریس الشافعی
- ۶۔ المغنی از ابن قدامة المقدسی (عبدالله بن احمد)

لغت کے اہم مصادر:

- ۱۔ کتاب العین از خلیل بن احمد الفراہیدی
- ۲۔ جمهرۃ اللغوۃ از ابن درید (محمد بن حسن)
- ۳۔ مقاییس اللغوۃ از ابن فارس (احمد بن فارس)
- ۴۔ المحکم والمحیط الأعظم از ابن سیده
- ۵۔ الصحاح از جوہری (اسماعیل بن حماد)
- ۶۔ القاموس المحيط از فیروز آبادی (محمد بن یعقوب)
- ۷۔ تاج العروس از زبیدی (محمد مرتضی)

صرف و نحو کے اہم مصادر:

- ۱۔ الکتاب از سیبویہ (عمرو بن عثمان)
- ۲۔ شرح ابن عقیل از محمد جمال الدین
- ۳۔ الانصار فی مسائل الخلاف بین النحوین البصریین والکوفیین از عبدالرحمٰن الانباری
- ۴۔ مغنی اللبیب از ابن هشام (عبدالله بن یوسف)

۵- المفصل فی صناعة الإعراب از جار الله زمخشري (محمد بن عمر)

ادب کے اہم مصادر

(ا) شعری مصادر

- ۱- المعلقات، جمع و تهییق حماد الروایة
- ۲- المفضليات از مفضل بن محمد الضبیی
- ۳- الأصمیات از اصمی (عبدالملک بن قریب)
- ۴- جمهرة أشعار العرب از محمد بن ابی الخطاب القرشی
- ۵- دیوان الحماسة از ابو تمام (حبيب بن أوس)
- ۶- كتاب الحماسة از بحتری (الولید بن عبید)

(ب) نثری مصادر

- ۱- البيان والتبيين از جاحظ (عمرو بن بحر)
- ۲- الكامل فی اللغة والادب از مبرد (محمد بن یزید)
- ۳- العقد الفريد از ابن عبدربه (احمد بن عبدربه)
- ۴- الأمالی از القالی (اسماعیل بن القاسم)

سیرت کے اہم مصادر:

- ۱- مغازی رسول الله ﷺ از الواقدی (محمد بن عمر)
- ۲- سیرۃ النبی ﷺ از ابن هشام (عبدالملک بن هشام)
- ۳- الطبقات الكبرى از ابن سعد (محمد بن سعد)
- ۴- الشفاء بتعریف حقوق المصطفی از قاضی عیاض بن موسی
- ۵- سیرۃ الرسول ﷺ از طبری (محمد بن جریر)
- ۶- دلائل النبوة از ابو نعیم (احمد بن عبد الله)

تاریخ اسلام کے اہم مصادر:

- ۱۔ تاریخ الأمم والملوک از طبری (محمد بن جریر)
- ۲۔ المقتبس فی اخبار بلد الأندلس از ابن حبان (حیان بن خلف)
- ۳۔ المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم از ابن الجوزی (عبد الرحمن بن علی)
- ۴۔ الكامل فی التاریخ از ابن اثیر (علی بن ابی محمد)
- ۵۔ تاریخ الإسلام از ذهبی (محمد بن احمد)
- ۶۔ البداية والنهاية از ابن کثیر (اسماعیل بن کثیر)
- ۷۔ کتاب العبر از ابن خلدون (عبد الرحمن بن خلدون)
- ۸۔ نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب از مقری (احمد بن محمد)

مصادر رأساب:

- ۱۔ جمهرة أنساب العرب از ابن حزم (علی بن احمد)
- ۲۔ کتاب الانساب از السمعانی (عبدالکریم بن محمد)
- ۳۔ نهاية الأرب في معرفة أنساب العرب از قلقشندی۔ (احمد بن علی)

ترجم اعلام کے اہم مصادر:

- ۱۔ الاستیعاب فی معرفة الأصحاب از ابن عبد البر (یوسف بن عبد الله)
- ۲۔ أسد الغابة فی معرفة الصحابة از ابن اثیر (علی بن محمد)
- ۳۔ الإصابة فی تمییز الصحابة از ابن حجر العسقلانی (احمد بن علی)
- ۴۔ تذكرة الحفاظ از ذهبی (محمد بن احمد)
- ۵۔ تهذیب التهذیب از ابن حجر العسقلانی (احمد بن علی)
- ۶۔ سیر اعلام النبلاء از ذهبی (محمد بن احمد)

۷۔ معجم الأدباء از ياقوت الحموي

جدید مأخذ و منابع اور ان کے ذرائع:

جدید دور سائنس اور ٹینکنالوجی کا دور ہے اس ترقی نے ہر میدان پر اثرات چھوڑے ہیں خاص طور پر تعلیم و تعلم اور بحث و تحقیق کے میدان میں۔ اس ترقی نے تحقیق و تفسیص کو بہت ہی آسان اور تیز تر کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ جدید مصادر تحقیق میں تنوع آگیا ہے اور مصادر مختلف شکلیں اختیار کر چکے ہیں، جب کہ اس سے پہلے ایک ہی ذریعہ تھا وہ تھا مخطوط یا کتاب۔

دور حاضر کے جدید مصادر، مراجع، مأخذ و منابع درج ذیل ہیں:

- ۱۔ تحقیقی مجلات (Research Journals)
- ۲۔ دوریات (Periodicals)
- ۳۔ اخبارات و رسائل (News Papers)
- ۴۔ سرکاری رپورٹیں (Official Reports)
- ۵۔ دستاویزات / Documents (Archives) / (Documents)
- ۶۔ تحقیقی مقالات (Research Theses)
- ۷۔ مضماین (Articles)
- ۸۔ روئیدادیں (Proceedings)
- ۹۔ ویڈیو فلمیں (Video Movies)
- ۱۰۔ کانفرنسیں (Conferences)
- ۱۱۔ سیمینارز (Seminars)
- ۱۲۔ یکچرزو محاضرات (Lectures)
- ۱۳۔ مکالمات (Dialogues)

- ۱۳۔ انٹرویو (Interviews)
- ۱۴۔ مناظرے (Debates)
- ۱۵۔ تقریریں (Speeches)
- ۱۶۔ خطوط/مراسلات (Letters)

جس طرح جدید مصادر میں تنوع ہے اسی طرح جدید ذرائع معلومات میں بھی تنوع ہے چند معروف جدید ذرائع معلومات حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ ریڈیو (Radio)
- ۲۔ ٹی وی (T.V)
- ۳۔ کمپیوٹر (Computer)
- ۴۔ نیٹ (Net)
- ۵۔ سیٹ لائٹس (Satellites)
- ۶۔ الیکٹرونک کتب خانے (E.Libraries)
- ۷۔ ویب سائٹس (Websites)
- ۸۔ سرچ انجین (Search Engines)

محوزہ کتب برائے استفادہ و مطالعہ:

۱۔ البحث الأدبى: طبيعته، مناهجه، أصوله، مصادره الدكتور شوقي ضيف، القاهرة، دار المعارف، ۱۹۸۶

- ☆ Introduction to Research by Tyrus Hillway, 2nd edition, Boston: Houghton Mifflin Co, 1974
- ☆ Research methods in librarianship by Charles H. Busha and Stephen, New York, 1980
- ☆ Methods in Research by C.V.Good and D.E Scates, New York 1945

- ۱- المدخل إلى استخدام الحاسوب لطلاب اللغة العربية، الدكتور عبدالماجد نديم، طبعة أولى، اورینیشن بکس، لاہور ۲۰۱۰ء
- ۲- اسلامی تحقیق کے جدید ذرائع، سید حیدر علی بخاری، مقالہ ایم، اے، کالج آف شریعہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور ۷-۲۰۰۸ء
- ۳- تعلیمی تحقیق، ڈاکٹر احسان اللہ خان بک ٹریڈرز، لاہور
- ۴- اصول تحقیق، ڈاکٹر عبد الحمید خان عباسی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۲۰۱۲ء
- ۵- تحقیق و تدوین کا طریقہ کار، ڈاکٹر خالق داد ملک، اورینیشن بکس، لاہور

سوالات:

- ۱- مصادر و مراجع کے مابین فرق کی مثالوں سے وضاحت کیجیے۔
- ۲- اولین و ثانوی مآخذ کی اقسام کون کون سی ہیں اور تحقیقی عمل میں ان کی پہچان کیے ممکن ہے؟
- ۳- جدید مصادر و مراجع کی مختلف شکلیں کون سی ہیں؟
- ۴- مصادر و مآخذ سے نقل کرنے کے بنیادی اصول مقالہ کی قدر و قیمت کے تعین میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟
- ۵- مختلف علوم و فنون کے اساسی و بنیادی مصادر کا تعین کیجیے تاکہ تحقیقی کام کے دوران مشکلات سے بچا جا سکے۔
- ۶- کسی معیاری مقالہ کا انتخاب کیجیے اور اس کے مصادر و مراجع کا الگ الگ تعین کیجیے۔

•••

مواد کی جمع آوری، جانچ پڑتال اور حزم و احتیاط

اہداف و مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

(۱) مواد کی قسموں اور تلاش کرنے کی جگہوں سے آگاہی ہو۔

(۲) نوٹ لینے کے طریقے اور خوبیاں جان سکیں۔

(۳) مواد کی پرکھ اور حزم و احتیاط کے گریکے سکیں۔

(۴) اقتباس، اس کی حدود، قیود اور علمی و تحقیقی کام میں اس کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔

مواد کی جمع آوری، جانچ پڑتال اور حزم و احتیاط تحقیقی کام کے مراحل میں ایک اہم

ترین مرحلہ ہے کیونکہ اسی پر علمی و تحقیقی کام کا انحصار ہے، اور اسی سے اس کام کی قدر و قیمت کا

اندازہ لگایا جاسکتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ محقق کے پاس ایسے مصادر و مراجع ہوں جن کی

مدوسے وہ اپنے موضوع تحقیق کے بارے میں مواد اکٹھا کر سکے۔ جیسا کہ ہم پہلے یہ ذکر کر

چکے ہیں یہ دور سائنس اور شیکنا لو جی کا دور ہے اس میں مصادر تحقیق میں تنوع ہے اور یہ مصادر

مختلف شکلیں اختیار کر چکے ہیں، لہذا اس کثرت مآخذ و منابع کی وجہ سے مواد بھی کثیر اور

متعدد قسم کا ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے دو مختلف بنیادوں پر مواد کو تقسیم کیا ہے کہتے ہیں:

ادبی مواد متعدد قسم کا ہوتا ہے دو مختلف بنیادوں پر مواد کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ اولین (Primary) اور ثانوی

۲۔ داخلی اور خارجی

اسی طرح ڈاکٹر خالق داد ملک نے اپنی کتاب ”تحقیق و تدوین کا طریقہ کار“ میں

مواد کی جمع آوری کے مصادر کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا ہے کہتے ہیں:

مصادر کی پہلی قسم کو تیار شدہ مواد کے مصادر (Ready Data Sources) کہتے ہیں جس میں کتابیں، انسائیکلو پیڈیا، مجلات، درسائل، پیچھرے اور دستاویزات شامل ہیں جبکہ دوسری قسم کو خود تیار کردہ مواد کے مصادر (Initiated Data Sources) کہتے ہیں جس میں انٹرویو، سوال نامے، مشاہدہ، تجربہ اور آزمائش شامل ہیں۔

مذکورہ توضیح کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مواد اولین مصادر سے ہو یا ثانوی، داخلی مصادر سے ہو یا خارجی اور اسی طرح مواد تیار شدہ مصادر سے ہو یا تیار کردہ مصادری، اس کے چند درج ذیل ذرائع ہیں:

- (i) مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب
- (ii) جرائد و درسائل، اخبارات اور تحقیقی مقالات
- (iii) دستاویزات (ذاتی و سرکاری)
- (iv) بصری مواد (فلم، ٹیلی و ٹن، نیٹ)
- (v) سمعی (ریڈیو، کیسپیٹ، تقاریر، مباحثہ)
- (vi) ماگنیک رو فیلم (Micro Graphics)
- (vii) الواح (plaque/Sheet/Slate)
- (viii) ملاقاتیں (انٹرویو)
- (ix) مراحلت کے ذریعے استفسار - سوال نامے
- (x) مشاہدہ، تجربہ اور آزمائش

ان مذکورہ مصادر مواد سے معلومات کی جمع آوری کے چند درج ذیل طریقے ہیں:

- ۱۔ مطالعہ
- ۲۔ فونڈو کاپی

- ۱۔ کمپیوٹر ڈاؤن لوڈ نگ
 - ۲۔ اقتباس
 - ۳۔ کارڈز
 - ۴۔ فائلیں
 - ۵۔ نوٹ بک
- ان مذکورہ طریقوں سے مواد کی جمع آوری کے کچھ بنیادی اصول و ضوابط ہیں:
- ۱۔ مطالعہ کے لئے مناسب وقت اور جگہ کا انتخاب کریں جس میں محقق اطمینان اور سکون محسوس کرے۔
 - ۲۔ مطالعہ محنت، تنقیدی انداز میں غور و خوض اور اچھی کتابوں سے کریں۔
 - ۳۔ مواد کی فوٹو کاپی کرواتے ہوئے اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ متعلقہ مواد اور دیگر ضروری معلومات مکمل طور پر کاپی کروالی ہیں، تاکہ بعد میں مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
 - ۴۔ مواد اگر کمپیوٹر سے ڈاؤن لوڈ کیا ہو تو ویب سائٹ کا مکمل حوالہ، دن اور وقت بھی ضرور تحریر کر لینا چاہیے۔
 - ۵۔ مواد خواہ کارڈز پر اتاریں، فائلوں میں یا نوٹ بک میں تحریر کریں، مگر درج ذیل معلومات ضرور لکھی جائیں تاکہ مواد کی جمع آوری کا کام بہتر انداز میں پایہ تکمیل کو پہنچے۔
 - (i) مؤلف اور کتاب کا پورا نام
 - (ii) ناشر، مقام اشاعت اور تاریخ اشاعت
 - (iii) جلدیں، اجزاء اور صفحات کی تعداد
 - ۶۔ کارڈز کے حوالہ سے بہتر یہی ہے کہ ہر باب کے کارڈز کا رنگ مختلف ہوتا کہ تحقیقی

عمل میں آسانی ہو۔

۷۔ ایک کارڈ پر صرف ایک ہی نوٹ تحریر کریں۔

۸۔ اقتباس لیتے ہوئے بھی احتیاط لازم ہے اور یہ کہ اقتباس ہمیشہ اصل مصدر سے لیں تاکہ آپ کی بات مستند ہو۔

۹۔ اگر آپ نوٹ لینا چاہتے ہیں تو ہمیشہ موضوعی گروہ بندی کر کے الگ الگ صفحات پر لیجیے۔

۱۰۔ نوٹ ہمیشہ صاف، صحیح اور مکمل لکھیے۔

۱۱۔ ایک ہی مصدر سے زیادہ نوٹس نہ لیں۔

۱۲۔ نوٹ ہمیشہ اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

مواد کی جمع آوری کے بعد جائز پڑتاں اور پرکھ بہت ہی ضروری ہے کیونکہ تحقیق کے مستند، غیر مستند ہونے اور قدر و قیمت کا انحصار اسی پر ہے۔ اس لئے محقق پر لازم ہے کہ وہ جمع کردہ مواد کا بڑی باریک بینی اور دقت ری سے جائزہ لے تاکہ اس کی یہ علمی کاؤنٹیں کاوش عمدہ اور بہتر شکل میں سامنے آئے۔ اس حوالہ سے وہ درج ذیل امور ملحوظ خاطر رکھے:

۱۔ مواد کی صحت معلوم کرنی چاہیے کہ لکھنے والا یا بیان کرنے والا کون ہے اور کتنا معتبر ہے اور آپ جس ماذد سے لے رہے ہیں اس کی حیثیت کیا ہے؟

۲۔ اپنے نقل کیے ہوئے مواد کا تنقیدی مطالعہ کیجیے کیونکہ لکھتے ہوئے کئی اخطاء سرزد ہو جاتی ہیں، دوبارہ مطالعہ کرنے سے وہ غلطیاں دور ہو جائیں گی اور آپ کی تحریر صاف، واضح اور مکمل ہو جائے گی۔

۳۔ اعداد، ارقام اور سنین کا مطالعہ خاص طور پر کریں تاکہ تاریخی واقعات، سن ولادت اور وفات کے تعین میں غلطی سرزد نہ ہو کیونکہ اس سے بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں۔

- ۴۔ قیاسی مواد کو یقین میں بدلنے کی کوشش کیجیے۔ اور اسی طرح عیسویں اور ہجری کے فرق کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں، ایسا نہ ہو کہ آپ عیسویں لکھنا چاہتے ہوں لکھ ہجری دیں۔
- ۵۔ جمع کردہ مواد میں بعض معلومات ایسی بھی ہوتی ہیں جو مصادر میں بھی موجود ہوتی ہیں اور مراجع میں بھی۔ اس سلسلہ میں حزم و احتیاط کا پہلو یہ ہے کہ آپ مصادر کو مراجع پر ترجیح دیں۔
- ۶۔ جمع کردہ مواد اگر مختلف مراجع میں ہو تو معتبر ماذ طے کرنے کے درج ذیل اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھیں۔
- (i) جو مواد کئی کتابوں میں ملتا ہے وہ زیادہ اہم ہے۔
 - (ii) جس ماذ سے سب سے زیادہ معلومات ملتی ہیں وہ بہتر ہے۔
 - (iii) آپ کے موضوع کے میدان میں کون سا مصنف بہترین ہے۔
 - (iv) جس کتاب سے آپ مواد لے رہے ہیں اس کے بارے میں طے کیجیے کہ وہ کتنی معتبر ہے؟
- ۷۔ دوسروں کی ذہنی پیداوار کو اپنا بنا کر پیش کرنے سے احتیاط و احتناب کریں کیونکہ یہ علمی سرقة ہے۔
- ۸۔ بعض اوقات کتب اور مؤلفین کے نام ملتے جلتے ہوتے ہیں لہذا مواد کی جمع آوری کے دوران اور بعد میں تدقیق اور توثیق ضروری ہے۔
- ۹۔ اگر اپنے درج کیے ہوئے حقائق کے بارے میں ذرا سا بھی شک ہو تو ان کو دوبارہ جائز لینا چاہیے حتیٰ کہ آپ کو پورا یقین اور اطمینان ہو جائے۔
- ۱۰۔ علمی کام کا انحصار مواد اور حوالہ جات پر ہوتا ہے۔ لہذا حوالہ جات کی دوبارہ تصدیق کر لینی چاہیے۔

۱۱۔ الفاظ کا استعمال ناپ تول کر کیجیے، تحسین و تزیین کے شوق میں مبالغہ آرائی نہ ہو جائے۔

۱۲۔ اپنی علمی بساط کے مطابق تحقیق کو جتنا بے سقم بنایا جاسکتا ہے بنانے کی بھرپور کوشش اور سعی کریں۔ مواد کی جمع آوری اور جائز پر کھیل میں اقتباس ایک اہم ذریعہ ہے، لہذا اب اقتباس اور اس کی حدود و قیود پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔

اقتباس اور اس کی حدود و قیود:

اقتباس مواد کی جمع آوری کا ایک اہم اور بنیادی ذریعہ ہے اور اسی طرح علمی تحقیق کام میں اہمیت کا حامل بھی ہے اس سے پہلے کہ ہم اقتباس کی اہمیت اور اس کی حدود و قیود پر گفتگو کریں مناسب ہے کہ ہم اس کے معنی و مفہوم اور مقاصد سے آگاہی حاصل کر لیں۔

مفہوم اور اغراض و مقاصد:

اقتباس عربی زبان کا لفظ ہے اور باب افعال سے مصدر ہے اس کے بنیادی حروف ”قبس“ ہیں قبس کا معنی شعلہ اور چنگاری کے ہیں اور اقتباس سے مراد چنگاری لینا اور روشنی لینا ہے۔ اصطلاحی طور پر اقتباس سے مراد

”إِرَادَةُ الْبَاحِثِ أَوَ الْكَاتِبِ نَصَامِنَ النَّصْوصِ“

کسی محقق یا کاتب کا نصوص میں سے کسی عبارت کو لانا (Quote) ہے۔

اقتباس کی اشکال و انواع:

اقتباس کی کئی ایک اشکال و انواع ہیں جن میں تین معروف ترین درج ذیل ہیں۔

۱۔ تَقْيِيٰ لِفْظِي اقتباس (Literal Quotation)

۲۔ تَلْخِيَصِي اقتباس (Abstracted Quotation)

۳۔ مفہومی اقتباس (Reproduced Quotation)

۱۔ نصی و لفظی اقتباس (Literal Quotation):

ایسا اقتباس جس کی عبارت میں تبدیلی کیے بغیر اسی طرح نقل کر دیا جائے نصی یا لفظی اقتباس کہلاتا ہے۔

۲۔ ملکخیصی اقتباس (Abstracted Quotation):

ایسا اقتباس جس کی عبارت کو اسی طرح نقل نہ کیا جائے، بلکہ اس کا خلاصہ ذکر کیا جائے ملکخیصی اقتباس کہلاتا ہے۔

۳۔ مفہومی اقتباس (Reproduced Quotation):

ایسا اقتباس جس کو اسی طرح نقل نہ کیا جائے بلکہ عبارت کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا جائے۔

اہمیت اقتباس و غرض و غایت:

اقتباس نقل کرنا فن ہے۔ تحقیق و تدوین کا سفر اقتباسات کی روشنی میں ہی نشوونما پاتا ہے۔ اخذ اقتباس (انتخاب عبارت) اور نقل کرنے سے ہی محقق کی صلاحیت کا اندازہ ہو جاتا ہے، لہذا مناسب ہے کہ اقتباس موضوع کے مطابق ہو، صحت مستند ہو اور اس میں قطعیت ہو۔ اسی طرح کثرت اقتباسات سے احتیاط کی جائے کیونکہ یہ تحقیقی کام کی قدر و قیمت کم کرنے کا سبب ہیں، جبکہ اقتباسات سے مقصود تو کسی جدید، اچھوتی، مبتکر فکر و غایت تک پہنچنا ہوتا ہے نہ کہ مقالہ کا جنم بڑھانا۔

اقتباس کئی اغراض و مقاصد کی خاطر نقل کیا جاتا ہے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا اور اساسی مقصد و غرض رائے کی تائید ہے۔

۲۔ کسی نکتہ یا بیان کی تائید

۳۔ مقصود کی شرح کے لیے

۴۔ قول یا بات کی تردید کی خاطر

- ۵۔ دو متضاد خیالات میں موازنہ کے لیے
- ۶۔ کسی کاتب یا مصنف کے نقطہ نظر کا تجزیہ کرے کے لیے
- ۷۔ مقالہ کا صوری حسن بڑھانے کے لیے
- ۸۔ کسی محقق، مؤلف یا مصنف کی صحیح ترجمانی کرنے کے لیے
- ۹۔ اپنی گفتگو یا کلام کو مدل کرنے کے لیے

اقتباس کی حدود و قیود اور شرائط:

ماہرین تحقیق نے اقتباس کی حدود و قیود کے ساتھ ساتھ اس کی شرائط اور اصول و ضوابط کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، لہذا محقق کے لیے ضروری ہے کہ اقتباس نقل کرتے ہوئے ان شرائط اور اصول و ضوابط کو ملاحظہ خاطر رکھے۔ چند ایک ضروری شرائط اور اصول و ضوابط درج ذیل ہیں:

- ۱۔ اقتباس طویل نہ ہو بہتر یہ ہے کہ چھ سطروں سے زائد نہ ہو۔
- ۲۔ محقق اقتباس قدیم مصدر سے نقل کرے تاکہ بھر پور فائدہ دے۔
- ۳۔ عبارت کی صحت کو یقینی بنائیے۔
- ۴۔ عبارت نقل کرتے ہوئے وقت اور باریک بینی کا مظاہر کرنا چاہیے۔
- ۵۔ اقتباس بہت ہی واضح، نمایاں اور جلی حروف میں ہوتا کہ ناظر اور قاری پر عیاں ہو جائے۔
- ۶۔ مختصر کرنے کی غرض سے اگر اقتباس کی عبارت واضح نہ رہے، اس میں خلل واقع ہو، تو مختصر نہ کیا جائے بلکہ اسی طرح نقل کر دیا جائے۔
- ۷۔ اگر اقتباس چھ سطروں سے زیادہ نہ ہو تو اسے واوین یعنی (Inverted Commas) کے درمیان لکھنا چاہیے بصورت دیگر عام عبارت کے ساتھ ہی تحریر کر دیں۔

- ۸۔ اگر اقتباس میں خلل یا ابہام ہو (یعنی عبارت غیر واضح ہو) تو اس کی توضیح ووضاحت مربع والی بریکٹ [] میں کی جائے یہ اس بات کی نشانی ہے کہ بریکٹ والے کلمات اصل مصنف کے نہیں بلکہ محقق کے ہیں۔
- ۹۔ اگر اقتباس کی عبارت طویل ہو تو محقق مختصر سے الفاظ میں خلاصہ ذکر کر دے تاکہ طوالت سے بچا جاسکے۔
- ۱۰۔ اگر اقتباس کا ترجمہ اپنے الفاظ میں لکھنا ہو، تو واوین لگانے کی ضرورت نہیں، اگر ترجمہ کسی کتاب سے لکھ رہے ہیں تو واوین لگانے جاسکتے ہیں۔
- ۱۱۔ اقتباس اس انداز سے تحریر کیجیے کہ اس کا ماقبل اور ما بعد عبارت و کلام سے باہمی ربط نظر آئے، ایسا نہ ہو کہ اقتباس کچھ اور ہوجکہ ما قبل اور ما بعد عبارت کچھ اور۔
- ۱۲۔ جب بھی اقتباس نقل کریں تو حاشش میں مصدر کا نام، مؤلف کا نام اور صفحہ نمبر ضرور تحریر کریں۔
- ۱۳۔ اگر عبارت طویل ہو اور محقق عبارت کا آخری حصہ نقل کرنا چاہے تو شروع میں تین نقطے لگائے اور درج ذیل طریقے کے مطابق عبارت نقل کر دے:
- “ ”
- “ ”
- ۱۴۔ اگر محقق عبارت شروع سے بھی نقل کرنا چاہتا ہے اور آخر سے بھی اور وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ درمیانی عبارت اس کے متعلق نہیں، تو وہ شروع سے بھی عبارت اتار لے اور آخر سے بھی، اور جہاں سے ترک کرنا چاہتا ہے وہاں تین نقطے اس انداز سے لگائے۔
- “ ”
- “ ”
-

۱۵۔ اسی طرح آپ اگر عبارت آخر سے چھوڑنا چاہتے تو نقطے آخر میں اس انداز سے لگائیے۔

”

“...”

۱۶۔ اگر اقتباس کے آخر میں سوالیہ نشان ہو تو پہلے سوالیہ نشان لگائیے پھر اس کے بعد داوین لگائیے۔

”

“...؟”

۱۷۔ اگر شعر بطور استشهاد لانا چاہتے ہیں تو شعراً یک سطر میں بھی لکھا جاسکتا ہے اور دو سطروں میں بھی۔ مثال کے طور پر اقبال کا شعراً یک سطر میں اس انداز سے تحریر کریں گے۔

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پر روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا اگر شعر دو سطروں میں لکھنا مقصود ہو تو اس انداز میں تحریر کریں گے:

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پر روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

دو سطروں میں شuras انداز سے بھی لکھا جاسکتا ہے۔

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پر روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نوٹ: اخذ اقتباس اور نقل کرنے میں حد درجہ حزم و احتیاط کرنی چاہیے تاکہ اس کی صحت برقرار رہے۔

مواد کی تنظیم و ترتیب:

مواد کی جمع آوری، چھان بین اور تدوین جو محقق نے مختلف کارڈز یا فائلوں میں کی ہے، کے بعد اس کی ترتیب و تنظیم کا مرحلہ آتا ہے۔ یہ مرحلہ بہت اہمیت کا حامل ہے اس لیے محقق حزم و احتیاط سے کام لے اور تمام جمع شدہ مواد کی کانٹ چھانٹ بڑی توجہ اور محنت سے کرے، غیر ضروری مواد الگ کر دے تاکہ موضوع سے متعلقہ، مناسبت اور مطابقت رکھنے والے مواد کو بطریق احسن ترتیب دیا جاسکے، اور عمدہ و معیاری نتائج اخذ کیے جاسکیں۔ لہذا محقق اس جمع شدہ مواد کو جواں نے کانٹ چھانٹ کے بعد اخذ کیا ہے بڑی ترتیب و تنظیم سے مختلف ابواب و فصول میں تقسیم کر دے، اسی حوالہ سے ڈاکٹر عبدالحمید عباسی نے اپنی کتاب میں عبدالرزاق قریشی کا قول نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

”سارا ممکن الحصول مواد اکٹھا کر لینے کے بعد اب ضرورت ہے کہ اسے ترتیب دیا جائے، یعنی آغاز کار سے اب تک جو نوٹ لیے گئے ہیں انہیں ان کے عنوانات کے تحت مرتب کیا جائے۔ ان کو مرتب کرتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ جو غیر اہم یا غیر ضروری نوٹ آگئے ہیں انہیں الگ کر دیا جائے..... جس طرح نوٹ لیتے وقت باقاعدگی اور احتیاط کا خیال رکھا گیا تھا اسی طرح انہیں ترتیب دیتے وقت بھی باقاعدگی اور احتیاط ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ جس کام میں تنظیم و ترتیب ہوتی ہے اس کا نتیجہ خاطر خواہ اور خوشگوار ہوتا ہے۔“

محوزہ کتب برائے استفادہ و مطالعہ:

- ۱۔ کیف تکتب بحثاً اور رسالت، احمد شلبی مصری۔
- ۲۔ البحث العلمی تطورہ و مناهجہ، الدکتور عبد الرحیم، ملتان، ۲۰۰۵م
- ۳۔ تحقیق و تدوین کا طریقہ کار، ازڈا کٹر خالق دادملک، اور پیشل بکس، لاہور، ۲۰۱۲ء
- ۴۔ تحقیق کافن، ازڈا کٹر گیان چند، مقدارہ قومی زبان، پاکستان
- ۵۔ اصول تحقیق، عبدالحمید خان عباسی، پیشل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

سوالات:

- ۱۔ مواد جمع کرنے کے چند معروف ذرائع و طریقے کون سے ہیں؟
- ۲۔ مواد کی جمع آوری کے بنیادی اصول و ضوابط کی وضاحت کیجیے۔
- ۳۔ تحقیقی عمل میں مواد کی جانچ پڑتا اور پرکھ کیسے ممکن ہے؟
- ۴۔ اقتباس کی اقسام اور اغراض و مقاصد کا تعین کیجیے؟
- ۵۔ اقتباس کی حدود و قیود اور شرائط سے آگاہی محقق کی صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے؟
وضاحت کیجیے۔

تحقیق میں فرضیہ کی اہمیت، شروط و خصائص

اہداف و مقاصد:

- ۱۔ اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ: فرضیہ کا مفہوم اور اس کی اہمیت جان سکیں۔
- ۲۔ اچھے فرضیے کے خصائص سے متعارف ہوں۔
- ۳۔ اچھا فرضیہ لکھنے کے اصول و ضوابط اور شروط سیکھ سکیں۔

علمی و تحقیقی دنیا میں فرضیہ کے لیے مختلف کلمات مستعمل ہیں جن میں مفروضہ، تخمینہ، تعییم، اور نظریہ قابل ذکر ہیں جبکہ انگریزی میں اس کے لیے Hypothesis کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ تمام مصطلحات اگرچہ ایک ہی چیز ہیں مگر اصطلاحی اور فنی طور پر ان میں فرق ہے۔ جہاں تک انگریزی لفظ Hypothesis کا تعلق ہے تو یہ دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک "Hypo" اور دوسرا "Thesis" ہائپو (Hypo) کا معنی ہے مختصر، قلیل اور تھوڑا، جبکہ تھیس (Thesis) کا معنی ہے مقالہ، علمائے تحقیق نے فرضیہ کی مختلف تعریفیں کی ہیں جس کے طور پر ڈاکٹر احمد بدر اپنی کتاب "اصول البحث العلمي ومناهجه" میں لکھتے ہیں:

”إِنَّ الْفَرْضَ يُغَتَّبُ تَخْمِينًا مَغْفُولًا مَبْنِيًّا عَلَى الدَّلِيلِ الَّذِي

”يُمْكِنُ الْحَصُولُ عَلَيْهِ عِنْدَ وَضْعٍ هَذَا الْفَرْضِ..“

- ۱۔ فرضیہ سے مراد وہ معقول تخمینہ و اندازہ ہے جو ایسی دلیل پر مبنی ہوتا ہے جس کا حصول اس فرضیہ کے وضع کے وقت ممکن ہو۔
- ۲۔ فرضیہ تحقیق سے مراد کسی مسئلے کے بارے میں محقق کی ابتدائی رائے، اندازہ اور دانشورانہ قیاس ہے جسے وہ موضوع تحقیق کے انتخاب کے بعد اختیار کرتا ہے۔

۳۔ اسی طرح فرضیہ کو محقق کی پیشگوئی بھی کہا گیا ہے جو قبل از مطالعہ مصادر و مراجع کے کی جاتی ہے۔

۴۔ موضوع سے متعلق اٹھنے والے اہم سوالات کے متوقع اور امکانی جوابات ہی فرضیہ کہلاتے ہیں۔

5. The Hypothesis is a temporary guess.

6. Hypothesis is a fact finding

مفروضہ کی اہمیت:

تحقیقی عمل میں جس طرح موضوع کے انتخاب کی اہمیت ہے، اسی طرح موضوع میں فرضیہ بھی اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ فرضیہ کی بدولت محقق کی توجہ موضوع تحقیق کے خاص پہلوؤں پر مرکوز رہتی ہے اور فرضیہ حقائق کی تلاش میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے اور ہر موقع پر راہنمائی فراہم کرتا اور بتاتا ہے کہ کون سے حقائق تحقیق سے متعلق ہیں اور کون سے غیر متعلق۔ ایسی تحقیقات جن میں حقائق کی تجمیع اور صرف معلوم کرنا مقصود ہواں میں فرضیہ ضروری بھی نہیں ہے، لیکن پھر بھی اس کی اہمیت سے استغناء و انکار ممکن نہیں۔ فرضیہ کی اہمیت پر دال چند نکات درج ذیل ہیں:

- ۱۔ فرضیہ نظریہ کی اساس و بنیاد ہوتا ہے۔
- ۲۔ سامنے ترقی کا انحصار بھی مفروضات پر ہوتا ہے۔
- ۳۔ مسائل کی نشاندہی کا بہترین اور موثر ذریعہ ہے۔
- ۴۔ محقق کے لیے نامعلوم کی دریافت اور وضاحت کے لیے نہایت عمدہ ذریعہ ہے۔
- ۵۔ فرضیہ محقق کی کوششوں کو رخیز ذرائع کی جانب موڑتا ہے۔
- ۶۔ آخذِ نتائج میں فرمیں ورک فراہم کرتا ہے۔
- ۷۔ فرضیہ تحقیق کے لیے تحریک پیدا کرتا ہے۔

- ۸۔ مفروضات طریق تحقیق کی نشاندہی کرتے ہیں۔
- ۹۔ حقائق کی تلاش میں معاونت کرتا ہے۔
- ۱۰۔ مفروضہ تحقیقی عمل میں ہدایت کار اور مرشد کاردار ادا کرتا ہے۔
- ۱۱۔ جدید علوم میں راجح تمام نظریات اپنی ابتدائی شکل میں مفروضے کی حیثیت ہی رکھتے تھے۔
- ۱۲۔ نقطہ نظر کی دنیا مفروضات کے نام سے موسم ہے۔
- ۱۳۔ فرضیہ معلوم حقائق یا نظریات کے ساتھ مطابقت کا بہترین ذریعہ وآلہ ہے۔
- ۱۴۔ مختلف مصادر سے حقائق و خیالات کے چنان و میں معاون ہوتا ہے۔
- ۱۵۔ فرضیہ میں امکانی جوابات کی پیشگوئی ہوتی ہے۔

فرضیہ کی شرائط اور اصول و ضوابط:

تحقیق ایک مسلسل، مربوط اور با مقصد عمل ہے اس لیے ہر وہ کام جو با مقصد ہوا اس کے کچھ اصول و ضوابط اور شرائط ہوتی ہیں، اسی طرح فرضیہ کی بھی شرائط، اصول و ضوابط اور خصائص ہیں، چند ایک قابل ذکر ہیں:

- ۱۔ فرضیہ بہت ہی واضح ہو اور اس میں ایجاز ہو۔
- ۲۔ فرضیہ بہت ہی جامع ہو۔
- ۳۔ فرضیہ ایسا ہو جو اختبار و امتحان کے لائق ہو یعنی آزمائش کے مرحلے سے گزارا جاسکے۔
- ۴۔ مفروضات تناقض سے مبرأ و خالی ہوں یعنی فرضیہ کے بعض اجزاء کا دیگر اجزاء سے تناقض نہ ہو۔
- ۵۔ فرضیہ محدود یعنی (Specific) ہو۔
- ۶۔ فرضیہ معقول ہو۔

- ۷۔ معلوم حقائق یا نظریات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔
- ۸۔ ایسا ہو کہ جس کو غلط یاد رست ثابت کیا جاسکے۔
- ۹۔ فرضیہ کی نوعیت آفاقی ہونی چاہیے۔
- ۱۰۔ فرضیہ کو غیر متغیر (Invariant) ہونا چاہیے جو وقت کے ساتھ تبدیل نہ ہو۔
- ۱۱۔ فرضیہ علت (Cause) کو بیان کرنے والا ہو یعنی وہ ایسا تعلق بتائے جس میں وجہ یا علت بیان کی گئی ہو۔
- ۱۲۔ تمام متعلقہ لڑپر کا جائزہ لینے کے بعد فرضیہ لکھنا چاہیے۔
- ۱۳۔ فرضیہ لکھنے کا انداز بیانیہ ہونہ کہ سوالیہ۔
- ۱۴۔ کسی بھی تحقیقی کام میں ایک سے زائد فرضیات بھی ہو سکتے ہیں۔
- ۱۵۔ علمی مفروضات قیم و اقدار (Values) کے ساتھ متغیر نہیں ہوتے۔

محوزہ کتب برائے استفادہ:

- * اصول البحث العلمی و مناهجہ، ڈاکٹر احمد بدر، طبع سادس ۱۹۸۲ء،
ناشر و کالہ المطبوعات۔ عبد اللہ حربی، کویت
- * لائبریری سائنس اور اصول تحقیق، سید جیل احمد رضوی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم، ۱۹۹۲ء

سوالات:

- ۱۔ علمی تحقیقی کاموں میں فرضیہ کی کیا اہمیت ہے؟
- ۲۔ اچھا فرضیہ لکھنے کے اصول و ضوابط کی وضاحت کیجیے۔

•••

مقالہ کی تسویہ و تحریر اور معیاری مقالہ کی خصوصیات

اغراض و مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ۱۔ مقالہ کا مفہوم اور مقالہ تحریر کرنے کے لیے ضروری ہدایات سے روشناس ہو سکیں۔
- ۲۔ اجزاء مقالہ اور عمدہ و معیاری مقالہ کی خوبیوں سے آگاہ ہوں اور عملی طور پر ان امور کا اطلاق کر سکیں۔

معنی و مفہوم:

تحقیق کی دنیا میں مقالہ کو کئی ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے جن میں رسالہ، اطروحة، بحث، بحث علمی، بحث جامعی، مقالہ، مقالۃ علمیۃ، رسالۃ علمیۃ اور مشروع قابل ذکر ہیں، جبکہ انگریزی میں Project، Thesis اور Dissertation کہتے ہیں۔ گوکہ مذکورہ مصطلحات ایک دوسرے کے متراوف کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں مگر علمائے تحقیق میں ان مصطلحات کے باہمی فرق میں اختلاف رہا ہے۔ البتہ یونیورسٹی مقالہ کی جامع تعریف آرتھر کول (Arthur Cole) نے کی ہے جس کوڈاکٹراہم شلبی مصری نے اپنی کتب ”کیف تکثب بحثاً اور رسالۃ“ میں یوں ذکر کیا ہے:

”تقریر و اف یقدِمہ باحث عن عمل تعهدہ وَأَتَمَهُ، عَلَى أَن يَشْمَلَ التقریرُ كُلَّ مراحل الِدِرَاسَةِ، مُنذَكَّرَةً فِكْرَةً حَتَّى صَارَتْ نَتَائِجَ مَدْوَنَةً، مُرَتَّبَةً، مُؤَيَّدَةً بِالْحِجَاجِ وَالْأَسَانِيدِ“

مقالہ سے مراد ایک مکمل رپورٹ ہے جسے محقق ایسے کام کے بارے میں پیش کرتا

ہے، جسے اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا اور مکمل کیا ہو۔ اور وہ رپورٹ اس انداز میں ہو کہ مطالعہ کے تمام مراحل پر مشتمل ہو، اس وقت سے کہ جب وہ کام ایک سوچ تھا یہاں تک کہ وہ سوچ تدوین شدہ اور دلائل و براہین سے تائید شدہ نتائج کی صورت اختیار کر گئی۔

تحقیقی عمل ایک پیچیدہ، مسلسل اور مربوط عمل ہے اس لیے اس کا ہر مرحلہ دوسرے سے مربوط ہوتا ہے۔ ابتدائی تمام مراحل اس مرحلہ کی اساس و بنیاد ہیں۔ جس طرح دیگر مراحل کچھ امور کے مقاضی تھے، اسی طرح یہ مرحلہ بھی محقق سے کچھ امور اور شرائط کا مقاضی ہے چونکہ یہ مرحلہ فنی نوعیت کا ہے اور مقالہ کا مقصود بھی، اس لیے اس میں معلومات و مواد کے درمیان ترتیب، تنظیم و تالیف ضروری ہے۔ فنی امور پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ تو سویداً اور تحریر کے مفہوم اور ان کے مابین فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

تو سویداً باب تفعیل سے مصدر ہے جس کا معنی ہے مسودہ تیار کرنا۔ جبکہ تحریر بھی اسی باب سے مصدر ہے جس کا معنی ہے صاف واضح کر کے لکھنا۔ اسی بنا پر ماہرین تو سویدے مراد مقالے کا پہلا مسودہ تیار کرنا مراد لیتے ہیں اور تحریر سے مراد پہلے مسودہ کی ضروری ترمیم و اصلاح کے ساتھ صاف واضح اور مکمل نقل کرنا یا اຕار لیتے ہیں، بعض اس صاف تحریر کے عمل کو تبیض اور نقل شدہ مسودہ کو مبیضہ بھی کہتے ہیں۔

تو سویدے سے پہلے جن امور کو ملاحظہ خاطر رکھنا ضروری ہے اس حوالے سے ڈاکٹر جمیل جاہی لکھتے ہیں: گویا لکھنے سے پہلے آپ نے چار کام کیے۔

(i) آپ نے اپنے موضوع سے پوری واقفیت حاصل کر لی۔

(ii) آپ نے غور و فکر کے بعد اپنا نقطہ نظر متعین کر لیا۔

(iii) آپ نے اس نقطہ نظر کی وضاحت کے لیے حوالے جمع اور مرتب کر لیے۔

(iv) آپ اس موضوع میں اتنے محو و منہمک ہو گئے کہ آپ کے وجود میں اس کے اظہار کی بے چینی پیدا ہو گئی۔

- اسی طرح مقالہ کی تسویہ و تحریر کے دوران بھی محقق کو کئی امور اور اصول و ضوابط ملحوظ خاطر رکھنا ہوں گے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:
- ۱۔ علمی سرقہ سے بچنے کی حقیقت دو کوشش کرنی چاہیے۔
 - ۲۔ فکر واضح ہو۔
 - ۳۔ مواد کی ترتیب منطقی ہو۔
 - ۴۔ طرز تحریر مؤثر اور واضح ہو۔
 - ۵۔ تحریر کا آغاز براہ راست موضوع سے کیا جائے۔
 - ۶۔ تمہیدی گفتگو طویل نہ ہو۔
 - ۷۔ تبصروں سے احتیاط و پرہیز بہت ضروری ہے۔
 - ۸۔ الفاظ کا استعمال احتیاط سے کیا جائے۔
 - ۹۔ تحریر میں سنجیدگی ہو۔
 - ۱۰۔ القابات کا استعمال نہ کیا جائے۔
 - ۱۱۔ جانب داری سے بچا جائے۔
 - ۱۲۔ اقتباسات کی عبارت کو احتیاط سے نقل کیا جائے۔
 - ۱۳۔ اقتباسات بمحل اور مناسب استعمال کیے جائیں۔
 - ۱۴۔ موضوع اور اسلوب میں ہم آہنگی ہو۔
 - ۱۵۔ پیشکش انہائی منظم اور مدلل ہو۔
 - ۱۶۔ مواد علمی و مستند ہو۔
 - ۱۷۔ اندازِ تحریر خطیبانہ نہ ہو۔
 - ۱۸۔ مبالغہ آرائی سے احتیاط ضروری ہے۔
 - ۱۹۔ جذباتی طرز استدلال اور ناصحانہ انداز بیان سے گریز کرنا چاہیے۔

۲۰۔ جملوں اور پیراگراف میں ربط ہونا چاہیے۔

۲۱۔ کلمات کے تکرار سے اجتناب بہت ضروری ہے۔

۲۲۔ نتائج و تجاویز کو اختصار سے پیش کرنا چاہیے۔

۲۳۔ طویل اور ثقلی جملوں سے گریز کیا جائے۔

ان مذکورہ امور اور اصول و ضوابط کو اگر باریک بینی اور اختصار سے ذکر کریں تو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں جنہیں مقالے کے اركان کہہ سکتے ہیں۔ علماء و محققین نے بھی مقالے کے تین اركان ہی ذکر کیے ہیں اور یہی عمدہ و معیاری مقالہ کی خوبیاں بھی ہیں۔

۱۔ اسلوب (Style)

۲۔ منہج (Method)

۳۔ مواد (Data / Material)

۱۔ اسلوب (Style) :

اسلوب سے مراد مانی الفہیر کے مخصوص اظہار کا انداز یا تعبیری سانچہ ہے جو کسی بھی محقق، مؤلف یا مصنف کی گیرائی و گھرائی اور ادراک کی عکاسی کرتا ہے۔ جس قدر کسی محقق کا مطالعہ وسیع ہوگا اسی قدر اس کا اسلوب بھی عمدہ، شاندار اور واضح ہوگا۔ بلکہ مثل مشہور ہے۔

”Style is the man“ یعنی اسلوب شخصیت ہوتا ہے۔ یا سادہ لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ اسلوب کسی بھی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلوب ان معانی کو بھی کہتے ہیں جن کے اظہار کے لیے الفاظ کو آپس میں ترکیب دے کر ایسی عبارت تیار کی جائے کہ سامعین کے اذہان مقصود مفہوم تک پہنچنے میں تصور نظری کی دقت کا شکار نہ ہوں۔

معیاری مقالہ کے لیے اسلوب تحریر علمی و معیاری ہونا لازمی ہے۔ اس لیے کامیاب محقق وہ ہے جس کا اسلوب سادہ، عام فہم، واضح اور مکمل ہو۔ چونکہ وضاحت اسلوب کی نمایاں ترین خوبیوں میں سے ایک ہے اس میں زبان کی قوت اور بیان کی خوبصورتی کا غصر بھی شامل ہو جائے تو تحریر معیاری اور عمدہ بن جاتی ہے۔ اظہار مانی الفہیر کے اعتبار سے

اسلوب مختلف زاویوں میں منقسم ہوتا ہے، ذیل میں چند اسالیب بطورِ تفہیم و مقصود درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اسلوب علمی:

اس اسلوب کی بنیادی شرط یہ ہے کہ متکلم کلام میں ایسے الفاظ کا انتخاب کرے جو معمی کے اعتبار سے واضح اور صریح ہوں یعنی ان میں توجیہ اور تاویل کی ضرورت پیش نہ آئے۔ جس طرح کہ محسنات بدائع اور مجاز و کناہیے میں ہوتا ہے۔ یہ اسلوب جہاں آسان عبارتوں کا تقاضا کرتا ہے وہیں بیان اور دلائل کی مضبوطی کا بھی تقاضا کرتا ہے۔

جمال، قوت، اور سلامتی، ذوقِ کلمات کا انتخاب اس اسلوب کے اجزاء ترکیبی شمار کیے جاتے ہیں۔ داخلِ نصاب تمام درسی کتابیں اسی اسلوب کے زمرے میں آتی ہیں۔

۲۔ اسلوب ادبی:

اس اسلوب کا تعلق قوتِ خیال اور جودتِ فکر سے ہے۔ ممکنات وغیر ممکنات کو ایک ہی صفت میں کھڑا کر دینا اس اسلوب کا کمال ہے اور معنوی روحون کو حیات کا لباس پہناد دینا اس اسلوب کا خاصہ ہے، ابونواس کا یہ شعر اسی اسلوب میں ہے۔

واخفت اهل الشرک حتى انه

لتخافك النطف التي لم تخلق

ابونواس اپنے مددوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ آپ نے اپنے دشمنوں کے دلوں میں ایسی ہیبت ڈال دی ہے کہ وہ نطفے جو ابھی تک معرضِ وجود میں نہیں آئے، خوفزدہ ہیں۔

اب یہ بات ظاہر ہے کہ غیر مخلوق کا ڈرنا، عقلاء اور عادتاً محال ہے، اگر آپ اس مثال میں تھوڑا سا غور کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا، کہ ایک غیر ممکن چیز کے لیے امکان کو ثابت کیا گیا ہے، اس لیے کہ ڈرادر اک وحیات کے تحقیق پر مبنی ہے جو یہاں معدوم ہے شاعر نے غیر وجودی چیز (غیر وجودی نطفوں کے ڈرنے کو) ممکنات کی صفت میں لاکھڑا کیا ہے ایسے ہی بخار کو خوبصورت دو شیزہ سے تشبیہ دینا اور اس کے لوازمات کے لیے ہڈیوں کو بستر

سے تشبیہ دینا، اس امر کے دائرے میں آتا ہے کہ بخار جو معنوی چیز ہے اس کو ایک دو شیزہ کے وجود سے تشبیہ دینا جو حسی ہے اور پھر پیرایہ اظہار کی بوتل میں بلا غلت کی شراب ملا کر اسے دو آتشہ کر دینا اسلوبِ ادبی کہلاتا ہے۔

۳۔ اسلوب خطابی:

قوتِ الفاظ و معانی، قوتِ جحت و برهان، اور قوتِ عقل کا اظہار اس اسلوب کے بنیادی عناصر ہیں۔

یہ اسلوب عمومی طور پر تحریر و تقریر دونوں سے تعلق رکھتا ہے مگر خصوصی طور پر تقریر اس کا موضوع محل قرار پاتا ہے، اس اسلوب کے تحت خطیب سامعین کے عزم اور جذبات کو شدت کی وسعت عطا کرتا ہے اور اپنے زورِ کلام سے ان کی فکروں پر حاوی رہتا ہے اس کی مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ خطبہ ہے جو آپ نے اس وقت دیا جب سفیان بن عوف اسدی نے انبار پر حملہ کر کے وہاں کے گورنر کو قتل کر دیا تھا، تو آپ نے اہل انبار کو مخاطب کرتے ہوئے پُر جوش خطاب کیا۔

”اس کے گھوڑے انبار تک پہنچ گئے اور اس نے حسان بکری کو قتل کر دیا، اور تمہارے شہسواروں کو سرحدوں سے پیچھے کر دیا، اور تمہارے صالح رجال کو شہید کر دیا، مجھے ان کی بڑائیوں میں سے ایک یہ بڑائی بھی پستہ چلی ہے وہ مسلمان اور ذمی عورت کے گھر داخل ہوئے اور اس کی پائل، کنگن، اور بالیاں سب چھین لیں، وہ صحیح سالم چلے گئے، نہ ان کے کسی آدمی کو زخم لگا، نہ خون بہا اور نہ ہلکی سی کوئی کھروچ آئی۔ اس صورت حال کے بعد اگر کوئی مسلمان غم کے مارے مرجائے تو وہ قابلِ ملامت نہیں بلکہ میرے نزدیک وہ اسی لائق تھا۔

تعجب ہے یہ لوگ اپنے باطل کاموں میں سقدر کو شاہ ہیں اور تم حق پر ہوتے ہوئے بھی سہمے اور ڈرے ہوئے ہو۔ تم پر افسوس ہے کہ تم نشانہ بازی کا نشانہ بن گئے، تم پر غارت گری کی جاتی ہے لیکن تم نہیں

کرتے، لوگ تم سے لڑتے ہیں مگر تم کسی سے نہیں لڑتے، اللہ کی نافرمانی کی جا رہی ہے اور تم خوش ہو۔

دیکھئے: اس خطبہ کو ذرا غور سے دیکھئے کہ کیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سامعین کے شعور کو بتدریج بھڑکایا، حتیٰ کہ کمالِ انتہا پر پہنچا دیا، اور اپنے سانِ کلام کی نوک سے کیئے ان کی رُگِ غیر میں چھید کیے ہیں۔ اس قسم کے اسلوب کو، ہی اسلوبِ خطابی کہتے ہیں۔

۲۔ اسلوبِ حکیم:

کبھی کوئی آدمی آپ سے مخاطب ہوتا ہے یا کوئی پوچھنے والا کسی چیز کے بارے میں سوال کرتا ہے، مگر آپ چاہتے ہیں کہ موضوعِ کلام سے اعراض کریں، سوال کا جواب دیں یا سوال کا جواب نہ دیں، بنابر چند ایک اغراض کے۔

مثال کے طور پر سائل عاجز ہو کہ صحیح جواب کونہ سمجھ سکے، لہذا یہ بہتر معلوم ہو گا کہ اسے کسی ایسی بات کی طرف پھیرا جائے جو اس کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو یا آپ مخاطب سے اختلافِ رائے رکھتے ہوں اور اپنی رائے کا اظہار نہ کرنا چاہتے ہوں۔ ایسے حالات و امثال میں آپ اسے نہایت مہارت کے ساتھ موضوع سے پھیرنا چاہتے ہوں اور دوسرے مناسب موضوع کی طرف مائل کرنا چاہتے ہوں۔

الغرض اسلوبِ حکیم اہم غرض کے چھوٹ نے پر متكلم کو تعریض کرنے کے لیے اہم چیز کے ذکر سے عبارت ہے، جیسا کہ حضرتِ خضر نے موسیٰ علیہ السلام کے آن کو سلام کرنے کے وقت موسیٰ علیہ السلام کے سلام کا انکار کیا، اس لیے کہ سلام اس زمین میں معروف نہ تھا۔

حضرتِ خضر نے موسیٰ علیہ السلام کے سلام پر یہ کہا تھا فانی بارضک السلام

آپ کی زمین پر سلام کہاں سے ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب دیا انا موسیٰ میں موسیٰ ہوں۔ گویا موسیٰ علیہ السلام کا انا موسیٰ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جو آپ کے لائق تھا اس کے بارے میں میں نے جواب دے دیا ہے اور آپ کے لائق یہ ہے کہ آپ مجھ سے کچھ پوچھ سکیں، نہ کہ آپ کی زمین پر میرا سلام کہنا موضوع سخن ہے۔

اس مثال میں موئی علیہ السلام نے حضرت خضر کے سوال کے جواب دینے سے اعراض کیا اور یہ اعراض کرنا صرف حضرت خضر کو مقصودِ اصلی کی طرف پھیرنا تھا۔ اسی کو اسلوبِ حکیم کہا جاتا ہے کہ دانائی مرکزِ توجہ رہتی ہے۔

۲- منج (Method)

منج اس طریقہ کو کہتے ہیں جسے کوئی بھی محقق اپنی معلومات کے استعمال اور مانی الصغیر کے اظہار کے لیے اختیار کرتا ہے تاکہ اس کا انداز منظم اور پیشکش مدل ہو۔ اس کا مقصد قاری کو قائل کرنا اور اثر انداز ہونا ہے۔ منج کی دو تسمیں ہوتی ہیں ایک خارجی اور دوسرا داخلی۔ (Internal Method)

خارجی منج (External Method)

خارجی منج میں معلومات و مواد کی تقسیم کا رو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے، جبکہ داخلی منج میں معلومات کے استعمال کے طریقہ کا رو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے تاکہ آپ کا انداز منظم اور پیشکش مدل ہو، جس سے قاری متاثر ہو سکے۔ اس کی مزیدوضاحت ایک مثال سے کرتے ہیں:

مثال (Example)

ایک مؤلف یا مصنف کتاب تحریر کرتا ہے وہ اس کتاب کے مواد کو مختلف ابواب اور فصول میں تقسیم کرتا ہے اس کا ابواب و فصول میں تقسیم کرنا خارجی منج کہلانے گا۔ اسی طرح ایک مفسر کسی سورت کی تفسیر کرتا ہے دوران تفسیر وہ قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور اقوال سے استشهاد کرتا ہے تاکہ اس کا تفسیر کرنے کا انداز اور طریق کا رد مدل ہو جائے اس کو ہم داخلی منج سے تعبیر کریں گے۔

نوٹ: اسلوب اور منج دو معروف اور مترادف مصطلحات ہیں۔ عام طور پر ان کے مابین فرق نہیں کیا جاتا لیکن ان میں دیقق سافرق ہے۔ سادہ لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسلوب تحریر کی خوبیوں پر دلالت کرتا ہے جبکہ منج کسی کام کے انداز، طریق کا را اور اصول و

ضوابط پر دلالت کرتا ہے اسی لیے انگریزی میں اسلوب کے لیے Style اور منہج کے لیے Method کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

۳۔ مواد (Data/Material):

مواد کسی بھی تحقیقی کام یا مقام کا بنیادی اور اہم ترین رکن اور حصہ ہے اس لیے کہ کسی بھی کام کے معیار کا اولین انحصار اس کے مواد پر ہوتا ہے، اگر مواد معیاری اور مستند ہوگا تو وہ کام بھی عمدہ اور معیاری متصور ہوگا اور اس کی قدر و قیمت میں اضافے کا باعث بنے گا۔ بصورت دیگر وہ اپنی اہمیت کھو دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علمی و ادبی کاموں میں محققین سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ ان کا مواد سرقہ سے پاک، معیاری، مستند اور مدلل ہو، تاکہ علمی دنیا میں نئی پیش رفت اور حقائق کی تلاش میں معاون ثابت ہو۔

مختصر ایہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلوب، منہج اور مواد مکمل کر مقام کا حسن بڑھاتے ہیں اور اس میں ایسی تاثیر اور جان پیدا کر دیتے ہیں جو پہلے مفقود تھی۔ اسی طرف راہنمائی فرماتے ہوئے علامہ حسن بن بشر الآمدی اپنی کتاب ”المؤتلف وال مختلف“ میں رقطراز ہیں، جس کوڈاکٹر عبد اللہ محمد شامی نے اپنی کتاب ”اصول منہج البحث العلمی و قواعد تحقیق المخطوطات“ میں ذکر کیا ہے:

”إِنَّ حُسْنَ التَّالِيفِ وَبَرَاعَةَ الْلُّفْظِ يَزِيدُ الْمَغْنِيَ الْمَكْشُوفَ
بِهَايَ وَخَسْنَا وَرَوْنَقاً، حَتَّىٰ كَانَهُ قَدْ حَدَثَ فِيهِ غَرَابَةٌ وَلَمْ تَكُنْ
وَزِيادةً لَمْ تَعْهَدْ“

”حسن تالیف اور الفاظ کی عمدگی، بیان کئے جانے والے معانی کے حسن و جمال، خوبصورتی اور رونق کو بڑھادیتے ہیں، یہاں تک کہ ایسا لگتا ہے کہ ان معانی میں ایسی ندرت آگئی ہے جو پہلے نہ تھی، اور ایسا زور پیدا ہو گیا ہے جو پہلے موجود نہ تھا۔“

اجزائے مقالہ اور ان کی تشکیل:

عام طور پر جامعات میں لکھے جانے والے مقالات کے تین بنیادی اجزاء ہوتے ہیں، جن میں ابتدائی حصہ، اصل موضوع اور آخری حصہ موضوع کی نوعیت سے مقالے کے اجزاء میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔ اجزاء کی ترتیب و تفصیل اس طرح ہوتی ہے:

ا۔ ابتدائی حصہ:

یہ حصہ درج ذیل معلومات پر مشتمل ہوتا ہے۔

(ا) سرورق اور عنوان:

عنوانِ تحقیق، مقالہ نگار کا نام، نگران مقالہ کا نام، ڈگری جس کے لیے پیش کیا گیا ہے، تاریخِ تکمیل مقالہ، سیشن، شعبہ اور ادارہ کے نام کا اندر ارج ہوتا ہے۔ اس کے بعد نگران مقالہ کی طرف سے سڑیفکیٹ، اور مقالہ نگار کی طرف سے حلفیہ اقرار نامہ کہ یہ کام سرقہ سے پاک ہے اور ڈگری کے حصول کے لیے کسی بھی ادارہ یا جامعہ میں پیش نہیں کیا گیا۔

(ب) مقدمہ:

اس میں تعارف و اہمیت موضوع، انتخاب کے اسباب، فرضیہ کا تحقیق، سابقہ تحقیقات کا جائزہ، منہج تحقیق، تقسیم کار، بنیادی مصادر و مراجع، دوران تحقیق پیش آمدہ مسائل و تکالیف اور ان پر غلبہ کا حصول کیے ممکن ہوا اور کلمات شکر و تقدیر کا اندر ارج ہوتا ہے۔

(ج) فہرست مضمولات:

اس فہرست میں مقدمہ سے لیکر فہارس تک کے چیدہ چیدہ موضوعات اور ان کے صفحہ نمبر ذکر کیے جاتے ہیں۔

۲۔ دوسرا حصہ (اصل تحقیق):

یہ حصہ اصل موضوع پر مشتمل ہوتا ہے اس میں محقق اپنی مکمل کاوش تحریر کرتا ہے جو

اس نے اس خاص موضوع پر تحقیق کی ہے، یہی وہ حقیقت کی دریافت ہوتی ہے جو اس نے اس مقالہ میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس میں ابواب و فصول کے متعلقہ تمام مواد عنوانات کے تحت ذکر کیا جاتا ہے اس کو صلب موضوع اور متن مقالہ بھی کہتے ہیں۔

۳۔ تیسرا اور آخری حصہ (فہارس):

مقالہ کا تیسرا اور آخری حصہ حوالہ جاتی مواد پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس حصے میں محقق مختلف فہارس جن میں قرآنی آیات، احادیث، اقوال، ابیات، اعلام، اماکن، بلدان و قبل اور مصادر و مراجع شامل ہیں کی فہارس تیار کرتا ہے۔ عنوانات کے متعدد ہونے کی وجہ سے فہارس مختلف بھی ہو سکتی ہیں۔

معیاری مقالہ کے خصائص:

- عمرہ اور معیاری مقالہ کی چند خوبیاں ذکر ہو چکی ہیں دیگر اہم ترین درج ذیل ہیں:
- ۱۔ دور حاضر میں سب سے عمرہ اور معیاری اس مقالہ کو تصور کیا جاتا ہے جو اصول تحقیق کو ملحوظ خاطر رکھ کر لکھا گیا ہو۔
- ۲۔ مقالہ کے معیاری ہونے کا انحصار معلومات کے مستندم آخذ و مصادر پر ہوتا ہے۔
- ۳۔ مقالہ طویل تمہید اور تبریز سے مبراہو، بلکہ اصل موضوع پر زیادہ سے زیادہ تحریر کیا گیا ہو۔
- ۴۔ مقالہ کی تحریر میں عالمانہ شان اور محققانہ وقار بہت ہی ضروری ہے۔
- ۵۔ اسلوب تحریر عام فہم، سادہ، واضح ہو اور اسی طرح مناسب و موزوں ترین الفاظ کا استعمال بھی اہم ترین خصائص میں سے ہے۔
- ۶۔ حواشی و حوالہ جات کا اصولوں کے مطابق اہتمام مقالہ کی شان بڑھاتا ہے۔
- ۷۔ ماہرین تحقیق کے نزدیک معیاری تحقیقی مقالہ اسے کہا جاتا ہے جس کی ہیئت و شکل و صورت بھی اصول تحقیق اور ادارہ کے فارمیٹ کے مطابق ہو۔

ڈاکٹر یوسف مرعشلی نے خصائص مقالہ کو اپنی کتاب ”اصول کتابة البحث العلمی“ میں دو حصوں موضوعیت اور منهجیت میں تقسیم کیا ہے یعنی مقالہ میں کسی بھی موضوع پر تمام معلومات ایک ہی جگہ مل جاتی ہیں اور دوسرا یہ کہ ان معلومات کے ذکر کرنے میں منظم و مدلل منہج اختیار کیا ہوتا ہے جو مقالہ کی افادیت اور خوبصورتی کو بڑھادیتا ہے۔

محوزہ کتب برائے استفادہ:

* اصول کتابة البحث العلمی وتحقيق المخطوطات، الدکتور یوسف المرعشلی، بیروت، لبنان، دارالمعرفة للطباعة والنشر والتوزیع، ۲۰۰۳م۔

- ★ کیف تكتب بحثاً اور رسالة، الدکتور احمد شلبی مصری
- ★ اردو میں اصول تحقیق، ایم سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد
- ★ تحقیقی مقالہ نگاری، محمد عارف، ادارہ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور
- ★ تحقیق، پہلا شمارہ، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو ۱۹۸۷ء

سوالات:

- ۱۔ ایسے مقالہ کی نشاندھی کیجیے جو تحقیقی خصائص سے متصف ہو۔
- ۲۔ تسوید مقالہ سے پہلے محقق کو کن امور کو ملاحظہ خاطر رکھنا چاہیے۔
- ۳۔ مقالہ کے بنیادی اركان کون سے ہیں؟ وضاحت کیجیے۔
- ۴۔ مقالہ کے بنیادی و اساسی اجزاء کون سے ہیں جو تشکیل مقالہ کے لیے ضروری ہیں؟
- ۵۔ دوران تسوید مقالہ محقق کو کن اصول و ضوابط کو ملاحظہ خاطر رکھنا ہو گا تاکہ معیاری و علمی تحریر سامنے آئے؟

مقالہ کی حوالہ بندی

اغراض و مقاصد:

- اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- ۱۔ حوالہ دینے کی ضرورت و اہمیت اور افادیت جان سکیں۔
 - ۲۔ حواشی اور ہوا مش میں فرق کر سکیں اور حوالہ دینے کے مختلف مقامات سے آگاہ ہو سکیں۔
 - ۳۔ جدید اصول تحقیق کے مطابق حوالہ بندی کے مختلف طرق سے جان کاری ہو۔

حوالہ بندی کی ضرورت و اہمیت:

بحث و تحقیق کے میدان میں حوالہ بندی کی بہت ہی زیادہ ضرورت و اہمیت ہے کیونکہ مقالہ کے معیاری یا غیر معیاری ہونے کا انحصار حوالہ جات کے مآخذ و مصادر اور منابع پر ہوتا ہے اور ان کی افادیت سے انکار ممکن نہیں، چونکہ علمی و تحقیقی کام محقق سے تقاضا کرتا ہے کہ جو بات بھی ذکر کی جائے وہ ٹھوس اور علمی دلائل کے ساتھ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ محققین اپنے کام کو واقع بنانے کی غرض سے مصادر و مراجع کا سہارا لیتے ہیں اور ان کا یہ تحقیقی سفر اسی طرح تکمیل کی منازل طے کرتے ہوئے اختتام پذیر ہوتا ہے حوالہ جات کی ضرورت و اہمیت اور افادیت کو کرنل غلام سرور یوں بیان کرتے ہیں:

”علمی تحقیق کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ ضبط تحریر میں لا یا جائے یا جس بات کا زبانی اظہار کیا جائے، اس کی ٹھوس بنیاد موجود ہو اور اس کے ثبوت میں مستند حقائق اور شواہد فراہم کیے جائیں۔ ایسا تحقیقی مقالہ جس میں دلائل کے ساتھ حوالہ جات نہ دیے گئے ہوں، ہرگز

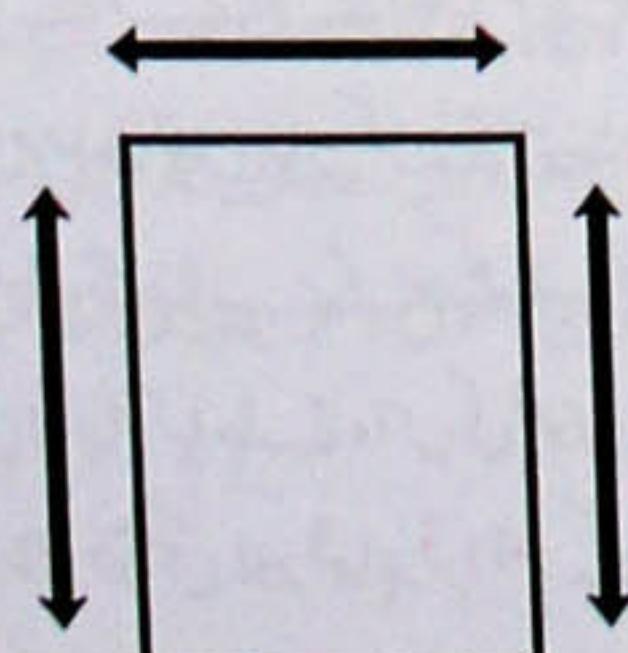
معیاری قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ اسے ایک فرد کے اپنے ذہن کی اختراض تصور کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی تحقیقی کاؤشوں کو واقع بنانے کی غرض سے محققین جدید کتب خانوں کا سہارا لیتے ہیں اور کتب خانوں کے ماہر عملے کی ہدایات اور راہنمائی کی روشنی میں اپنی تحقیقی کاؤشوں کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں،۔

عصر حاضر میں تحقیق کے میدان میں حوالہ کے لیے حاشیہ اور ہامش کی دو اصطلاحات مستعمل ہیں۔ انگریزی میں اس کے لیے (Footnote) اور اردو میں پاورق کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

عموماً ان مصطلحات میں فرق نہیں کیا جاتا، لیکن فنی اعتبار سے ان میں دقيق سافرق ہے۔

hashiyah: یہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کی جمع حواشی ہے۔ حاشیہ کسی چیز کی طرف یا کنارے کو کہتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ توضیحی معلومات ہیں جو صفحہ کے اطراف و انحصار میں لکھی جاتی ہیں۔ جیسے ہمارے اسلاف لکھا کرتے تھے۔ انگریزی میں اس کے لیے (Abridgement) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثال میں صفحہ کے اطراف و انحصار میں تیر کے نشان لگائے گئے ہیں ان اطراف میں جو معلومات لکھی جائیں گی ان کو حاشیہ کہیں گے۔ تحقیقی کاموں میں اب یہ انداز اختیار نہیں کیا جاتا۔

مثال:



حاشیہ کے مقاصد:

- (i) مہم و پیچیدہ امور کی توضیح و تشریع۔
- (ii) کسی امر کی توثیق و تائید کے لئے حوالہ ذکر کرنا۔
- (iii) کسی آیت، حدیث یا قول کی تخریج کرنا ہے۔

ہامش:

یہ عربی زبان کا لفظ ہے اگریزی میں اسکے لیے (Footnote) کا لفظ مستعمل ہے۔ وہ معلومات یا توضیحی نوٹس جو محقق متن کے بارے میں صفحہ کی پچھلی جانب یعنی ذیل میں لکھتا ہے ہو امش کہلاتے ہیں۔ مثال کے طور پر نیچے صفحہ کی پچھلی جانب چھوٹی سی سطر لگا کر تیر کا نشان لگایا گیا ہے۔ اس جگہ جو معلومات یا توضیحی نوٹس لکھے جائیں گے ان کو ہو امش کہیں گے۔ اگر یہی معلومات فصل یا باب یا مقالہ کے آخر میں تحریر کی جائیں تو انہیں Endnotes کہیں گے۔ مقاصد دونوں مصطلحات کے ایک ہی ہیں صرف جگہ کا فرق ہے۔

حوالہ بندی کے طریقے:

علمی و تحقیقی دنیا میں حوالہ بندی (حاشیہ نگاری) کے درج ذیل طریقے مروج ہیں:

- (i) ایم ایل اے (MLA)
- (ii) سی ایم ایس (CMS)
- (iii) اے پی اے (APA)

(iv) ایچ آر ایس (HRS)

(v) ترا بین انداز (TS)

(vi) ایم ایس ایس (MMS)

(i) ایم ایل اے (MLA):

ایم ایل اے کی اصطلاح Modern Language Association کی تخفیف شدہ شکل ہے یا امریکہ کی ایسوی ایشن ہے جس نے تحقیق کے لیے یہ طریقہ متعارف کروایا۔ خاص طور پر اس طریقہ کو ادب، آرٹس، انسانی علوم اور لسانیات میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(ii) سی ایم ایس (CMS)

سی ایم ایس کی اصطلاح The Chicago Manual Style کا محفوظ ہے۔ یہ طریقہ امریکن انگریزی لکھنے والوں کے لیے ۱۹۰۶ء سے مختصر ہے۔ اس کا آغاز یونیورسٹی آف شکا گو پریس سے ہوا، اسی لیے اس کو اس نام سے موسم کیا جاتا ہے۔ اس وقت اس کا سولہواں ایڈیشن راجح ہے۔ اس کے مطابق حوالہ دینے کا طریقہ درج ذیل ہے:

Okuda, Michael, and Denise Okuda. 1993. "Star Trek"

Chronology: The History of the Future: New York

یعنی سب سے پہلے مؤلف کا نام لکھتے ہیں، اس کے بعد سن اشاعت بغیر بریکٹ کے، پھر ٹائٹل، جگہ، اور پبلشر۔

(iii) اے پی اے (American Psychology Association)

امریکن سائیکالوجیکل ایسوی ایشن دنیا میں نفیات کی سب سے بڑی تنظیم ہے۔ اس کے ممبران کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے زائد ہے۔ یہ طریقہ سائنس کے طلبہ اور اسکالرز کے لیے

متعارف کروایا گیا ہے۔ اس میں سامنی حقائق اور نمبرز (Figures) کو کس طرح لکھنا اور پیش کرنا کی وضاحت کی گئی ہے۔ خاص طور پر ثیبل بنانے اور اس میں ارقام کو کس طرح تحریر کرنا، کی مشق کروائی گئی ہے اور حوالہ جات لکھنے کی ہدایات موجود ہیں۔

(iv) ایچ آر ایس (HRS)

ایچ آر ایس Harvard Referencing Style کا مخفف ہے۔ یہ طریقہ سب سے زیادہ معروف و مروج ہے اور Staffordshire یونیورسٹی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ قانون اور سائیکالوجی کے طلبہ کے علاوہ تمام طلبہ سرکاری طور پر یہ طریقہ استعمال و اختیار کرتے ہیں۔ یہ طریقہ Author date style کے نام سے پہچانا جاتا ہے اس طریقہ میں زیادہ مؤلف / مصنف اور تاریخ اشاعت پر دیا جاتا ہے اور حوالہ جات الف بائی ترتیب کے مطابق مرتب کیے جاتے ہیں۔

Okuda, Micheal and Denise, (1993) Star Trek

Choronology: The History of the Future. Newyork: Poket.

یعنی سب سے پہلے مؤلف، پھر سن اشاعت بریکٹ میں، کتاب کا نام اٹالین انداز میں، ایڈیشن، شہر اور آخر میں پبلشر۔

(v) ترا بین انداز (Turabian Style)

یہ طریقہ کالج کے طلبہ کے لیے تیار کیا گیا ہے اور تمام مضمایں میں استعمال ہوتا ہے جس نے اس طریقہ کو متعارف کرایا اس کا نام KATEL Turabian تھا، اسی کے نام کی نسبت سے اس طریقہ کا نام بھی رکھ دیا گیا۔ بعض اوقات اس طریقہ کو (Documentary note or Humanities Style) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق حوالہ لکھنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

Okuda, Micheal and Okuda. 1993. Startrek

Choronology. The History of the Future. Newyork: Poket.

(vi) ایم ایس ایس (MSS):

یہ اصطلاح مسلم اسکالرز شائل (Muslim Scholars Style) کی تخفیف شدہ شکل ہے۔ یہ وہ طریقہ اندرج ہے جس میں کتاب کا نام پہلے لکھا جاتا ہے پھر مصنف یا مؤلف اس کے بعد جلد اور صفحہ، ناشر، مقام اشاعت اور سب سے آخر میں سن اشاعت ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ اندرج معروف طرق میں ذکر نہیں کیا جاتا، یہ علمی بد دیانتی ہے۔ مثلاً:

- الجامع الصحیح، محمد بن اسماعیل، البخاری، ۵۰/۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۵۳ء

جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں تحقیقی مقالات میں حوالہ دینے کا طریقہ کار: گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد میں تحقیق مقالات کے دوران حوالہ جات درج ذیل طریقہ کے مطابق ذکر کیے جائیں گے۔

سب سے پہلے مصنف یا مؤلف کا نام پھر لقب، کنیت یا وجہ شهرت، کتاب کا نام، مقام اشاعت، ناشر اس کے بعد ایڈیشن (اگر ایک سے زیادہ ایڈیشن ہوں تو) پھر سن اشاعت اور سب سے آخر میں جلد نمبر، صفحہ نمبر ذکر کریں گے۔ مثلاً

- محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، بانگلہ درا، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بار پنجم، ۷۷ء، ۱۹۴۷ء

ص ۱۸

ایک ہی مصنف کی اُسی کتاب کا دوبارہ حوالہ فوراً دینا ہو تو ایضاً لکھ کر صفحہ نمبر درج کر دیا جائے۔ مثلاً:

- ایضاً، ص ۲۶

انگریزی میں ایضاً کی جگہ bid یا ID اور اس کے بعد صفحہ کا نمبر درج کیا

جائے گا۔ مثلاً:

محمد اقبال، علامہ، بانگ درا، ص ۱۸

ایک کتاب کے تین یا تین سے زیادہ مصنفین ہوں تو حوالہ جات میں محض پہلے مصنف کا نام اور اس کے ساتھ و دیگر لکھا جائے گا لیکن کتابیات میں تینوں مصنفین کے ناموں کا اندر اج ہوگا۔ مثلاً (حوالہ جات میں)

محبوب خزاں (ودیگر) تین کتابیں، کراچی: مکتبہ آری، ۱۹۶۳ء، ص ۳۹

وقار عظیم (ودیگر) اردو کی دوسری کتاب، لاہور: پنجاب شیکست بک بورڈ، ۱۹۸۱ء،

ص ۳۶

کتابیات میں حوالہ مفصل و مکمل صورت میں ہوگا۔ مثلاً

محبوب خزاں، محب عارفی، قمر جمیل، تین کتابیں، کراچی: مکتبہ آری، ۱۹۶۳ء

ایک ہی حوالہ متعدد مقامات پر دینا مقصود ہو تو اختصار کے لیے دورانِ تحقیق حوالہ لکھتے ہوئے معروف رموز و اشارات کا استعمال کیا جائے۔ حوالہ نمبر ایک اور حوالہ نمبر دو بالکل یکساں ہونے کی صورت میں ایضاً کی اصطلاح استعمال کی جائے گی۔ انگریزی میں حوالہ دیتے وقت ایسی صورت درپیش ہو تو ایضاً کی بجائے bid کی اصطلاح استعمال کی جائے اور اگر صفحہ نمبر مختلف ہو تو اس کا نمبر دیا جائے گا۔ چند حوالوں کے وقفہ کے بعد مذکورہ کتاب کا حوالہ دینا ہو تو صرف مصنف کا نام اور کتاب کا نام نیز صفحہ نمبر ہی دیا جائے گا۔

کتاب میں شامل کسی دوسرے ادیب کی رائے کا حوالہ دینا:

اگر کسی نایاب یا کم یا ب کتاب کا کوئی حوالہ (اصل کتاب نہ مل سکنے کے باعث) کسی دوسری کتاب سے لیا گیا ہو تو اس ثانوی حوالے سے عموماً اگر یہ کیا جائے تاہم اگر یہ حوالہ ناگزیر ہو تو اس طرح دیا جائے:

کریم الدین، تذکرہ طبقاتِ شعراء ہند، ص ۸۱، منقولہ: مشرقی شعریات اور اردو

کی روایت، (از: ابوالکلام قاسمی)، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۲۰۰۰ء، ص ۱۱۶

مرتبہ / مدونہ کتاب کا حوالہ دینے کا طریقہ:

- ۱۔ نذیر احمد، ڈاکٹر، تحقیق و صحیح متن کے مسائل، مشمولہ: اردو میں اصول تحقیق، مرتبہ: ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع دوم، ۱۹۸۹ء، ص ۳۲۶۔
- ۲۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، نگران، تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، جلد نمبر ۵، لاہور: نقوش پریس، ۱۹۹۸ء، ص ۹۸
- ۳۔ رشید حسن خان، مقدمہ: باغ و بہار، مصنف: میر امن، لاہور: نقوش پریس، ۱۹۹۸ء، ص ۹۸

لغات، انسائیکلو پیڈیا اور معارف سے حوالہ دینا:

- ۱۔ احمد دہلوی، سید، فرهنگِ آصفیہ، جلد اول، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۷۸

یہ حوالہ اس طرح بھی درج کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ احمد دہلوی، سید، فرهنگِ آصفیہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۷۸
- ۲۔ عملہ ادارت، اردو لغت، جلد نمبر ۱۳، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۱ء، ص ۱۳
- ۳۔ ہاشمی فرید آبادی، سید، ایاز، (مقالہ) مشمولہ: اردو معارف اسلامیہ، جلد نمبر ۳، لاہور: دانش گاہ پنجاب، طبع دوم، ۱۹۸۰ء، ص ۶۰۲

ترجمہ شدہ کتاب کا حوالہ دینا:

- ۱۔ ارسطو، پوئیکس (Poetics)، عزیز احمد (مترجم)، بوطیقا، کراچی: انجمان ترقی اردو، طبع دوم، ۱۹۶۱ء، ص ۸۳

رسائل و جرائد کا حوالہ دینا:

- ۱۔ مضمون نگار کا نام، مضمون کا عنوان، مشمولہ: رسائل کا نام، جلد نمبر (اگر ہوتا تو)، شمارہ

نمبر، مدیر یا مرتب کا نام قوسمیں میں، مدیر یا مرتب کے بعد رابطے (:) کی نشانی لگائی جائے گی شہر کا نام: ادارے کا نام، مہینہ، سال اور صفحہ درج کیا جائے گا۔۔۔ جیسے غلام شمس الرحمن، ڈاکٹر، سلسلہ شاذیہ کے صوفیانہ افکار کا تحقیقی جائزہ، مشمولہ: الاحسان، (مدیر: ڈاکٹر افتخار احمد خان) شمارہ نمبر ۱، فیصل آباد: شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، جنوری۔ جون ۲۰۱۳ء، ص ۱۳۶

الہامی کتب سے حوالہ دینا:

مثال کے طور پر قرآن پاک سے حوالہ دنیا مقصود ہو تو سورۃ کا نام پھر آیت کا نمبر درج کیا جائے گا۔۔۔ جیسے:

البقرۃ: ۱۳

حدیث کی کتاب سے حوالہ دینا:

نووی، یحییٰ بن شرف الدین، الامام، الرعین نووی، تبویب: ابوضیاء محمود احمد غفار، لاہور: نعمانی کتب خانہ، ۲۰۰۲ء، ص ۹۱

اگر حدیث کا نمبر بھی دستیاب ہو تو وہ بھی تحریر کیا جاسکتا ہے۔

گنام، نامعلوم مصنفوں کی کتب سے حوالہ دینا:

نامعلوم، قیامت قریب ہے، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص ۹

اخبار سے حوالہ دینا:

کسی اخبار سے حوالہ دیتے وقت کالم نگار / مضمون نگار کا نام، کالم یا مضمون کا عنوان، اخبار کا نام، شہر کا نام، جلد نمبر، شمارہ نمبر، تاریخ و سن اشاعت، صفحہ نمبر۔ مثلاً

بشری رحمن، چادر، چارو یواری اور چاندنی (کالم) مشمولہ: نوائے وقت، روزنامہ،

لاہور، جلد نمبر ۲۹، شمارہ نمبر ۲۵۰، ۲۵۰، ۳ دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۲

مکتوب کا حوالہ دینا:

- احمد ندیم قاسمی، بنام ڈاکٹر قاضی عابد، (ملوکہ: ڈاکٹر قاضی عابد)، ۱۲۰ اگست

۲۰۰۵ء

غیر مطبوعہ کتاب کا حوالہ دینا:

- محبت خان محبت، دیوانِ محبت، (قلمی) مخزونہ: اردو لغت بورڈ، کراچی

انٹرنیٹ کا حوالہ دینا:

- منظور احمد، ڈاکٹر، خرد افرادی کی روایت،

[www://urdudost.com/manzoorahmad/html](http://urdudost.com/manzoorahmad/html), dated

22-10-2014, time, 06:30 pm

مقالے کی جلد بندی اور سافت کاپی:

۱۔ بیرونی اور داخلی ممتحن کو بھجنے کے لیے تیار کرائے جانے والے مقالات کے تین تین نسخے لوز باسندنگ (Loose Binding) (رنگ باسندنگ / ٹیپ باسندنگ) میں پیش کئے جائیں گے۔ بعد میں پختہ جلد بندی کی جائے گی۔ ایم اے اور ایم فل کے لیے تین، جبکہ پی ایچ ڈی کے مقالے کے چار نسخے پیش کیے جائیں گے۔ کوئی مقالہ اس وقت تک شعبہ میں پیش نہیں کیا جائے گا جب تک اُس کی کم از کم دوی ڈیز (Cds) جن میں مقالے کا سارا مواد محفوظ ہو، پیش نہ کر دی جائیں۔ پیشکش کے وقت یہی ڈیز کمپیوٹر پر چلا کر چیک کرانا مقالہ نگار کی ذمہ داری ہوگی۔

۲۔ پی ایچ ڈی کے مقالات کی جلد کارنگ گہرا بیز (Dark Green)، ایم فل کا سیاہ اور ایم اے کے مقالے کی جلد کارنگ میرون (Meroon) ہوگا۔ بی ایس کے مقالے کارنگ نیلا (Blue) ہوگا۔

۳۔ پشتہ پر مقالے کا عنوان، مقالہ نگار کا نام، سیشن درج ہوگا۔ نیز یونیورسٹی کا مونوگرام

بھی دیا جائے گا۔

مقالہ کے لیے صفحات اور سطور کا سائز:

کاغذ کا سائز A-4 (210mmx297mm) اردو مقالات میں دائیں طرف 1.5" اور بائیں طرف 1" انج حاشیہ چھوڑا جائے۔ اور پر 1.25" اور نیچے 0.75" انج کا حاشیہ ہونا چاہیے۔ حاشیے کی جگہ چھوڑی جائے لیکن لائن لگا کر حاشیہ نہ بنایا جائے۔

مقالہ کے لیے تحریر کا سائز:

۱۔ مقالات برائے بی ایس: عنوانات 27، ذیلی عنوانات 23 اور عام متن 17 (نوری نستعلیق، شائل میں) حوالہ جات و حواشی فاؤنٹ سائز 16 فی صفحہ کم از کم 22 سطور

۲۔ مقالات برائے ایم اے: عنوانات 27، ذیلی عنوانات 23 اور عام متن 17 (نوری نستعلیق، شائل میں) حوالہ جات و حواشی فاؤنٹ سائز 16 فی صفحہ کم از کم 22 سطور

۳۔ مقالات برائے ایم فل: عنوانات 27، ذیلی عنوانات 23 اور عام متن 16 (نوری نستعلیق، شائل میں) حوالہ جات و حواشی فاؤنٹ سائز 16 فی صفحہ کم از کم 24 سطور

۴۔ مقالات برائے پی ایچ ڈی: عنوانات 27، ذیلی عنوانات 23 اور عام متن 16 (نوری نستعلیق، شائل میں) حوالہ جات و حواشی فاؤنٹ سائز 16 فی صفحہ کم از کم 24 سطور

عربی مقالات کے لیے تحریر کا سائز:

۱۔ مقالات برائے بی ایس: عنوانات 27، ذیلی عنوانات 23 اور عام متن 17 (Shail, Trad Arabic) فی صفحہ کم از کم 16

از کم 22 سطور

۲۔ مقالات برائے ایم اے: عنوانات 27، ذیلی عنوانات 23 اور عام متن
شائل میں) حوالہ جات و حواشی فاؤنڈ سائز 16 فی صفحہ کم
از کم 22 سطور

۳۔ مقالات برائے ایم فل: عنوانات 27، ذیلی عنوانات 23 اور عام متن
شائل میں) حوالہ جات و حواشی فاؤنڈ سائز 16 فی صفحہ کم
از کم 24 سطور

۴۔ مقالات برائے پی ایچ ڈی: عنوانات 27، ذیلی عنوانات 23 اور عام متن
شائل میں) حوالہ جات و حواشی فاؤنڈ سائز 16 فی صفحہ کم
از کم 24 سطور

نوٹ: حوالہ جات میں کتاب کا نام انڈر لائن نہیں کیا جائے گا جبکہ کتابیات میں کتاب کا
نام انڈر لائن کیا جاتا ہے۔

حواشی و ہوامش کے مقاصد:

علماء و محققین نے حواشی و ہوامش کے کئی مقاصد ذکر کیے ہیں ان میں سے کچھ ہم ذکر
کر چکے ہیں، چند دیگر اساسی و بنیادی مقاصد حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ حواشی و ہوامش کا ذکر مقالے کی قدر و قیمت میں اضافے کا باعث ہے۔
- ۲۔ استدلال میں مدد ملتی ہے۔
- ۳۔ معلومات مستند و مدلل ہو جاتی ہیں۔
- ۴۔ غیر واضح و مبہم کلام کی توضیح میں مدد ملتی ہے۔
- ۵۔ کسی بات کی تردید یا اتنا کید کا اہم ذریعہ ہیں۔
- ۶۔ آیات و احادیث، اقوال و ابیات کی تخریج کا بہترین اور موثر ترین ذریعہ ہیں۔

- ۷۔ معلومات میں اضافے کا سبب
- ۸۔ مآخذ و منابع کی نشاندہی کی جاتی ہے۔
- ۹۔ قاری کے لیے آسانی و سہولت پیدا کرنا۔
- ۱۰۔ علمی سرقة سے بچاؤ اور روک تھام کا ذریعہ ہیں۔

ہوامش کے اصول و ضوابط:

علمی و تحقیقی کام کے تمام مراحل اصول و ضوابط کو ملاحظہ خاطر رکھنے کے متراضی ہیں۔ اسی طرح حوالہ بندی کے مرحلہ میں خاص طور پر ان اصولوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، تاکہ علمی کام واقع ہو۔ چند اصول و شروط درج ذیل ہیں:

- ۱۔ ہوامش مختصر مگر جامع ہوں۔
- ۲۔ حوالہ جات مستند ہوں۔

- ۳۔ معروف و مشہور شخصیات و اعلام کا تعارف اور ان کے بارے معلومات ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، تاکہ ہوامش میں ثقل پیدا نہ ہو۔
- ۴۔ کثرت ہوامش سے اجتناب و احتیاط بہت ہی ضروری ہے، تاکہ قاری کی توجہ اصل کام سے ہٹ کر دوسری طرف نہ بٹ جائے۔

حوالی و ہوامش کی جگہ اور طریقہ اندرج:

حاشیہ نگاری کی کوئی ایک طے شدہ، مخصوص جگہ اور طریقہ اندرج نہیں ہے، البتہ درج ذیل مقامات و جگہیں علمی کاموں کے دوران اس مقصد کے لیے استعمال کی جاتی ہیں:

ا۔ صفحہ کے دامن میں (At the end of each page):

یہ جگہ حواشی و ہوامش کے لیے سب سے موزوں ہے اور اسی کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے، کیونکہ قاری کو دوران مطالعہ اسی میں سہولت ہے۔ یہ طریقہ اختیار کرتے ہوئے ہر صفحہ کے حواشی کی ترقيم (Numbering) نئے سرے سے ہو گی مسلسل نمبر نہیں لگائے جاتے۔

۲- ہر باب یا فصل کے اختتام پر (At the end of each chapter)

تحقیقی مقالات میں یہ طریقہ بھی مستعمل ہے، لیکن یہ طریقہ زیادہ موزوں نہیں اس لیے کہ قاری کو بار بار صفحات پلٹنے پڑتے ہیں اور حواشی کی ترمیم میں اگر ایک مرتبہ غلطی ہو جائے تو پوری فصل یا باب کے حوالہ جات متاثر ہو جاتے ہیں اور محقق کو دوبارہ مخت کرنا پڑتی ہے۔

۳- مقالے کے اختتام پر (At the end of the thesis)

حوالہ جات ذکر کرنے کا یہ تیسرا اور آخری مقام ہے یہ طریقہ اختیار کرتے ہوئے حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے، چونکہ اس میں ترجمہ مسلسل کی جاتی ہے۔ اگر مقالہ کا جنم بڑا ہو تو غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ یہ طریقہ مضماین (Articles) کے لیے تو مناسب ہے بڑے جنم کے مقالات کے لیے موزوں نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محققین ہر صفحہ کے نیچے حوالہ جات ذکر کرنا پسند کرتے ہیں۔

علاماتِ ہوامش:

جہاں تک ہوامش کے اندرج کے لیے علامات یا ارقام کا تعلق ہے، تو اس کے لیے مختلف علامات اور طریقے استعمال کیے جاتے ہیں ان میں نمبرز (۱.....۳، ۲، ۱)، شارز (☆) حروف ابجد (ابج دھوز.....) اور گول دائرہ (O) قابل ذکر ہیں۔ محقق کو اختیار ہے کہ وہ ان علامات میں سے کوئی طریقہ بھی حواشی کے اندرج کے لیے استعمال کر سکتا ہے، مگر ان میں معروف اور آسان ترین طریقہ نمبروں کے استعمال کا ہے اور یہی مردوں و متداویوں ہے۔

حواشی و ہوامش کی اقسام:

حواشی و ہوامش کی نوعیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کر

سکتے ہیں:

۱۔ متنی حواشی:

ان کا تعلق متن سے ہوتا ہے۔

۲۔ غیر متنی حواشی:

یہ حواشی شریع یا وضاحت طلب امور و مسائل کے متعلق ہوتے ہیں ان کا نص یا متن کے ساتھ براہ راست تعلق نہیں ہوتا۔

۳۔ تصنیفی حواشی:

یہ وہ حواشی ہوتے ہیں جنھیں کسی کتاب کا مصنف بذات خود اپنی کتاب کے متن میں مذکور کسی شخصیت یا مسئلہ کے متعلق لگاتا ہے۔

۴۔ تو شیقی حواشی:

ایسے حواشی جو معلومات کی توثیق اور ان کو مستند بنانے کے لیے گائے جاتے ہیں، ان کا تعلق مصادر و مراجع یا آخذ و منابع سے ہوتا ہے۔

حوالہ جات ذکر کرنے کی عملی مشق:

حوالہ بندی کے تحت دنیا میں معروف و مروج حوالہ جات کے طرق سے تعارف کروا دیا گیا ہے، اب ہم عملی طور پر حوالہ ذکر کرنے کی مشق کرتے ہیں تاکہ تحقیقی عمل سہل اور آسان ہو سکے۔

(۱) پہلی مرتبہ کسی بھی کتاب کا حوالہ لکھتے ہوئے مکمل معلومات کا اندرج ارج ضروری ہے یعنی مؤلف کا نام، کتاب کا نام، ایڈیشن، مقام طباعت، شہر کا نام، ملک کا نام، سال، جلد اور صفحہ نمبر لکھیں گے۔ مثال کے طور پر آپ نے کتاب عربی ادب قبل از اسلام سے استفادہ کیا اس کا حوالہ اس انداز سے لکھیں گے۔

رضوی، خورشید الحسن (ڈاکٹر)۔ عربی ادب قبل از اسلام (لاہور: ادارہ اسلامیات،

(۲۰۱۰ء) ص ۷۱۔

اگر یہی کتاب دوسرے طریقے کے مطابق لکھیں جس میں کتاب کا نام پہلے لکھا جاتا ہے تو حوالہ اس انداز سے لکھیں گے:

عربی ادب قبل از اسلام: ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی، لاہور، ادارہ اسلامیات،
(۲۰۱۰ء) ص ۷۱۔

(ب) اگر کسی کتاب کے دو مؤلف ہوں تو حوالہ یوں لکھا جائے گا۔ مثلاً
الازہری، کرم شاہ، پیر و ارشد، عبدالرسول، علامہ۔ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (لاہور:
ضیاء القرآن پبلشرز، سن)۔ ص ۵۰

(ج) اگر کسی کتاب کے تین یا تین سے زیادہ مؤلف ہوں تو صرف پہلے مؤلف کا نام لکھیں گے اور اس کے ساتھ اور دیگر، ”آخرون“ یا ”And others“ میں سے کسی ایک کا اضافہ کر دیں گے۔ مثلاً:

فودہ، حلبی، محمد (الدکتور) و آخرون۔ المرشد فی کتابۃ الابحاث (جده: دارالشروع،
(۱۹۹۲ء) ص ۶۰)

(د) اگر کتاب ترجمہ شدہ ہو تو اس کا حوالہ اس انداز سے لکھیں گے:
سرہندی، شیخ احمد۔ تہلیلیہ۔ ترجمہ ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس، (لاہور: تصوف
فاؤنڈیشن)۔ ص ۳۰

(ه) اگر کوئی کتاب تحقیق شدہ ہو تو اس کا حوالہ لکھنے کا طریقہ اس طرح ہوگا:
ابن عربی، محی الدین فتوحات مکیہ۔ تحقیق و تقدیم: ڈاکٹر عثمان
یحیی (الهیئتہ المصریۃ العامۃ للكتاب، ۱۹۸۵ء) ص ۱۵۷۔

(و) اگر کسی کتاب پر نظر ثانی بھی کی گئی ہو تو اس کا حوالہ درج ذیل طریقے کے مطابق درج کیا جائے گا:

عباسی، عبدالحمید خان، اصول تحقیق، نظر ثانی: ڈاکٹر علی اصغر چشتی و ڈاکٹر عبدالمحی ابڑو، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۲۰۲ء، ص ۵۰

(ز) مقالات (Theses) سے حوالہ دینے کا طریقہ
علمی و تحقیقی مقالات (Theses) جو غیر مطبوعہ ہوں ان سے حوالہ دینے کا طریقہ یہ ہے۔

جمیل، فیاض الحسن، شرح الشاطبیۃ للسیوطی دراسة و تحقیق۔
(رسالة الدکتوراه غیر مطبوعۃ، جامعۃ الکلیۃ الحکومیۃ بفیصل آباد ۱۵۰۱۳ء)، ص ۱۵۰

(ع) اخبارات سے حوالہ دینے کا طریقہ:

(i) نوائے وقت، ۱۲ اگست، ۲۰۱۴ء، ص ۳

The Dawn, August 12, 2014. P.4 (ii)

(iii) جریدۃ الاحرام، ۱۲ امن اگسٹس ۲۰۱۲م، ص ۳

(ط) رسائل و جرائد (مجلات) سے حوالہ دینے کا طریقہ:

خان، افتخار احمد، ”شیخ محمد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا عربی اسلوب نگارش“ - پاکستان جریل آف اسلامک ریسرچ - (ولیم ۹، جون ۲۰۱۲ء) - ص ۵۳

(ی) انسلائیکلو پیڈیا سے حوالہ دینے کا طریقہ:

اردو دائرہ معارف اسلامیہ، طبعہ - ۲ - زیر مقالہ ”القرآن“، یا جو بھی مقالہ کا نام ہو وہ لکھ دیا جاتا ہے۔

(ک) ویب سائٹس (Websites) کا حوالہ لکھ کر کا طریقہ:

مختلف ویب سائٹس پر معلومات اشاعت مختلف طریقوں سے درج کی ہوتیں ہیں۔ بعض سائٹس پر کامل حوالہ لکھا ہوتا ہے اور بعض پر کم معلومات اندرج ہوتی ہیں، لہذا

جتنی معلومات میسر ہوں ان کو ذکر کر دیا جائے۔ عموماً ویب سائٹ کے حوالہ کے لیے درج ذیل معلومات درکار ہوتی ہیں:

- (i) مصنف کا نام
- (ii) ویب مضمون کا عنوان ”واوین“ کے اندر
- (iii) ہوست ویب سائٹ کا عنوان
- (iv) ایڈیٹر کا نام
- (v) ویب کے مندرجات کی تاریخ تجدید / ورثن نمبر
- (vi) پانسکرنے والے کا نام
- (vii) تاریخ رسائی (Access)
- (viii) وقت (time)
- (ix) مکمل یو آر ایل ویب ایڈریس

اس سے مراد Universal Resource Locator ہے۔

(f) آن لائن ڈیٹا بیس مجلات کے مضامین سے حوالہ دینے کا طریقہ :

آن لائن ڈیٹا بیس مجلات کے مضامین سے حوالہ دینے کے لے درج ذیل معلومات درکار ہوتی ہیں:

- (i) مضمون نگار کا نام
- (ii) عنوان مضمون
- (iii) مجلہ کا نام
- (iv) شمارہ نمبر اور جلد نمبر
- (v) تاریخ اشاعت مضمون
- (vi) مضمون کا صفحہ نمبر

(vii) ڈیٹا بیس کا نام

(viii) لوکیشن کا نام جہاں سے ڈیٹا بیس تک رسائی ممکن ہوئی۔

(ix) محفف یو آر ایل (ویب ایڈریس)

نوٹ: اگر ایک کتاب کا دوبارہ حوالہ دینا ہو تو تمام معلومات ذکر کرنا ضروری نہیں، صرف مؤلف کا نام اور صفحہ نمبر لکھنا ہی کافی ہے۔

☆ اگر ایک کتاب کا حوالہ دوبارہ لگاتار اور مسلسل دینا ہو، درمیان میں کوئی اور حوالہ نہ ہو تو، المرجع السابق، المرجع نفسه، المصدر السابق، حوالہ مذکور، محولہ بالا یا Ibid میں سے کوئی ایک لکھ کر صفحہ نمبر لکھ دیا جاتا ہے۔

عربی میں:

المصدر السابق، ص ۳۲

اردو میں:

محولہ بالا، ص ۳۲ یا حوالہ مذکورہ ص ۳۲

انگریزی میں:

Ibid, P.34 لکھیں گے

مجوزہ کتب برائے مطالعہ واستفادہ:

۱۔ کیف تكتب بحثاً أو رسالةً، از ڈاکٹر احمد شلبی مصری،

۲۔ المرشد في كتابة الأبحاث، فوده حلیمی محمد، والدکتور عبد الله

عبد الرحمن صالح، طبعة سادسة، جدة، دار الشروق ۱۹۹۲ م

۳۔ لائبریری سائنس اور اصول تحقیق، از سید جمیل احمد رضوی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام

آباد، طبع دوم، ۱۹۹۲ء۔

۴۔ تحقیق و تدوین کا طریقہ کار، از ڈاکٹر خالق دادملک، اور پنڈل بکس، لاہور، ۲۰۱۲ء

۵۔ اردو میں اصول تحقیق، از ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش۔

۶۔ تحقیق کافن، ڈاکٹر گیان چند، مقتدرہ، قومی زبان، اسلام آباد

7. Berry, Ralph, How to Write a research paper, Oxford Pergamon Press, 1986

8. Gibaldi, Joseph, MLA Hand book for writers of research paper, 6th Edi, Modern Language Association of America, 1985

9. Turabian Kate, L. A Manual for writers of term papers, thesis and dissertation. Chicago: The University of Chicago, 1967

10. Lester, JD. Writing Research Paper, New York: Harper Collins, 1993

سوالات:

۱۔ حواشی اور ہوامش میں فرق کیجیے اور بتائیے کہ تحقیقی عمل میں ان کی کیا ضرورت و اہمیت ہے؟

۲۔ حاشیہ نگاری کے دنیا میں راجح اور متداول طریقے کون کون سے ہیں؟

۳۔ حاشیہ نگاری میں کن امور پر توجہ دینی چاہیے؟

۴۔ حواشی و ہوامش کی کتنی اقسام ہیں؟ وضاحت کیجیے۔

۵۔ آن لائن ڈیٹا بیس مجلات کے مصاہین سے حوالہ دینے کا طریقہ کیا ہے؟ مثالوں سے وضاحت کیجئے۔



مخطوطات کی تحقیق و تدوین

اہداف و مقاصد:

- اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- (۱) مخطوطات کی اہمیت و تاریخ سے واقف ہو سکیں۔
 - (۲) مخطوطات کے عالمی کتب خانوں سے آگاہی۔
 - (۳) مخطوطات کی تحقیق و تدوین کے اصولوں اور مراحل سے جان کاری اور عملی تحقیق میں ان سے استفادہ کو ممکن بنانا۔

مخطوطات کا مفہوم:

مخطوطات عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ مخطوط کی جمع ہے اردو میں اس کے لیے قلمی کتاب، قلمی نسخہ اور خطی نسخہ کے کلمات مستعمل ہیں جب کہ انگریزی میں Manuscript کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مخطوط کے حروف اصلیہ "خ ط ط" ہیں یہ مادہ کتابت اور اثر پر دلالت کرتا ہے جبکہ مخطوط کا لفظی معنی ہے لکھی ہوئی چیز۔ اصطلاحی طور پر مخطوط سے مراد "هُوَ كِتَابٌ لَمْ يَتَمَّ طَبَعَهُ بَعْدُ، أَيْ أَنَّهُ مَا زَالَ بِخَطِّ الْمُؤْلِفِ أُو بِخَطِّ نَاسِخٍ غَيْرِهِ" ... ہے۔

ایسی کتاب جو ابھی تک چھپی نہ ہو یعنی ابھی تک مؤلف یا ناسخ کی لکھائی میں لکھی ہوئی ہو۔

ای طرح مخطوط سے مراد: ہر وہ کتاب ہے جسے مؤلف نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہو، یا اس کے شاگردوں میں سے کسی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہو، یا ان کے بعد آنے والے کتابوں نے اسے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا ہو۔

مخطوط کی تعریف و توضیح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

”هُوَ عَمَلٌ عِلْمِيٌّ صَنْعَةُ عَالَمٍ أَوْ أَدِينَبْ مِنْ أَسْلَاقِنَا فِي الْغَضْرِ“

”الْمُتَقْدِمَةُ فَتَنَاقَلَتْهُ أَيْدِي النَّاسِ جِيلًا بَعْدَ جِيلٍ...“

مخطوط سے مراد، وہ علمی کام جسے عصور متقدمہ میں ہمارے اسلاف میں سے کسی عالم یا ادیب نے تحریر کیا ہو، تو وہ اسی طرح نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچ گیا ہو۔

در اصل مخطوطات ایسا علمی و ادبی ورثہ و سرمایہ ہے جو بعد میں لکھی جانے والی کتب و مراجع کا اصل مصدر، سرچشمہ اور اساس ہے اس لیے اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

اہمیت و تاریخ مخطوطات:

اسلام دین فطرت ہے، اس لیے اس نے اپنی توجہ ابتداء سے علم پر ہی مرکوز رکھی اور اس کا بہت زیادہ اہتمام بھی کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ پہلی وحی میں بھی تعلیم و تعلم کا، ہی ذکر تھا یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ نے علم اور اس کے دیگر مجالات کی طرف بھر پور توجہ دی اور عربی مکتبہ کو مالا مال کر دیا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب تمام غیر اسلامی ممالک جہالت کے گھٹا توپ ان دیہروں میں ڈوبے ہوئے تھے، حتیٰ کہ یورپ کی بھی ایسی ہی حالت تھی، جو آج دنیا کی امامت و سرداری کا دعویٰ کرتا ہے۔

زندگی کی مختلف جوانب میں سے کوئی جانب یا بشری ثقافت کے نواحی میں سے کوئی طرف، یا علوم و فنون میں سے کوئی علم یا فن ایسا نہیں تھا جس کی طرف ابناۓ اسلام نے توجہ نہ دی ہو، مسلمانوں نے نہ صرف علوم و فنون کی تدوین کی، بلکہ احسن و عمدہ انداز سے ان کی تدوین کا حق ادا کیا۔ اس وقت کے طلبہ اور علماء کتب اپنے ہاتھوں سے لکھا کرتے تھے یا ناخ سے اجرت پر لکھوا یا کرتے تھے یعنی ساری کی ساری کتب ہاتھ سے ہی لکھی جاتی اور نقل کی جاتی تھیں، اس طرح بعض کتب کے ہزاروں نئے بن گئے۔ اسی طرح اس وقت کے ناخ اور کتاب دو ران کتابت اور مختلف خطوط اور رسم الخط میں اپنی کارگری اور فنکاری

کا اظہار کیا کرتے تھے، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ کس قدر علم اور کتاب کا اہتمام کرتے اور اسی طرح عصور متقدمہ کے بعض ایسے نادر و بدیع نمونہ جات و ماذل بھی ہم تک پہنچے ہیں، جن سے ان کے لکھنے کے مختلف اسالیب و انداز کا پتا چلتا ہے۔ حتیٰ کہ مختلف علاقوں میں خط و کتابت کے اسالیب بھی مختلف تھے، جیسا کہ خط کوفی، خط شامی اور خط مغربی وغیرہ۔ ہر ایک خط کی اپنی خوبیاں، ملامح اور خدوخال ہوتے تھے تو اس طرح عربی عرسم الخط کی ترقی و تطور نے بھی مخطوطات کے زمانہ کے تعین میں بڑا ہم کردار کیا۔ کیونکہ عرب ابتداء میں نقطے نہیں لگایا کرتے تھے۔ پھر بعد میں اعیام (نقطے لگانا) کا آغاز ہوا اور یہ نقطے کئی اهداف و مقاصد کی غرض سے لگائے جاتے تھے۔ اسی طرح مخطوطات میں نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف ابیات لکھتے ہوئے ایسے اسلوب و انداز میں تحریر نہیں کیا کرتے تھے جس سے ابیات اور عبارت میں تمیز کی جاسکے۔ اکثر کتاب ابیات کو نشری انداز میں عبارت کے اندر ہی ذکر کر دیا کرتے تھے، اسی طرح قرآنی آیات بہت کم مکمل ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ صرف ان کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی محسوس کرتے تھے، سورت کا نام اور آیت نمبر کا ہی ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، اور ایسا ہی احادیث نبویہ اور آثار و اقوال ذکر کرتے ہوئے کرتے تھے۔ ان کے پیش نظر یہ بات ہوتی تھی کہ وہ جس بات یا واقعہ یا مسئلہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، ان کے قراءہ اور طلبہ اس کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں جس کی طرف وہ اشارہ کر رہے ہیں۔ یہ امر اس وقت کے قراءہ اور طلبہ کی وسعت علمی اور ثقافتی علمیہ پر دلالت کرتا ہے۔

اس مذکورہ تحریر میں ہم نے مخطوطات کے بعض خصائص، میزات اور ملامح کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مخطوطات کس طرح ہماری تاریخ اور اجتماعی زندگی جو ہمارے اسلاف نے گزاری ہے، پر دلالت کرتے ہیں، اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ علم اور کتاب کے ساتھ ان کی کتنی محبت، شغف، لگاؤ اور اہتمام تھا اور مزید یہ کہ مخطوطات سے

یہ بھی پتا چلتا ہے کہ:

عربی رسم الخط کی تاریخ، ارتقاء اور تطور کیسے ہوا۔ اسی طرح دیگر کئی ایک اور امور بھی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مخطوطات کس قدر اہمیت کے حامل ہیں اور ایک ایسے مرتبہ پر فائز ہیں جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

مخطوطات کی تاریخ:

مخطوطات کی تاریخ بہت ہی قدیم ہے اس کی کڑیاں فن کتابت کی تاریخ سے جا ملتی ہیں۔ کسی حصتی تاریخ کا تعین تو ممکن نہیں، البتہ مخطوطات کی ابتدائی اقسام کو درج ذیل حصوں اور اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- ۱۔ مخطوطات کی پہلی قسم پتھروں پر تحریر کردہ ہے۔
- ۲۔ دوسری قسم پتوں پر تحریر کی شکل میں سامنے آتی ہے۔
- ۳۔ تیسرا قسم مٹی کی تختیوں پر تحریر کردہ شکل میں۔
- ۴۔ چوتھی قسم چین میں تیار کردہ کاغذ کی شکل میں تحریر کردہ مخطوطات ہیں۔
- ۵۔ جانوروں کی کھالوں پر تحریر کردہ مخطوطات
- ۶۔ رومانیوں کے ہاں تحریر کردہ مخطوطات
- ۷۔ عربوں کے ہاں تحریر کردہ مخطوطات کی قسم جس میں کھجور کے پتے، جانوروں کی ہڈیاں، پتھر اور کھالیں شامل ہیں۔

تاریخی شواہد سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ عرب ظہور اسلام سے قبل فن کتابت سے واقف تھے۔ بعثت نبوی کے بعد کتابت مزید پروان چڑھی اور یہ سلسلہ خلفاء راشدین کے دور اور بعد میں بھی جاری و ساری رہا۔ حتیٰ کہ دوسری صدی ہجری ارتقاء کتابت کے بلند زینوں کو چھونے لگی اور بہت ساری کتب امامی^(۱) کی شکل میں ظہور پذیر

ہوئیں۔ جبکہ تیسرا صدی ہجری میں طبقہ وارقین^(۲) کا ظہور ہوا اور مختلف علوم و فنون میں مسلمانوں نے گرانقد رخدادت انجام دیں، جس کی بدولت کتب خانے کتابوں اور مخطوطات سے مالا مال ہو گئے، جو آج دنیا کی مختلف لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

مخطوطات کے عالمی کتب خانے:

ہمارے اسلاف کا علمی و ادبی ورثہ دنیا کے مختلف کتب خانوں کی زینت بنا ہوا ہے جن کو دیکھنے سے انسانی عقل بہوت وحیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنی توجہ علم پر مرکوز رکھی اور اس کا بہت زیادہ اهتمام بھی کیا۔ پہلی وحی میں بھی تعلیم و تعلم اور قلم کا ہی زکر تھا یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ نے علم کے تمام میدانین پر اتنی توجہ دی جتنی کسی اور امت نے نہ دی۔ اس کے نتیجہ میں عربی کتب خانے مالا مال ہو گئے اور یہ اس دور میں غنی ہوئے جب تمام غیر اسلامی ممالک جہالت کے غلاف میں لپٹے ہوئے تھے، حتیٰ کہ یورپ جو آج دنیا کی امامت کا دعویٰ کرتا ہے، بھی جہالت کے گھٹا توپ انڈھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس عظیم اسلامی علمی و ادبی ورثہ سے واقفیت و شناسائی کے لیے ضروری ہے کہ عالمی کتب خانوں سے جان کاری ہو۔ وہ عالمی کتب خانے جو اپنے اندر مخطوطات لئے ہوئے ہیں، کوئی حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

(۱) پاکستان کے مشہور کتب خانے:

- ۱۔ ادارہ تحقیقات اسلامی لائبریری اسلام آباد (IRI)
- ۲۔ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی
- ۳۔ اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور
- ۴۔ اسلامیہ یونیورسٹی لائبریری، بہاولپور

- ۱۔ املاء کروائی ہوئی، زبانی لکھوائی گئی کتابیں
- ۲۔ وہ لوگ جنہوں نے کاغذ کی صنعت، کتابت اور قلمی نسخوں کی تیاری کو ذریعہ معاش بنایا۔

- ۵۔ پیر جنڈ لا سبریری، حیدر آباد
- ۶۔ سندھ یونیورسٹی جامشور لا سبریری
- ۷۔ پنجاب یونیورسٹی لا سبریری، لاہور
- ۸۔ پنجاب پبلک لا سبریری، لاہور
- ۹۔ دیال سنگھ ٹرست لا سبریری، لاہور
- ۱۰۔ ڈاکٹر احمد حسین قلعداری لا سبریری، گجرات
- ۱۱۔ ایران پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پر شیمن شڈیز، راولپنڈی۔
- ۱۲۔ لاہور میوزیم لا سبریری، لاہور

(ب) امریکہ اور یورپ کے معروف کتب خانے:

عربی مخطوطات کی ایک کثیر تعداد امریکہ اور یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان لا سبریریوں میں ایک لاکھ سے زائد مخطوطات موجود ہیں۔ ان مخطوطات کو عرب اور اسلامی دنیا سے یورپ منتقل کرنے میں انگریز حکمرانوں اور بادشاہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ چند مشہور و معروف کتب خانے حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ پرنسٹن یونیورسٹی لا سبریری، امریکہ

(www.libraries.princeton.edu/catalogs)

- ۲۔ کانگرس لا سبریری، واشنگٹن، ڈی سی، امریکہ (www.loc.gov)
- ۳۔ نیو یارک پبلک لا سبریری امریکہ (www.nypl.org)
- ۴۔ برٹش لا سبریری، انگلینڈ (www.bl.uk)
- ۵۔ انڈیا آفس لا سبریری، انگلینڈ (www.iol.uk)
- ۶۔ ویٹی کن لا سبریری، روم، اٹلی (www.vaticanlibrary.va)
- ۷۔ نیشنل لا سبریری آف پسین (www.theeuroheanlibrary.org)

- ۸۔ ہپبرن لائبریری، مدرید، اسپین
(www.hepburnlibraryofmadrid.org)
- ۹۔ پلک لائبریری، پرس فرانس (www.parispubliclibrary.org)
- ۱۰۔ برلن پلک لائبریری، جرمنی (www.berlinlibrary.org)
- ۱۱۔ پرگ یونیورسٹی لائبریری، جرمنی
(www.islamic-manuscripts.net/)
- ۱۲۔ اپالا یونیورسٹی لائبریری، سویڈن (www.uu.se/en/)
- ۱۳۔ نیشنل لائبریری، روس (www.nlr.ru/eng/)
- ۱۴۔ کازان اسٹیٹ یونیورسٹی لائبریری، روس (www.abutkazan.com)
- ۱۵۔ لاہور یونیورسٹی لائبریری، ہالینڈ (www.library.leiden.edu/)
- ۱۶۔ رائل لائبریری، کوپن ہیگن، ڈنمارک (www.kb.dk/en/)

(۸) اسلامی و عرب دنیا کے معروف کتب خانے:

اسلامی و عرب دنیا بھی مخطوطات جیسے علمی و ادبی ورثہ سے مالا مال ہے جو مختلف کتب خانوں کی زینت ہیں ان کا احاطہ ممکن نہیں، لہذا چند مشہور و معروف مکتبات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جو اس قسمی دولت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں:

- ۱۔ مکتبۃ الجامع الکبیر، قیروان، تیونس
- ۲۔ مکتبۃ جامع الزیتونة، تیونس
- ۳۔ مکتبۃ المسجد النبوی، المدینۃ المنورۃ، سعودی عرب
- ۴۔ مکتبۃ عارف حکمت، المدینۃ المنورۃ، سعودی عرب
- ۵۔ مکتبۃ الحرم المکی، سعودی عرب
- ۶۔ معهد المخطوطات العربية، حلب، شام

- ۷۔ نوادر مخطوطات الجامع العمري الكبير، فلسطين
- ۸۔ دار الكتب المصرية، قاهرة، مصر
- ۹۔ مكتبة الأزهر، مصر
- ۱۰۔ خزانة مخطوطات مكتبات اصفهان، ایران
- ۱۱۔ المكتبة المركزية للمخطوطات الاسلامية، تبريز، ایران
- ۱۲۔ استنبول يونيورسٹی لائبریری، تركی
- ۱۳۔ دار الكتاب الأردني، عمان، الاردن

جدید مرکز برائے حفاظت مخطوطات:

دور حاضر کو تحقیق و تدوین کا دور کہا جاتا ہے اس غرض کے لیے بعض جدید مرکز قائم کیے گئے ہیں، جو مخطوطات کی حفاظت اور تحقیق و تدوین میں مصروف عمل ہیں چند ایک معروف مرکز درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ معهد احیاء المخطوطات، قاهرۃ، مصر
- ۲۔ قسم المخطوطات، امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی ریاض
- ۳۔ مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الاسلامی، شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی
- ۴۔ مرکزی لائبریری، شاہ سعود یونیورسٹی، ریاض سے محقق شعبہ مخطوطات
- ۵۔ مرکز الملک فیصل، ریاض، سعودی عرب

تحقیق مخطوط کے مراحل:

جس طرح علمی مقالہ مختلف مراحل سے گزر کر پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے اسی طرح تحقیق و تدوین مخطوط کے بھی مختلف مراحل ہیں اور ہر مرحلہ کی اپنی اہمیت ہے۔ تحقیق مخطوط کا پہلا مرحلہ اچھے مخطوط کا انتخاب ہے۔ یہ مرحلہ محقق سے کچھ شروط کو ملحوظ خاطر رکھنے کا مقاضی ہے اور وہ درج ذیل ہیں:

- ۱۔ سب سے پہلی اور اہم شرط یہ ہے کہ مخطوط جس کا محقق انتخاب کرنا چاہتا ہے اس کے ایک سے زائد قلمی نسخوں کا ہونا بہت ضروری اور مستحسن ہے۔
- ۲۔ ایسے مخطوط کا انتخاب بھی کیا جاسکتا ہے جس کا صرف ایک، ہی خطی نسخہ ہو، وہ صرف ایسی صورت میں جب نسخہ یتیمہ بہت، ہی قابل قدر (Valuable) اور علمی ہو۔
- ۳۔ مخطوط کی پہلی تحقیق و تدوین نہ ہوئی ہو، البتہ اگر کسی مخطوط کی تحقیق کا حق ادا نہ ہو سکا ہو اور بہت سی خامیاں اور اغلاط رہ گئی ہوں، تو اسے دوبارہ تحقیق کے لیے منتخب کیا جا سکتا ہے۔
- ۴۔ مخطوط موضوع اور مواد کے اعتبار سے قیمتی، علمی اور تحقیق کا مستحق ہو۔
- ۵۔ مخطوط مقرر وہ یعنی ایسا ہو جو پڑھا جاسکے، بصورت دیگر تحقیق کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔
- ۶۔ مخطوط کامل ہو، ابتدایا اختتام سے ناقص نہ ہو۔
- ۷۔ مخطوط کا جنم مناسب ہو، نہ زیادہ چھوٹا اور نہ ہی بہت بڑا ہو۔
- ۸۔ محقق کو یقین ہو کہ وہ مخطوط کے تمام نسخوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اگرچہ وہ نادر و ناپید ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ سفر کی کتنی ہی صعوبتوں اور اخراجات کو برداشت کرنا پڑے۔
- ۹۔ رسم الخطوط سے آگاہی بہت ہی ضروری ہے کیونکہ یہ امر تحقیقی عمل کی اساس ہے۔
- ۱۰۔ موضوع مخطوط کے بارے میں بنیادی معلومات سے واقفیت اور اس میں دلچسپی بہت ہی ضروری ہے۔
- ۱۱۔ محقق زبان کے سانی ارتقاء سے واقف ہو، تاکہ لفظوں کا صحیح تعین کر سکے۔
- ۱۲۔ مذکورہ بالا شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے محقق مخطوط کا انتخاب کرے اور پھر مخطوط کے دیگر نسخوں کی تلاش شروع کر دے اور درج ذیل طریقوں سے مخطوط تک رسائی کی کوشش کرے:
- ۱۔ لائبریریوں سے رجوع جہاں مخطوطات موجود ہوں۔

- ۲۔ فہارس المخطوطات کا مطالعہ
- ۳۔ کتب المخطوطات کا مطالعہ
- ۴۔ جدید مرکز مخطوطات سے رابطہ

اسی طرح درج ذیل کتب اور فہارس، مخطوطات تک رسائی کے لیے مفید اور مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں کیونکہ محقق جب ارادہ کر لے کہ وہ موضوع تحقیق مخطوط کو ہی بنائے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ فہارس و کتب، مخطوطات کی طرف رجوع کرے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون کون سے نادر و قیمتی مخطوطات کہاں کہاں پڑے ہوئے ہیں۔ اس حوالہ سے وہ درج ذیل کتب، فہارس اور مجلات کا ضرور مطالعہ کرے:

- ۱۔ معجم الشاملة، ریاض یونیورسٹی، سعودی عرب
- ۲۔ معجم المطبوعات العربية في شبه القارة، ڈاکٹر احمد خان
- ۳۔ معجم المخطوطات العربية، فوانیسز کین
- ۴۔ معجم المخطوطات العربية في باکستان
- ۵۔ فهرست دست نوشته های ایران (۱۲ جلدیں)، مصطفیٰ درای
- ۶۔ فهرست مشترک نسخه های خطی فارسی، پاکستان (۱۵ جلدیں)، احمد منزوی
- ۷۔ کتاب خانہ با و مجموعہ های نسخه های خطی عربی در جهان، ترجمہ: چنگیز پھلوان، انتشارات معارف، تهران، ۱۳۳۶ شمسی
- ۸۔ کتاب شناسی فہارس نسخه های خطی عربی و فارسی در جهان، تهران یونیورسٹی، ایران
- ۹۔ معجم المطبوعات العربية والمصرية، یوسف الیان سر کیس
- ۱۰۔ دلیل الباحث في التراث العربي، بسام الجابی

- ۱۱۔ مجلہ معهد المخطوطات، اصدار: جامعۃ الدویل العربیۃ، قاہرۃ مصر
- ۱۲۔ فہارس مخطوطات ترکی (Turkish Bibliographies of Manuscripts)
- مخطوط کے تمام نسخوں یا زیادہ سے زیادہ جن تک رسائی ممکن ہو، کرنے کے بعد خاکہ سازی کا مرحلہ آتا ہے، خاکہ سازی اور اس کی اہمیت کے بارے ہم تفصیلاً گفتگو کر چکے ہیں، اس کے باوجود اس جگہ خاکہ برائے تحقیق مخطوط پر کچھ گفتگو کرنا مناسب ہے، کیونکہ مخطوط کی تحقیق و تدوین کا خاکہ دیگر خاکہ جات سے کچھ مختلف ہوتا ہے۔ ذیل میں مخطوط کی تحقیق کا عملی خاکہ پیش کرتے ہیں، تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہ عربی مخطوط ہے اس لیے شروع میں اس کا خلاصہ اردو میں ذکر کرتے ہیں تاکہ عربی نہ جاننے والے بھی استفادہ کر سکیں پھر عربی میں خاکہ ذکر کریں گے تاکہ عربی کے طلبہ بھی استفادہ کر سکیں۔

علامہ سیوطی کی شرح شاطبیہ
تحقیقی اور تقابلی جائزہ
خاکہ برائے تحقیقی مقالہ پی ایچ ڈی (عربی)

سیشن: ۲۰۰۹-۲۰۱۲ء



نگران مقالہ:
ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان
اسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی

مقالہ نگار:
حافظ فیاض الحسن جمیل
رول نمبر: ۳۰۷۶

شعبہ عربی
جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

خاکہ برائے تحقیق مخطوط:

شرح الشاطبیۃ للسیوطی

(دراسة و تحقیق)

تعریف موضوع (Introduction):

علم القراءات کا تعلق قراءات قرآنیہ کے ساتھ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن طریقوں سے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور صحابہ کو سکھائی۔ امام زرقانی فرماتے ہیں：“قراءات اس طریقے کو کہتے ہیں جو انہمہ قراءات میں سے کسی قاری نے دوسرے قراءہ اور راویوں سے اختلاف کرتے ہوئے اپنایا ہو، چاہے یہ مخالفت لفظ کی ادائیگی میں ہو یا کیفیت میں (مناہل العرفان، زرقانی، ۱/۳۱۰)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَأَى لِنَا هَذِهِ تَرْتِيلًا (الفرقان: ۳۲)

ہم نے اس قرآن کو تجوید سے پڑھا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا:

وَرَأَى لِلْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (المزمل: ۳)

اور قرآن کو خوب پڑھ پڑھ کر پڑھو (یعنی تجوید سے)

اسی طرح اس کی اہمیت امام زمانہ علامہ جزری کے اس شعر سے بھی اجاگر ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے مشہور زمانہ قصیدہ ”المقدمة الجزرية“ میں فرمایا:

لَانَهُ بِهِ إِلَهٌ أَنْزَلَ

وَهَكَذَا مِنْهُ إِلَيْنَا وَصَلَّا

”یہ قرآن مجید اللہ پاک کی بارگاہ سے تجوید ہی کے ساتھ نازل ہوا اور ہم تک اسی طرح

(تجوید سے ہی) پہنچا۔" (المقدمة الجزرية، شعر نمبر: ۱۲، ص ۵)

الہذا ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم تلاوت قرآن کے مختلف طریقوں کو جانیں تاکہ ہم قرآن پڑھنے میں غلطی سے بچتے ہوئے ان تمام طریقوں سے اس کی تلاوت کر سکیں جن سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو تعلیم فرمائی۔

مشہور زمانہ کتاب حرز الامانی و وجہ التهانی (المعروف شاطبیہ) کی اہمیت علم القراءات میں مسلم ہے اور پوری دنیا میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکابرین امت نے ہر دور میں اس کتاب کی شرح کرنے کو اپنے لیے باعث صد افتخار سمجھا ہے۔ اسی لیے اس کتاب کی بیسوں شروع مختلف زبانوں میں موجود ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک خوب صورت کڑی علامہ جلال الدین سیوطی کی شرح شاطبیہ ہے۔ جو آج تک قلمی نسخہ کی صورت میں ہے۔ اس کی اہمیت اور باقی عربی اردو شروح کے مقابلہ میں اپنے شارح کے قد کے مطابق علمی مقام اظہر من الشمس ہے۔ یہ قلمی نسخہ مسجد نبوی شریف کی لا سبریری سے مجھے ملا اور اس کی دو اور کاپیاں مختلف ادوار میں لکھی ہوئی قاہرہ، مصر کی لا سبریری میں بھی موجود ہیں۔ تفسیر جلالین اور درمنشور کی طرح یہ کتاب بھی اعلیٰ درجہ کی حامل شرح ہے لیکن مخطوط ہونے کی وجہ سے اکثر صاحبان علم سے پوشیدہ ہے جس کو منصہ شہود پر لانا مقصود ہے۔

ضرورت و اہمیت موضوع (Need and importance of Project):

علم القراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا اور آپ سے سند متواتر کے ساتھ یہ علم ہم تک آیا۔ اس فن میں جس نے سب سے پہلے کتاب لکھی وہ ہیں علامہ ابو عمر والداني (متوفی ۴۳۳ھ)۔ اس کتاب کا نام ہے "التسییر فی القراءات السبع"، اس میں انہوں نے قراء سبعہ کے راویوں اور ان کے شاگردوں سے منقول اصول ذکر کیے ہیں۔

امام جزری فرماتے ہیں:

”التيسيير قراءات کی صحیح ترین کتابوں میں سے اول درجہ کی کتاب ہے، لیکن اس کی شہرت کا سہرا علامہ شاطبی کے منظوم قصیدہ ”شاطبیہ“ کے سر ہے۔“

موضوع اختیار کرنے کی وجہات (Causes of Selection):

علامہ جلال الدین سیوطی کا علمی مقام کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے اور ان کی کتب بھی چہار دانگ عالم میں شہرت کی بلندیوں پر ہیں۔ علامہ موصوف کی شرح شاطبیہ کا مقام بھی واضح ہے لیکن تاحال یہ مخطوط ہونے کی وجہ سے علماء و طلباء کی نظرؤں سے اوچھل ہے۔ جب کہ علامہ موصیٰ اور ملاعی قاری کی شروع چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں اور متلاشیانِ علم القراءات کی آبیاری کر رہی ہیں۔ ہم اس مقالہ میں تقابلی جائزہ لے کر واضح کریں گے کہ سیوطی کی شرح شاطبیہ کسی بھی طرح دیگر شروح سے کم نفع بخش نہیں ہے۔

آج تک چوں کہ کسی بھی محقق نے اس طرف توجہ نہیں کی تو میں نے القراءات کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کے ناطے سے سوچا کہ اس عظیم شارح کی کتاب کو منظر عام پر لا یا جائے تاکہ علم القراءات کے طلبہ اس عظیم علمی خزانہ سے فیض یاب ہو سکیں اور یوں ہم اس چھپے ہوئے گنجینہ گرال مایہ کو منصہ شہود پر لا سکیں۔

سابقہ کام کا جائزہ (Review of Literature):

اس موضوع پر ڈاکٹریٹ کی سطح کا کام بہت تھوڑا ہوا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

- ۱۔ انتشار القراءات فی شبہ القارة الهندية (مقالہ ڈاکٹریٹ) اردو، از ڈاکٹر قاری محمد طاہر، فیصل آباد
- ۲۔ القراءات و آثارها فی تفسیر القرآن (مقالہ ڈاکٹریٹ)، از ڈاکٹر فتح اللہ عبد الباسط، جامعہ اسلامیہ بہاول پور

۳۔ علم القراءات نشأة وتطور (مقالہ ڈاکٹریٹ)، از ڈاکٹر الحافظ خالد ولاشین احمد، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

۴۔ علم القراءات نشأة وتطورہ فی شبه القارہ الہندیہ (مقالہ ایم فل) از حافظ فیاض الحسن جمیل، جامعہ اسلامیہ بہاول پور

۵۔ ماہنامہ ”التجوید“، النشر والتوزیع، ڈاکٹر قاری محمد طاہر، فیصل آباد منبع تحقیق (Methodology):

تحقیقی کام کرنے کے مختلف طریقے ہیں مثلاً: احصائی، تقابلی، تحلیلی، تطبیقی اور صفحی طریقہ تحقیق۔ اور ان میں سے کام کی نوعیت کے مطابق طریقہ تحقیق اختیار کرنا محقق پر لازم ہوتا ہے۔ میں موضوع کی مناسبت سے تقابلی (Comparative) اور تحلیلی (Analytical) طریقہ تحقیق اختیار کر دوں گا۔

تقسیم کار (Procedure):

میں نے مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے:

پہلا باب: علامہ جلال الدین سیوطی کے حالات زندگی،

اس باب کی تین فصلیں ہیں

دوسرا باب: شاطبیہ اور اس کی شروحات

اس باب کی دو فصلیں ہیں

تیسرا باب: علامہ سیوطی کی شرح شاطبیہ (تحلیل و تقابل)

اس باب کی بھی دو فصلیں ہیں

چوتھا باب: مخطوط کی تحقیق

یہ باب بھی دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

موضوع کے حوالے سے مجوزہ و بنیادی کتب (References):

- * الابانة عن معانى القراءات ، ابو محمد مكى بن ابى طالب القىسى ،
دار المامون للتراث ه ١٣٩٩
- * اتحاف فضلاء البشر فى القراءات العشر ، شهاب الدين احمد بن محمد
البناء ، دار الكتب العلمية بيروت ه ١٩٩٨
- * الاتقان فى علوم القرآن ، جلال الدين السيوطي (الامام) ، دار التراث بالقاهرة
١٣٠٥ ه
- * افادات من القرآن والقراءات ، درويش فرج العطار ، دار الفكر بيروت
١٣١٦ ه
- * الائتلاف فى وجوه الاختلاف ، يوسف آفندي ، مطبعة سندھ طبع ه ١٢٩٠
- * البدور الزاهرة فى القراءات العشر ، عبد الفتاح القاضى ، دار الكتاب
العربي ه ١٣٠١
- * تاريخ المصحف الشريف ، عبد الفتاح القاضى ، مؤسسة الرسالة ه ١٣١٢
- * التيسير فى القراءات السبع ، ابو عمرو الدانى ، دار الكتب العربي ه ١٣٠٣

خطة البحث لتحقيق المخطوط:

شرح الشاطبية للسيوطى

(دراسة وتحقيق)

لنيل درجة الدكتوراه في اللغة العربية وأدابها

(٢٠٠٩ - ٢٠١٢ م)



المشرف:

الباحث:

الدكتور افتخار احمد دخان

حافظ فياض الحسن جميل

الاستاذ المساعد قسم اللغة العربية وأدابها

رقم الجلوس

رقم التسجيل:

قسم الدراسات الإسلامية والعربية

بجامعة الكلية الحكومية، بفيصل آباد

المؤرخ ٢٠١٢/١٠/١٢ م

التعريف بالموضوع وأهميته:

علم القراءات هو يتعلق بالقراءات القرآنية اعني كيف نقرء القرآن

على منهج رسول الله ﷺ

وقال الزرقاني : هو مذهب يذهب اليه امام من أئمة القراء مخالفًا به غيره في النطق بالقرآن الكريم مع اتفاق الروايات والطرق عنه ، سواء كانت هذه المخالفة في نطق الحروف ام في نطق هيئةاتها . (مناهل العرفان للزرقاني ،

(١/٣١٠)

قال الله تعالى ”ورتلناه ترتيلًا“

وامر للنبي ﷺ ”ورتل القرآن ترتيلًا“ (المزمول: ٣)

وايضاً قال الامام الجزرى في قصيدة المشهورة ”المقدمة الجزرية“

لأنه به الاله انزلا

و هكذا منه علينا وصلـا

لأجل هذا يلزم علينا ان نعرف طرق القراءات القرآنية ، وهو علم

القراءات ويكون موضوع هذه الرسالة العلمية -----

حديت كتاب حرز الأمانى ووجه التهانى بأهمية كبيرة نظر المادته

العلمية الكثيرة الغزيرة ومن أجل ذلك أقدم أجلاء من أئمة الاسلام على شرح

هذا الكتاب حتى يتجلى ويتبين ما أراده مؤلف ”حرز الأمانى ووجه التهانى“

الذى أقدم بسبب ما على تصنيف كتابه هذا فى شيئاً من الأيجاز

لذلك تعددت الشروح وتنوعت إلا أنها كلها لم تخرج عن الهدف

المقصود لمؤلفه الأصلى (الشاطبى) -

ويعد شرح الامام السيوطي (الذى قام به الامام جلال الدين

السيوطى) من أفضل الشروح لهذا الكتاب ان لم يكن أفضلها على الاطلاق نظرًا لأن هذا الإمام تناول هذا الكتاب في شرح و جيز خلا من الغموض مع بيان الهدف المقصود و بلغة عربية سهلة فصيحة كما عليه تفسير شهير بتفسير الجلالين - وعلى رغم كل هذا فإن هذه الحقيقة خفية و غير واضحة لكثير من الدارسين

أما شرح الموصلى للشاطبية فيغنينا عن التعريف به ما قاله شيخ المقرئين بالأزهر "الشيخ عبد الفتاح القاضى" معربا عن رأيه في هذا الشرح ورأى في هذا الكتاب أنه مع اختصاره و وجازته قد تكفل بحل رموز هذا الكتاب الجليل "الشاطبية" و كشف معضلاته، و بيان معانيه و مراميه، فوق ما يمتاز به من سهولة العبارة، جزالة الأسلوب، و جمال التنسيق والترتيب.

اما شرح الشاطبية للامام ملا على القارئ لا يستغني عنه استاذ ولا طالب في هذا العلم قد تكفل هذا الشرح رموز هذا الكتاب الجليل "حرز الامانى ووجه التهانى" و كشف و بيان معانيه و معضلاته من سهولة العبارة - وتجد فيه بيان شاف و كاف على لكل معضلات الشاطبية بالتفصيل هذا شرح بسيط كى نجد كتبه فى شتى مجالات الدين و خاصة الدراسات القرآنية فهو فى نظرى أكثر الشروح غناء، وأعمها فائدة لا يستغني عنه طالب، ولا استاذ، ولا قارئ - واسم هذا الكتاب "شرح ملا على قارئ على متن الشاطبية" وبالنظر الى كل هذا أنه لم يتناول الدارسون هذين الشرحين بالبحث والمقارنة مع شرح الشاطبية للسيوطى - لذا كان من الضروري والمهم الاقدام على هذا العمل العلمى الجدير بدراسة و اخراج رسالة حول هذه الشروح ولکى يكون عوناً فى علم القراءات و ليسهل الاطلاع عليهم بما بعد دراستهما -

مكانة الشاطبية في علم القراءات:

أن علم القراءات وصل اليه من رسول الله ﷺ بسند متواتر، وأول من دون كتاباً في هذا الفن هو الإمام أبو عمرو الداني (المتوفى ٥٣٣ هـ) سماه "التسهير في القراءات السبع" وذكر في هذا المختصر مذاهب القراء السبعة والروايات والطرق المروية عنهم. وذكر من كل واحد من القراء روایتين.

وقال الإمام ابن الجزرى (المتوفى ٨٣٣ هـ)

"لما كان التيسير من أصح كتب القراءات و كان من أعظم أسباب شهرته دون باقي المختصرات نظم الشاطبى فى قصيده (المعروف بالشاطبية)

سبب اختيار الموضوع:

موضوع دراستنا هو شرح الشاطبية للسيوطى (دراسة و تحقيق) وهو موضوع لم يلتفت إليه أحد من الباحثين على حد علمى - وذلك على الرغم من أهمية هذا الشرح بين شروح الشاطبية لدى علماء القراءات وعلوم القرآن، فان شرح الموصلى والقارئ مطبوعان ومتداولاًان في الأوساط العلمية - أما شرح السيوطى فلم يزل مخطوطاً حتى اليوم . وهذا الشرح لا يقل نفعاً من شرح الموصلى والقارئ، الا أنه لم يحظ باهتمام باحث حتى اليوم . ولهذا اخترت هذه الشروح للدراسة لرسالة الدكتوراه للمقارنة بين هذه الشروح، ومن هنا أستطيع أن أخرج شرح السيوطى إلى النور.

ولا يخفى على المتخصصين في علم القراءات ما في الكتاب الشاطبية من أهمية عظيمة في العلم المذكور . ومن أجل ذلك أقدم لعلماء الأجلاء و

منهم الامام جلال الدين السيوطي و ايضاً الامام محمد بن أحمد الموصلى والامام ملا على القارئ على شرح هذا الكتاب ، حتى تجاوزت شروحها العشرات باللغات الاسلامية المتعددة . وما كان الامام السيوطى والامام الموصلى والامام ملا على القارئ لهم خدمات فى علم القراءات معلومة لمتخصصين ، لذا كان لهذه الشروح أهمية كبيرة ثم أن عدم اقدام أى باحث لاعداد رساله متخصصة في هذا الموضوع ، كان حافزاً على الاقدام لاختيار هذا الموضوع .

منهج البحث :

ان مناهج البحث كثيرة ومنها المنهج المقارن ، المنهج التطبيقى ، المنهج الوصفى ، المنهج الاحصائى ، المنهج التحليلى . وعلى الباحث ان يختار المنهج لبحثه وفق طبيعة البحث انى سأختار المنهج المقارن والتحليلى وفق طبيعة البحث .

تقسيم ابواب :

الباب الاول: العلامة السيوطى حياته و آثاره

الفصل الاول: عصر العلامة السيوطى

الفصل الثاني: حياة العلامة السيوطى

الفصل الثالث: آثاره العلمية والأدبية

الباب الثاني: الشاطبية وشروحها

الفصل الاول: التعريف بالكتاب والمؤلف

الفصل الثاني: شروح الشاطبية

الباب الثالث: دراسة شرح السيوطي للشاطبية

الفصل الأول: دراسة فنية للشاطبية

الفصل الثاني: المقارنة والموازنة بين شرح السيوطي وبين أهم شروح الشاطبية

(الف) المقارنة بين شرح السيوطي وبين شرح القارئ

(ب) المقارنة بين شرح السيوطي وبين شرح الموصلى

الباب الرابع: تحقيق المخطوط

الفصل الأول: تحقيق نص المخطوط (النصف الأول)

الفصل الثاني: تحقيق نص المخطوط (النصف الثاني)

نص المخطوط يحتوى على المباحث الآتية: المقدمة والأصول والفروش

الفهارس:

(الف) فهرس الآيات

(ب) فهرس الأحاديث

(ج) فهرس الأماكن

(د) فهرس الأعلام

(هـ) فهرس الآيات

(و) فهرس المصادر والمراجع

الكتابات السابقة في الموضوع (Review of Literature):

لا نجد الخدمات الجليلة في هذا المجال من العلماء والمحققين

والباحثين القليلة:

١- انتشار القراءات في شبه القارة الهندية (رسالة دكتوراه) بالأردي للدكتور

المقرى محمد طاهر، الاستاذ المتقاعد بالكلية الحكومية بفيصل آباد
 ٢- القراءات وآثارها في تفسير القرآن (رسالة دكتوراه) للدكتور فصيح الله
 عبد الباسط في كلية الدراسات الإسلامية، بجامعة إسلامية، بهاولفور
 ٣- علم القراءات نشأة وتطور (رسالة دكتوراه)
 للدكتور الحافظ خالد و لاشين احمد بجامعة إسلامية، بالمدينة

المنورة

٤- علم القراءات نشأته وتطوره في شبه القارة الهندية (رسالة ايم فال)
 للحافظ فياض الحسن جميل في الجامعة الإسلامية، بهاولفور
 ٥- مجلة شهرية " التجويد " النشر والتوزيع للدكتور المقرى طاهر، بفيصل
 آباد

المصادر الأصلية في الموضوع (Real Sources) :

- * الابانة عن معانى القراءات ، ابو محمد مكى بن ابى طالب القيسى ،
 دار المامون للتراث ، هـ ١٣٩٩
- * اتحاف فضلاء البشر في القراءات العشر ، شهاب الدين احمد بن محمد
 البناء ، دار الكتب العلمية بيروت ، هـ ١٩٩٨
- * الاتقان في علوم القرآن ، جلال الدين السيوطي (الامام) ، دار التراث بالقاهرة
 هـ ١٣٠٥ ،
- * افادات من القرآن والقراءات ، درويش فرج العطار ، دار الفكر بيروت
 هـ ١٣١٦
- * الاتلاف في وجوه الاختلاف ، يوسف آفندي ، مطبعة سندھ طبع ، هـ ١٢٩٠
- * البدور الزاهرة في القراءات العشر ، عبد الفتاح القاضي ، دار الكتاب

العربي، ١٣٠١ هـ

* تاريخ المصحف الشريف، عبدالفتاح القاضي، مؤسسة الرسالة، ١٣١٢ هـ

* التيسير في القراءات السبع، أبو عمرو الداني، دار الكتب العربي، ١٣٠٣ هـ

* الحجة في القراءات السبع، ابن خالويه، دار الشروق، ١٣٩٩ هـ

* زبدة العرفان في وجوه القرآن، البالوى، مطبع سندھ طبع، ١٢٩٠ هـ

* سراج القارئ المبتدئ، على بن عثمان (أبو القاسم)، المطبعة الازهرية

قاهرة، ١٣١٧ هـ

* شرح الشاطبية، ملا على القارئ، المكتبة العلمية حيدر آباد الهند، ١٣٠٠ هـ

* كتاب شرح الشاطبية للسيوطى (المخطوط)

* كنز المعانى شرح حرز الامانى ، الامام الموصلى ، المكتبة العصرية ،

١٣٣٢ هـ

* النشر في القراءات العشر، ابن الجزرى، دار الكتب العلمية، ١٣٥٥ هـ

* النفحات الالهية في شرح متن الشاطبية محمد عبد الدايم خميس ، دار

المنار، ١٩٩٦ م

* نهاية القول المفيد في علم التجويد، محمد مكي نصر ، المكتبة العلمية

لاهور، ١٣٩١ هـ

تفاصيل الخطة:

المقدمة:

التعریف بالموضوع وأهمیته - سبب اختيار الموضوع - المنهجية، الكتابات

السابقة، المصادر الأصيلة

الباب الأول: عصر العلامة السيوطي وحياته

الفصل الأول: عصر العلامة السيوطي

١- الاحوال السياسية

٢- الاحوال الاجتماعية

٣- الاحوال الثقافية

الفصل الثاني: حياة السيوطي الخاصة

١- اسمه

٢- نسبة

٣- مولده

٤- منشأه

٥- وفاته

الفصل الثالث: آثار العلامة السيوطي

١- تفسير جلالين

٢- تفسير الدر المنشور

٣- الاتقان في علوم القرآن

٤- شرح الشاطبية

٥- اسعاف المبطاء في رجال المؤطرا

٦- الجامع الصغير في أحاديث البشير والنذير

٧- حسن المحاضرة في أخبار مصر والقاهرة

٨- الخصائص الكبرى في فضائل النبي ﷺ

٩- مسالك الجنان في والدى سيد الأ��وان ﷺ وغيرها

الباب الثاني: الشاطبية و شروحها

الفصل الاول: التعريف بالكتاب والمؤلف

الفصل الثاني: شروح الشاطبية

الفصل الاول: (ا) شرح الشاطبية لملاء على القارئ والتعريف به

(الف): التعريف بالمؤلف (ملاء على القارئ)

١_ اسمه

٢_ نسبة

٣_ مولده

٤_ منشأه

٥_ أخذده العلم

٦_ آثاره

٧_ وفاته ودفنه

(ب): التعريف بشرح الشاطبية للقارئ

١_ التعريف بالكتاب

٢_ موضوع الكتاب

٣_ أهمية الكتاب

٤_ الالفاظ

٥_ التراكيب

٦_ المعانى

٧_ منهجه

٨_ أسلوبه

(٢): كنز المعانى شرح حرز الأمانى للإمام الموصلى والتعريف به
(الف): التعريف بالمؤلف (أبو عبد الله محمد الموصلى)

اسمه

۲- نسبت

۳- مولده

۲۰۷

٥_أخذة العلم

۶- آثاره

۷-وفاته و دفنه

(ب) التعريف بكنز المعانى شرح حرز الامانى (المعروف بشرح الشعلة)

١- التعريف بالكتاب

٢- موضوع الكتاب

٣_أهمية الكتاب

الالفاظ

٥- التراكيب

٢_المعانى

۷- منهج

أسلوبه

(٣) : شرح الشاطبية للامام أبي شامة

(الف): التعريف بالمؤلف (الإمام أبو شامة)

امان

٢_ نسبة

٣_ مولده

٤_ منشئه

٥_ أخذه العلم

٦_ آثاره

٧_ وفاته ودفنه

(ب) : التعريف بشرح الشاطبية، (لأبي شامة)

١_ التعريف بالكتاب

٢_ موضوع الكتاب

٣_ أهمية الكتاب

٤_ الالفاظ

٥_ التراكيب

٦_ المعانى

٧_ منهجه

٨_ أسلوبه

(٢) : شرح الشاطبية (للامام شهاب الدين بناء)

(الف) : التعريف بالمؤلف

١_ اسمه

٢_ نسبة

٣_ مولده

٤_ منشئه

٥_أخذة العلم

٦_آثاره

٧_وفاته

(ب) : التعريف بشرح الشاطبية

١_التعريف بالكتاب

٢_موضوع الكتاب

٣_أهمية الكتاب

٤_الالفاظ

٥_التركيب

٦_المعانى

٧_منهجه

٨_أسلوبه

(٥) : تقریب المعانی شرح الشاطبية (لسيد لاشين أبو الفرج)

(الف) : التعريف بالمؤلف

١_اسمه

٢_نسبة

٣_مولده

٤_منشأه

٥_أخذة العلم

٦_آثاره

(ب) : التعريف بتقریب المعانی

١_ التعريف بالكتاب

٢_ موضوع الكتاب

٣_ أهمية الكتاب

٤_ الألفاظ

٥_ التراكيب

٦_ المعانى

٧_ منهجه

٨_ أسلوبه

الباب الثالث: دراسة شرح الشاطبية للسيوطى

الفصل الأول: دراسة فنية للشاطبية

١_ التعريف بالكتاب

٢_ موضوع الكتاب

٣_ أهمية الكتاب

٤_ الألفاظ

٥_ التراكيب

٦_ المعانى

٧_ منهجه

٨_ أسلوبه

الفصل الثاني: المقارنة والموازنة بين شرح السيوطى وبين أهم شروح

الشاطبية

(ألف): المقارنة بين شرح السيوطى وبين شرح القارئ

(ب) المقارنة بين شرح السيوطي وبين شرح الموصلى

الباب الرابع: تحقيق المخطوط

الفصل الأول: تحقيق نص المخطوط (النصف الأول)

الفصل الثاني: تحقيق نص المخطوط (النصف الثاني)

نص المخطوط يحتوى على العناوين الآتية:

- المقدمة: تشتمل على الوصايا والنصائح

- الأصول: هذا الموضوع يشتمل على العناوين التالية:

(١) باب البسمة

(٢) باب سورة أم القرآن

(٣) باب الإدغام الكبير

(٤) باب المد والقصر

(٥) باب هاء الكنایة

(٦) باب نقل حركة الهمزة إلى الساكن قبلها

(٧) باب الإظهار والإدغام

(٨) باب لام، هل و بل وغيرها

الفروش: تشتمل الفروش على تعلیقات على الأصول والاختلافات

فيها

الخاتمة: تذكر فيها النتائج المبتكرة التي يصل إليها البحث

الفهارس الفنية: تعد الفهارس الفنية كلها في ختام النص المحقق وهي:

(الف) فهرس الآيات

(ب) فهرس الأحاديث

(ج) فهرس الأماكن

(د) فهرس الأعلام

(ه) فهرس الأبيات

(و) فهرس الأقوال

(ز) فهرس مسائل القراءة

(ح) فهرس المصادر والمراجع

(ط) فهرس الموضوعات

المصادر والمراجع المقررة

١- اتحاف فضلاء البشر في القراءات العشر، شهاب الدين احمد بن محمد
البناء، دار الكتب العلمية بيروت، ١٩٩٨ هـ

٢- الاتقان في علوم القرآن، جلال الدين السيوطي (الامام)، دارا لتراث
القاهرة، ١٣٠٥ هـ

٣- احكام قراءات القرآن الكريم، محمود خليل الحصرى، المطبع الاميرية،
١٣٩٠ هـ

٤- ارشادات جليلة في القراءات السبعة، محمد محمد سالم، دار الهدى
مدينتها منورة، ١٣١٥ هـ

٥- الاضاءة في بيان اصول القراءة، على محمد الضباع، المطبع الاميرية،
١٣٠٠ هـ

٦- الواقع في القراءات السبع، ابن الباذش، جامعة ام القرى، ١٣٠٣
٧- أباب المنقول في اسباب النزول، جلال الدين السيوطي، دار احياء العلوم،
١٩٧٨ هـ

٨- البرهان في تجويد القرآن، محمد الصادق قمحاوى، دار التراث العلمي،
١٣٠٥

- ٩- تاريخ القراء العشرون و رواتهم، عبد الفتاح القاضي، الجامعة الأزهر (مصر)
١٣١٠ هـ
- ١٠- التبصرة في القراءات السبع، القيسي، دار السلفية، ١٣٠٢ هـ
- ١١- تقرير المعانى شرح الشاطبى، سيد لا شين ابو الفرج و خالد محمد الحافظ، مكتبة دار الزمان السعودية العربية، ١٣١٣ هـ
- ١٢- تكثير النفع في القراءات السبع، رحيم بخش، ادارة نشر و اشاعت اسلاميات ملتان، ١٣٧٩ هـ
- ١٣- التمهيد في علم التجويد، ابن الجزرى، مكتبة المعارف بيروت، ١٣٩٩ هـ
- ١٤- تأملات حول تحريرات العلماء، موسى، جامعة الأزهر مصر، ١٣١٣ هـ
- ١٥- التيسير في القراءات السبع، ابو عمرو الدانى، دار الكتب العربى، ١٣٠٣ هـ
- ١٦- حرز الأمانى ووجه التهانى، للشاطبى، مطبع مصطفى حلبي البابى، قاهرة مصر، ١٣١٠ هـ
- ١٧- ذيل كشف الظنون، حاجى خليفة، دار الفكر، بيروت ١٣٠٢ هـ
- ١٨- رسم المصحف والنقطة، عبد الحى الفرمادى، مكتبة دار الهدى، ١٣٠٥ هـ
- ١٩- سراج القارئ المبتدى، على بن عثمان (ابو القاسم) المطبعة الأزهرية قاهرة، ١٣١٧ هـ
- ٢٠- شرح سمنودى على متن الدرة، ابن الجزرى، المطابع الأزهرية قاهرة، ١٣٠٣ هـ
- ٢١- شرح طيبة النشر، ابن الجزرى، مكتبة دار الهدى، ١٣٠٩ هـ

- ٢٢_ طيبة النشر في القراءات العشر، ابن الجزرى، مكتبة الهدى، ١٣٠٣هـ
- ٢٣_ الغاية في القراءات العشر، ابن المهران، شركة العبيكان للطباعة، ١٣٠٠هـ
- ٢٤_ غيث النفع في طبقات القراء السبع، للنwoى، المطبعة الازهرية، ١٣١٧هـ
- ٢٥_ القراءات الشاذة و توجيهات من اللغة العربية، عبد الفتاح القاضى، دار احياء الكتب العربية، ١٣٠١هـ
- ٢٦_ القراءات العشر المتواتر، راجح، دار المهاجر للنشر والتوزيع، ١٣١٣هـ
- ٢٧_ كتاب التيسير في القراءات السبع، ابو عمرو الدانى، دار الفكر ببروت، ١٣٠٩هـ
- ٢٨_ كفاية المريد من احكام التجويد، ابن الخطاطبة، مكتبة على احمد المليجى، ١٣٧٧هـ
- ٢٩_ المبسوط في القراءات العشر، ابو بكر احمد بن الحسين، دار الكتب المصرية، ١٣٠١هـ
- ٣٠_ المقنع في رسم، ابو عمرو الدانى (امام) مكتبة جامعة الازهر قاهره، ١٣١٠هـ
- ٣١_ منجد المقرئين و مرشد الطالبين، ابن الجزرى، دار النهضة، ١٣٥٣هـ
- ٣٢_ الميسر في القراءات الاربعة عشرة، خاروف، دار ابن كثير، ١٣١٦هـ
- ٣٣_ النشر في القراءات العشر، ابن الجزرى، دار الكتب العلمية، ١٣٥٥هـ
- ٣٤_ هداية القارئ الى تجويد كلام البارى، لمرصفى، مكتبة طيبة، ١٣٠٠هـ

ضبط متن اور تعلیق زگاری کے اصول و ضوابط

ضبط مخطوط و تعلیق زگاری:

ضبط متن و تعلیق متن مخطوط کی تحقیق کا سب سے اہم اور مشکل ترین مرحلہ ہے۔ تعلیق متن کے حوالہ سے علماء کے مابین اختلاف بھی موجود ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تین مختلف نظریات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ پہلا گروہ تعلیق زگاری کا مخالف ہے ان کا خیال ہے کہ اگر مخطوط پر تعلیقات لگائی جائیں تو قاری کی توجہ اصل متن سے ہٹ کر تعلیقات کی طرف بٹ جائے گی اس طرح یہ تعلیقات بوجھل پن یا ثقل کا سبب بنتی ہیں اس لئے تعلیقات کی تحقیق متن میں کوئی ضرورت و حاجت نہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ تعلیق زگاری کا حامی ہے وہ یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ تعلیقات تفہیم متن میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اس لیے ضروری ہیں۔

۳۔ تیسرا گروہ جدید علمائے تحقیق کا ہے جنہوں نے کچھ شرات اپنے تعلیق زگاری کو جائز قرار دیا تا کہ تقویمِ نص اور تفہیمِ نص ہو سکے۔

اس سے پہلے کہ ہم ضبط متن اور تعلیق متن کی شروط کے متعلق بات کریں مناسب یہی ہے کہ ضبط متن اور تعلیق متن کا مفہوم اور ان میں فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

ضبط النص / ضبط متن:

ضبط کا معنی ہے حفاظت کرنا اور حرکات لگانا، جبکہ نص یا متن کلام اور تحریر کو کہتے ہیں۔ انگریزی میں نص یا متن کے لیے Text کا لفظ مستعمل ہے۔ اصطلاح میں ضبط نص یا ضبط کلام سے مراد کسی عبارت، تحریر یا کلام پر حرکات لگا کر اس کو قاری کے لیے ایسی صورت میں پیش کرنا کہ وہ اصل مؤلف کی مراد کے مطابق یا قریب ترین ہو۔

عربی میں اس مفہوم کو اس انداز سے ذکر کیا جاتا ہے:

”مَعْنَى ضَبْطِ النَّصِّ هُوَ ثَبَثَةٌ وَتَقْدِيمَهُ لِلْقَارِئِ بِصُورَةٍ تَكُونُ

أَقْرَبٌ إِلَى نَصِّ الْمُؤْلِفِ الأَصِيلِ“

جبکہ تعلیق بھی عربی زبان کا لفظ ہے جو باب تفعیل سے مصدر ہے اس کے بنیادی حروف ”علق“ ہیں علق کے کئی ایک مفہوم ہیں جن میں کوئی کام کرنا، لٹکانا، عمدہ و فیض چیز اور کتاب کا حاشیہ قابل ذکر ہیں اصطلاحی طور پر تعلیق سے مراد وہ ہو امش و حواشی ہیں جنہیں محقق دوران تحقیق عبارت و متن کی وضاحت کے لیے لگاتا ہے۔

ای لیے کہا جاتا ہے:

”الْمَرَادُ بِهِ تِلْكَ الْهَوَامِشُ وَالْحَوَاشِيُّ الَّتِي يَذْكُرُهَا

وَيَعْلَقُهَا الْمَحَقِّقُ لِتُؤْضِيَحَ النَّصِّ خِلَالَ التَّحْقِيقِ“

مختصر ایہ کہہ سکتے ہیں کہ تعلیق نگاری وضاحتی نوٹس لکھنے کے عمل کو کہتے ہیں۔ جبکہ ان نوٹس کو حواشی یا ہو امش کہتے ہیں۔

عصر حدیث میں علمائے تحقیق نے کسی بھی مخطوط کی طباعت اور نشر و اشاعت کے لیے کچھ اصول طے کیے ہیں۔ ان کی رائے کے مطابق اگر مخطوطات اسی طرح زیور طبع سے آراستہ کر دیے جائیں جس شکل و صورت میں پائے گئے تو یہ کوئی فائدہ کی بات نہیں، بلکہ اس انداز کی طباعت سے صرف مخطوطات کی موجودہ تعداد میں اضافہ ہی ہو گا، لہذا انہوں نے طے کیا کہ جو شخص کسی بھی مخطوط کی طباعت چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ کچھ امور اور اصول وضوابط کو ملاحظہ خاطر رکھے۔

ضبطِ متن کے اصول وضوابط:

۱۔ سب سے پہلی اور اہم ترین شرط اور اصول یہ ہے کہ محقق مخطوط کی عبارت لفظاً لفظاً اپنے اور اق پر اتار لے (ای عمل کو تبییض النص کہتے ہیں)

۲۔ عبارت اتارتے ہوئے بہتر یہ ہے کہ مخطوط کے ایک صفحہ کی عبارت اپنے ایک

صفحہ پر اتار لی جائے، اگر مخطوط کے صفحہ کی عبارت طویل ہو، اس کا ایک صفحہ پر اتنا ناممکن نہ ہو تو عبارت اگلے صفحہ پر اتار لی جائے، لیکن جس جگہ مخطوط کی عبارت مکمل ہو وہاں دائیں طرف حاشیہ میں وضاحت کر دی جائے کہ اس جگہ مخطوط کے فلاں صفحہ کی عبارت مکمل ہو گئی ہے۔

۳۔ اگر مخطوط کا رسم الخط واضح نہ ہو یا کسی جگہ سے عبارت میں سقط واقع ہوا ہو، یا کسی جگہ بیاض ہو، یا عبارت میں کوئی ایسی چیز (الفاظ و کلمات) شامل ہو گئی ہو جس سے کلام یا عبارت مبہم ہو گئی ہو، ایسی صورت میں محقق پر لازم ہے کہ وہ غیر واضح کو واضح کر کے تحریر کرے۔

۴۔ اگر مخطوط قدیم زمانہ کا، ہو تو محقق پر لازم ہے کہ اسے جدید اسالیب کے مطابق تحریر کرے اور متروک شدہ مناج املاء ترک کر دے، تاکہ قراء کو پڑھنے میں آسانی ہو۔

۵۔ عبارت کے اندر آنے والی آیات مبارکہ، احادیث نبویہ، ابیات اور امثال پر حرکات لگادی جائیں تاکہ قراءت میں آسانی ہو۔

تعليق نگاری کے اصول و ضوابط:

تعليق نگاری کے بارے میں مختلف نظریات کا ذکر ہم پہلے ہی کر چکے ہیں اور جہاں تک اصول و ضوابط کا تعلق ہے تو جدید علم تحقیق نے محقق کے لیے تعليق نگاری کے عمل کو تقویم متن اور تفہیم متن کی خاطر جائز قرار دیا، تو انہوں نے تعليق نگاری کو کچھ امور کے ساتھ مشروط کر دیا۔ ذیل میں انہی شروط اور اصول و ضوابط کو مختصر آبیان کرتے ہیں:

۱۔ سب سے پہلی اور اہم ترین شرط یہ ہے کہ محقق عمل تحقیق کے دوران ہو امش وحواثی طویل نہیں لگائے گا کہ کہیں ثقل پیدا نہ ہو، اور قاری کی نظر اصل اور اہم ترین امر سے دوسری طرف مرکوز نہ ہو جائے۔

- ۲۔ اگر متن میں کسی آیت کی طرف اشارہ ہو تو محقق اسے مکمل نقل کرے گا اور اگر آیت کے کچھ الفاظ متن میں آئے ہوں، تو اس آیت کو مکمل لکھے گا، سورت کا نام اور آیت نمبر بھی تحریر کرے گا۔
- ۳۔ اسی طرح متن میں اگر حدیث، اثر یا قول وارد ہوا ہو تو محقق مصدر کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر ذکر کرے گا۔
- ۴۔ ابیات کی نسبت کے حوالہ سے محقق شاعر کا نام، دیوان کا صفحہ اور اس صفحہ پر شعر کا نمبر بھی درج کرے گا، اور اگر دیوان میسر نہ ہو تو اس مصدر کا نام ہی کافی ہے جس میں مطلوبہ شعر ذکر ہوا ہو۔
- ۵۔ اگر متن میں کوئی فقہی، لغوی یا علمی قضیہ ذکر ہو اور محقق محسوس کرے، کہ وہ قابل وضاحت ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس قضیہ کی مختصری وضاحت ایک یا دو سطروں میں ہامش میں کر دے۔
- ۶۔ اگر مخطوط کے کئی ایک نسخے ہوں تو محقق کو ہر نسخہ کی ایک علامت یا رمز مقرر کر لینا چاہیے تا کہ دوران تحقیق مختلف نسخوں میں تقابل کرتے ہوئے آسانی رہے۔
- ۷۔ اور اگر یہ محسوس ہو کہ کسی نسخہ یا تمام نسخوں میں سقط^(۱) واقع ہوا ہو تو محقق اسی بات پر اکتفا کرے، کہ یہاں اسی طرح سقط واقع ہوا ہے۔
- ۸۔ اگر کسی نسخے میں بیاض^(۲) ہو تو محقق وضاحت کرے کہ فلاں نسخے میں بیاض ہے اور میں نے اسے فلاں نسخے سے مکمل کیا۔
- ۹۔ اگر محقق پر یہ بات عیاں ہو کہ عبارت سے کوئی لفظ یا کچھ عبارت سیاق و سیاق کے مطابق نہیں ہے اور یہ غلطی ہے تو محقق وہ لفظ یا عبارت درست کرے گا اور
-
- ۱۔ سقط: گرنے کو کہتے ہیں اس سے مراد مخطوط کے متن سے عبارت کا ضائع ہونا ہے۔
- ۲۔ بیاض: سفیدی کو کہتے ہیں اصطلاحی طور پر مخطوط کی عبارت لکھتے ہوئے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہو۔ تو اس چھوڑی ہوئی یا چھوٹی ہوئی جگہ کو بیاض نص یا بیاض متن کہتے ہیں۔

ہامش میں ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کرے گا کہ ”اصل میں یہ عبارت ایسے ہی تھی اور ظاہر اغلط ہے“، یعنی غلط لفظ یا عبارت ہامش میں لکھ دے گا اور تصحیح شدہ عبارت متن میں تحریر کرے گا۔

۱۰۔ اگر کسی نسخہ یا تمام نسخوں میں خرم^(۱) ہو تو محقق خرم والی جگہ کی وضاحت کرے گا پھر ہامش میں بتائے گا کہ اس نے اس خرم والی جگہ کو کیسے مکمل و درست کیا۔

۱۱۔ محقق طوالت سے بچنے کی خاطر مشہور و معروف اعلام و شخصیات مثلاً ابو بکر صدیق، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی وغیرہ سے تعارف نہیں کروائے گا کیونکہ ان کے تراجم (حالات زندگی) معروف ہیں۔

۱۲۔ رسم الخط کے اختلاف کو بار بار ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، مقدمہ میں ایک ہی مرتبہ وضاحت کافی ہے۔

۱۳۔ اختلاف ردايت پر بھر پور توجہ دی جانی چاہیے، تاکہ حقیقت تک رسائی ممکن ہو۔ درستی متن تصحیح متن کے لیے بنیادی امور:

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تحقیق و تدوین مخطوط ایک اہم اور مشکل ترین مرحلہ ہے، اسی مرحلہ میں ایک قضیہ درستی متن و تصحیح متن بھی ہے۔ اسی پر مخطوط کی عمدگی اور تحقیقی کاوش کا انحصار ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ محقق چند اصولوں اور امور کو ملحوظ خاطر رکھے، تاکہ تصحیح متن کا مرحلہ بطریق احسن انجام پاسکے۔

۱۔ تصحیح متن کے لیے جدید تحقیق کے اصولوں کی مکمل پابندی کی جائے۔

۲۔ مخطوط کے تمام نسخوں کا بار بار مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ طرزِ املاء اور رسم الخط سے آگاہی ہو۔

۳۔ قدیم ترین نسخہ یا مؤلف کے اپنے ہاتھ کے نسخہ کو اساسی نسخہ بنالیا جائے اور بقیہ نئے تصدیق متن اور صحیت متن کو مستند بنانے کے لیے استعمال کیے جائیں۔

۴۔ خرم: مخطوط کی عبارت میں وہ جگہ یا مکان جسے دیک نے چاٹ لیا ہو خرم کہلاتا ہے۔

- ۴۔ صحیح متن کے لیے یہ جانا بھی بہت ضروری ہے کہ روایت یا متن کو نقل کرنے والا کوئی معتبر شخص ہے یا نہیں۔
- ۵۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے، کہ یہ تحریر ہر طرح کے سقم سے پاک ہے اس وقت تک یقین نہیں کرنا چاہیے۔
- ۶۔ صحیح متن کے لیے مخطوط کے مصادر و مأخذ کا مطالعہ اور ان تک رسائی ضروری ہے تاکہ بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کیا جاسکے۔
- ۷۔ محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس عہد اور مختلف عہود کے مختلف نسخے پڑھے تاکہ مختلف و متنوع تحریروں پر عبور حاصل ہو اور یہ مطالعہ صحیح متن میں معاون ثابت ہو۔
- ۸۔ متن کی مختلف جہتوں اور انواع کا استحصاء بھی ضروری ہے، تاکہ متن کی صحیح ہیئت کا تعین ہو سکے۔
- ۹۔ قلمی نسخوں کا باہمی مقابل، صحیح متن میں بہت ہی مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔
- ۱۰۔ متن میں دخل اندازی نہ کی جائے تاکہ صحتِ متن برقرار رہے اور مستند ہو۔
- ۱۱۔ بعض اوقات کاتب فصحیح یا اور عامی زبان میں فرق نہیں کرتا، ایسی صورت میں محقق پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ صحیح متن کے دوران ایسی اغلاط سے آگاہ رہے اور ان کی صحیح بھی کرے۔
- ۱۲۔ اگر مخطوط کے اوراق میں نقص و حذف ہو، تو محقق کوشش کرے کہ اس نقص و حذف کو دور کرے تاکہ صحیح متن عمدگی سے ہو پائے اگر اس کو دور کرنا ممکن نہ ہو تو قوسین کے درمیان نقطے (.....) ڈال کر نقص و حذف کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔
- ۱۳۔ صحیح متن کے لیے تصحیف^(۱) و تحریف^(۲) سے آگاہی بہت ضروری ہے کیونکہ اگر تصحیف سے مراد صاحب متن کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے متن یا اجزاء متن میں دانتہ یا نادانتہ کوئی تبدیلی کی ہو۔ تصحیف عام طور پر نقطوں کے اعتبار سے مشابہ الفاظ میں واقع ہوتی ہے۔
- ۱۴۔ تحریف سے مراد یہ ہے کہ حروف کی شکل اور ان کے رسم الخط کو بدل دیا جائے۔ (یعنی حروف کی ہیئت اور شکل کو بدل لائیا ہو تو تحریف ہے)

مخطوط غیر منقوط ہو تو تصحیف کا احتمال بڑھ جاتا ہے۔

۱۲۔ درستی متن کے دوران الحاقی کلام کی نشاندہی بھی بہت ضروری ہے۔

۱۳۔ اگر مخطوط کے بعض کلمات یا جملوں میں تکرار ہو، اور یہ کہ تکرار تاکید کے لیے نہ ہو، تو محقق کو چاہیے کہ اس تکرار کو ختم کرے اور ہامش میں اس کی توضیح کر دے۔

۱۴۔ تقدیم و تاخیر اور الفاظ کی تبدیلی جیسے امور میں تصحیح مخطوط کے دوران محقق کو محتاط اور بیدار رہنا چاہیے۔

۱۵۔ تصحیح متن کے دوران متن میں وارد ہونے والی اخطاء مثلاً ترمیم^(۱)، تعبیر^(۲)، تنفسخ^(۳)، تصحیح^(۴)، انتساب^(۵) مختلف اقسام کی ہوتی ہیں ان پر بھی بھرپور توجہ دی جائے، تاکہ یہ مشکل اور اہم ترین مرحلہ بطریق احسن انجام پاسکے۔

مجوزہ کتب برائے استفادہ:

۱۔ اصول نقد النصوص و نشر الكتب، مجموعة محاضرات، المستشرق

برجستراسر، ۱۹۶۹

۲۔ قواعد تحقیق المخطوطات، صلاح الدين المنجد، طبعة رابعة،

دار الكتاب الحديدي، بيروت، ۱۹۷۰ م

۳۔ تحقيق النصوص و نشرها، عبدالسلام هارون، طبعة ثانية، القاهرة،

مؤسسة الحلبي، ۱۹۶۵ م

۱۔ اس سے مراد نامعلوم اسباب کے تحت ہونے والی تبدیلیاں ہیں جن میں سہونظر اور لغزش قلم شامل ہیں۔

۲۔ مہم لفظ کی وضاحت کے لیے کسی لفظ یا عبارت کو بڑھانا۔

۳۔ جان بوجھ کر متن یا اجزاء متن کو منسون کرنا۔

۴۔ صاحب متن کا خود اپنی خواہش کے مطابق تبدیلی کرنا۔

۵۔ غلط انتساب کا ارادہ یا غیر ارادی طور پر یا مشابہت کی بنا پر ہونا۔

- ۳۔ اعداد البحث العلمي، دكتور غازى عناية، الأسكندرية، مؤسسة شباب الجامعة، ۱۹۸۰ م.
- ۵۔ مناهج تحقيق التراث، عبدالتواب رمضان، القاهرة، ۱۹۸۶ م.
- ۶۔ منهج تحقيق المخطوطات، مؤسسة آل البيت لاحياء التراث، قم-ایران ۱۹۸۸ م
- ۷۔ منهج تحقيق النصوص ونشرها، الدكتور حمودى نورى، والعانى بغداد، ۱۹۸۵ م.
- ۸۔ تحقيق المخطوطات بين النظرية والتطبيق، الدكتور فهمى سعد، والدكتور طلال مجدوب، عالم الكتب، طبعة أولى، بيروت، ۱۹۹۳ م.
- ۹۔ المنهاج فى تاليف البحوث وتحقيق المخطوطات، الدكتور محمد التونجى، عالم الكتب بيروت طبعة ثانية، ۱۹۹۵ء
- ۱۰۔ اصول تحقیق وترتیب متن، ڈاکٹرنویر علوی، شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، ۱۹۷۷ء
- ۱۱۔ تدوین متن کے مسائل (مجموعہ مقالات) ڈاکٹر عبدالرب پیدار۔
- ۱۲۔ مجلة فكر و نظر، جلد ۳۵، مخطوطات نمبر، خصوصی اشاعت، ادارہ تحقیقات اسلامی، یمن
- ۱۳۔ اصول وضع اصطلاحات، مرتب اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء

سوالات:

- ۱۔ مخطوطات کی اہمیت و تاریخ کے بارے آپ کیا جانتے ہیں؟
- ۲۔ ایسے کتب خانوں کی نشاندہی کیجیے جو مخطوطات سے مالا مال ہیں؟
- ۳۔ مخطوطات کی تحقیق کے مختلف مراحل کون کون سے ہیں؟
- ۴۔ کسی مخطوط کا انتخاب کیجیے اور عملی خاکہ بنانے کی کوشش کیجیے؟

- ۵۔ ضبط متن کی اہم شرود و اصول و ضوابط کی نشاندہی کیجیے؟
- ۶۔ تعلیق نگاری کے بارے علماء تحقیق نے کون کون سے نظریات پیش کیے ہیں؟
- ۷۔ ضبط متن اور تعلیق متن کے مابین فرق واضح کیجیے؟
- ۸۔ تعلیق نگاری کے مقاصد ذکر کرتے ہوئے اس کے بنیادی اصول و ضوابط قلمبند کیجیے؟
- ۹۔ تصحیح متن کے دوران کن امور کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے؟
- ۱۰۔ درج ذیل مصطلحات کی وضاحت کیجئے:
تصحیف، تحریف، ترمیم، تعبیر، تفسیخ، تصحیح، تبییض، خرم، بیاض، سقط۔

•••

فہارس سازی

اہداف و مقاصد:

اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

فہارس کی اہمیت اور فہارس بنانے کے مختلف طریقوں سے آگاہ ہو سکیں، تاکہ عملی طور پر ان کی تطبیق عمل میں لائی جاسکے۔

موجود دور میں اہمیت فہارس تحقیقی مقالات کی تیاری میں اساس کا درجہ رکھتی ہیں۔

محقق کا موضوع تحقیق مخطوط ہو یا کوئی اور مسودے کی تیاری کے بعد سب سے پہلا اور اہم ترین کام جو محقق کو کرنا ہے وہ ہے فہارس فنیہ کی تیاری۔ بے شک فہارس تحقیقی مقالہ کے مندرجات کے لیے کشاف کی حیثیت رکھتی ہیں اور تحقیقی عمل کی توثیق و تصدیق بھی انہی پر موقوف و منحصر ہوتی ہے۔ جس قدر فہارس جامع اور اصولوں کے مطابق ہوں گی، اسی قدر مقالہ کی قدر و قیمت بھی بڑھے گی اور یہ کہ یہ فہارس مقالہ نگار کی اہلیت کا منہ بولتا ثبوت بھی پیش کر رہی ہوں گی۔

فہارس درج ذیل ترتیب کے مطابق تیار کی جاتی ہیں:

- ۱۔ قرآنی آیات کی فہرست
- ۲۔ احادیث نبویہ کی فہرست
- ۳۔ آثار و اقوال کی فہرست
- ۴۔ ابیات کی فہرست
- ۵۔ فہرست اعلام
- ۶۔ فہرست اماکن و بلدان
- ۷۔ فہرست جبال

۸۔ فہرست قبائل

۹۔ فہرست مصادر و مراجع

۱۰۔ فہرست موضوعات

مذکورہ ترتیب فہارس کی خارجی ترتیب ہے اور جہاں تک ہر فہرست کی داخلی ترتیب کا تعلق ہے تو اس کی وضاحت ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

قرآنی آیات کی فہرست:

تحقیقی مقالہ میں وارد قرآنی آیات کی ترتیب ترتیب (الف بائی) ہو گی جس میں محقق آیت مبارکہ کے پہلے لفظ کے حروف اصلیہ معلوم کرنے کے بعد پہلے حرف کے مطابق اس کو الف بائی انداز میں اسی جگہ پر ذکر کرے گا جو اس کا نمبر بنے گا اور اگر آیت مبارکہ کا پہلا لفظ اسماے جامدہ میں سے ہو (یعنی جن کے حروف اصلیہ معلوم نہ کیے جاسکیں) تو پھر اسی لفظ کے پہلے حرف کو لمحوظ خاطر رکھیں گے اور الف بائی ترتیب کے مطابق جو جگہ یا نمبر اس کا بنتا ہواں جگہ اس آیت کو ذکر کریں گے۔ آیات قرآنیہ کی فہرست بنانے کے لیے پانچ قائمات بنائے جاتے ہیں۔ پہلا قائمہ نمبر شمار کے لیے، دوسرا قائمہ آیات کے لیے، تیسرا قائمہ سورۃ کے نام کے لیے، چوتھا قائمہ آیت نمبر اور پانچواں قائمہ مقالہ کے صفحہ نمبر کے لیے مختص کیا جاتا ہے۔ اس فہرست کی عملی تدریب ذیل میں کرتے ہیں مثال کے طور پر درج ذیل آیات تحقیقی مقالہ میں بطور استشہاد وارد ہوئی ہیں:

(i) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَنْوَهٌ حَسَنَةٌ

(ii) قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا

(iii) أُولَئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَغْلُومٌ

(iv) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بَنَيَافَتَّيْنُوا

(v) كَبَرَ مَقْثَأُعِنْدَ اللَّهِ أَنَّ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ

ان آیات کی ترتیب الف بائی انداز میں اس طرح گائیں گے:

نمبر شمار	آیات مبارکہ	سورت کا نام	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۔	أولئك لهم رزق معلوم	الصفت	۱۳	۵
۲۔	قل سيروا في الأرض ثم انظروا	الانعام	۵۲	۳۰
۳۔	كُبَر مقتا عند الله أن تقولوا مالا تفعلون	الصف	۳	۳۰
۴۔	لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة	آل أحزاب	۳۳	۵۵
۵۔	يَا يَهُا الَّذِينَ امْنَوْا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيِّنُوا	ال مجرمات	۶	۸۲

نیز احادیث مبارکہ، آثار، اقوال، امثال، اعلام، قبائل اور بلدان کی فہارس بھی اسی طرح بنائی جائیں گی، جس طرح آیات کی فہرست الف بائی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بنائی گئی ہے صرف فرق یہ ہے کہ اس فہرست کو پانچ قائمات میں تقسیم کیا تھا، دیگر فہارس بناتے ہوئے چار قائمات بنائے جاتے ہیں:

نمبر شمار	حدیث	صفحہ نمبر	سطر نمبر
۱	إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنَّيَّاتِ	۳۵	۶

دیگر فہارس بناتے ہوئے حدیث کی جگہ قول، مثل، علم، قبیلہ یا شہر کا نام آئے گا بقیہ معلومات اسی طرح ذکر کی جائیں گی۔

فہرست آبیات:

ابیات کی فہرست بناتے ہوئے قافیہ^(۱) کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے پھر ان قوافی کو معجمی ترتیب کے مطابق مرتب کیا جاتا ہے۔ پہلے وہ ابیات ذکر کیے جائیں گے جن کا قافیہ ہمزہ ہو پھر قافیہ باء والے، پھر قافیہ تاء والے اسی طرح یاء تک تمام قوافی ذکر کرتے جائیں گے۔ اگر کئی ابیات ایک ہی قافیہ پر ختم ہو رہے ہوں تو پھر قوافي کی اقسام^(۲) دیکھیں گے پہلے قافیہ

مطلقہ والے ابیات فہرست میں ذکر کریں گے بعد میں قافیہ مقیدہ والے۔ اگر قافیہ مطلقہ والے بھی کئی ابیات ہوں تو پھر پہلے قافیہ مرفوعہ^(۳) والے پھر منصوبہ^(۴) اور بعد میں قافیہ مجرورہ^(۵) والے ابیات ذکر کریں گے۔ قافیہ مطلقہ کے سارے ابیات ذکر کرنے کے بعد قافیہ مقیدہ والے ابیات ذکر کیے جائیں گے۔ ذیل میں بطور تدریب ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ ابیات کی فہرست بناتے ہوئے صفحہ کو چھ قائمات میں تقسیم کریں گے، پہلا قائمہ نمبر شمار کے لیے، دوسرا ابیات، تیسرا قافیہ کے لیے، چوتھا شاعر کے نام کے لئے، پانچواں صفحہ نمبر اور چھٹا سطر نمبر کے لئے مختص کریں گے۔

مثال کے طور پر درج ذیل ابیات محقق نے بطور استشہاد مقالہ میں ذکر کیے ہیں:

وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُوْبٍ وَمِنْ عَجَمٍ
وَفِمِ الرَّزْمَانِ تَبَشَّمُ وَثَنَاءٌ
إِمْنَجَرِذٌ قَيْدٌ الْأَوَابِدِ هِيَكِلٌ
وَيَأْتِيَكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَرَوْهُ
فَنَجَهَلُ فَوْقَ جَهَلِ الْجَاهِلِينَا
لِيَخِيَّا، وَقَدْمَائِثُ عِظَامٍ وَمَفْصِلٍ
وَالْبَيْثُ يَغْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرُومُ
وَأَنَّدِي الْعَالَمِينَ بِطُونَ رَاحٍ
أَغَدَدَتْ شَعْبًا طَبِيبَ الْأَغْرَاقِ
فَتَلَنَا ثُمَّ لَمْ يَخْبِيَنَ قَشْلَانَا

- ۱۔ مُحَمَّد سَيِّدُ الْكَوْنِينَ وَالثَّقَلَيْنِ
- ۲۔ وَلِدُ الْهَذِي فَالْكَائِنَاتُ ضَيَّاً
- ۳۔ وَقَدْ أَغْتَدَى وَالْطَّيْرُ فِي وَكَنَاتِهَا
- ۴۔ سَبَدَى لَكَ الْأَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا
- ۵۔ الْأَلَّا يَجْهَلُنَّ أَحَدٌ عَلَيْنَا
- ۶۔ صَرِيعٌ مُدَامٌ يَرْفَعُ الشَّرَبَ رَأْسَهُ
- ۷۔ هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَانَيْ وَطَائِهَ
- ۸۔ الْسَّنَمُ خَيْرٌ مَنْ رَكِبَ الْمَطَائِيَا
- ۹۔ الْأَلْمُ مَذَرَّسَةٌ إِذَا أَغَدَدَهَا
- ۱۰۔ إِنَّ الْعَيْنَ الَّتِي فِي طَرَفِهَا حَوْزٌ

۱۔ شعر کے آخری حرف کو قافیہ کہتے ہیں۔

۲۔ قافی کی دو اقسام ہیں مطلقہ اور مقیدہ۔ ایسا قافیہ جس کے آخری حرف پر کوئی حرکت (زیر، زبر، یا پیش) ہو مطلقہ کہلاتا ہے اور ایسا قافیہ جس کے آخر میں حرکت نہ ہو یعنی ساکن ہوا سے قافیہ مقیدہ کہتے ہیں۔

۳۔ ایسا قافیہ جو رفعی (‘) حالت میں ہو۔

۴۔ ایسا قافیہ جو نصی (‘-) حالت میں ہو۔

۵۔ ایسا قافیہ جو جری (-) حالت میں ہو۔

اب ہم ان مذکورہ ابیات میں غور کرتے ہیں تاکہ ان کی ترتیب لگا کر فہرست ابیات میں ذکر کر سکیں۔ سب سے پہلے ہم ان ابیات کا قافیہ اور قسم معلوم کرتے ہیں۔

پہلے شعر کا قافیہ میم اور اس کی قسم مطلقہ اور مجرورہ ہے۔

دوسرے شعر کا قافیہ ہمزہ مرفوعہ ہے اور قسم مطلقہ ہے۔

تیسرا شعر کا قافیہ لام مجرورہ ہے اور قسم مطلقہ ہے۔

چوتھے شعر کا قافیہ دال مجرومہ ہے اور قسم مقیدہ ہے۔

پانچویں شعر کا قافیہ نون مجرورہ ہے اور قسم مطلقہ ہے۔

چھٹے شعر کا قافیہ لام مرفوعہ ہے اور قسم مطلقہ ہے۔

ساتویں شعر کا قافیہ میم مرفوعہ ہے اور قسم مطلقہ ہے۔

آٹھویں شعر کا قافیہ حاء مجرورہ ہے اور قسم مطلقہ ہے۔

نینویں شعر کا قافیہ قاف مجرورہ ہے اور قسم مطلقہ ہے۔

دوسویں شعر کا قافیہ نون منصوبہ ہے اور قسم مطلقہ ہے۔

ان ابیات کا قافیہ اور قسم معلوم کرنے کے بعد ان کی الف بائی ترتیب قافیہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لگاتے ہیں اور مکمل فہرست بنائے کر بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

نمبر شمار	ابیات	قافیہ	شاعر	صفحہ نمبر	سطر نمبر
1	ولدالهدی فالکائنات ضیاء ہمزہ وفم الزمان تبسم و ثناء	ہمزہ	ضیاء	احمد شوقي	30
2	الستم خیر من ركب المطایا وأندى العالمين بطون راح	حاء	جریر	87	10
3	ستبدی لک الأیام ماکنت جاهلا ویاتیک بالا خبار من لم تزود	دال	طرفة بن العبد	40	8

16	140	حافظ ابراہیم	قاف	اذا أعددتها أعددت شعباً طيب الأعراق	الأم مدرسة 4
18	45	أخطل	لام	صريع مدام يرفع الشرب رأسه ليحيا وقدمات عظام و مفصل	صريع 5
9	36	امرأة ليس	لام	وقد اغتدى والطيرفي وكنا لها بمنجرد قيداً لا يابدهيكل	وقد اغتدى والطيرفي 6
7	80	فرزدق	ميم	هذا الذى تعرف البطحاء وطائة والبيت يعرفه والجل والحرم	هذا الذى تعرف 7
11	90	بوصيري	ميم	محمد سيد الكونين والثقلين والفريقين من عرب ومن عجم	محمد سيد الكونين 8
14	130	عمرو بن كلثوم	نون	اللا يجهل أحد علينا فنجهل فوق جهل الجاهلينا	اللا يجهل 9
13	76	جرير	نون	إن العيون التي في طرفها حور قتلتنا ثم لم يخينَ قتلاً نَا	إن العيون التي في طرفها حور 10

فهرست مصادر و مراجع:

جس طرح دیگر فہارس الف بائی ترتیب کے مطابق بنائی جاتی ہیں اسی طرح مصادر و مراجع کی فہرست بھی الف بائی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بناتے ہیں اور جہاں تک مصادر و مراجع کا تعلق ہے تو ان کی توضیح اور ان میں فرق پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ مصادر و مراجع کی فہرست بنانے کے کئی ایک طریقے علمی میادین میں مروج و متداول ہیں۔ چند ایک معروف طریقے قابل ذکر ہیں:

- ۱۔ مؤلف کے نام کے مطابق
- ۲۔ کتاب کے نام کے مطابق

۳۔ مصادر و مراجع کی دو حصوں میں تقسیم (یعنی مصادر کی الگ فہرست اور مراجع کی الگ فہرست)

۴۔ موضوعات کے مطابق

۵۔ مصادر و مراجع کی نوع کے مطابق فہرست سازی

ان مذکورہ طریقوں میں غور و خوض کریں تو پتا چلتا ہے کہ محقق کسی بھی طریقہ سے مصادر و مراجع کی فہرست بنانا چاہے تو وہ الف بائی ترتیب کے مطابق، ہی فہارس بنائے گا ان تمام طریقوں میں مشہور و معروف طریقہ باریک بین علماء کے نزدیک وہ ہے جس میں مصادر و مراجع کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے مصادر کی فہرست اور پھر مراجع کی فہرست بنائی جاتی ہے۔ مغربی اسکالرز کے نزدیک معروف ترین طریقہ وہ ہے جس میں مؤلف کے نام کے مطابق فہرست بنائی جاتی ہے، جبکہ مسلمان اسکالرز کے نزدیک معروف ترین اور پسندیدہ طریقہ وہ ہے جس میں کتاب کے نام کو لمحظ خاطر رکھا جاتا ہے، اب ہم ان دونوں طریقوں کی عملی مشق کرتے ہیں تاکہ تحقیقی عمل میں آسانی ہو۔ مثال کے طور پر محقق نے اپنے مقالہ میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا:

۱۔ البيان والتبيين، از جاحظ

۲۔ الصحاح، از جوهری

۳۔ أصول البحث العلمي ومناهجه، از ڈاکٹر احمد بدر

۴۔ أبجد العلوم، از قنوجی

۵۔ الكامل، از مبرد

۶۔ القاموس المحيط، از فیروز آبادی

۷۔ الجامع الصحيح، از امام بخاری، محمد بن اسماعیل

۸۔ تهذیب اللغة از از هری

اب محقق ان مذکورہ کتب کو الف بائی طریقہ کے مطابق ترتیب دے گا، تو ان کی

ترتیب درج ذیل صورت کے مطابق ہوگی۔ طلبہ کی آسانی کی خاطر ہم ان مصادر کو خانوں میں ذکر کرتے ہیں۔

نمبر شمار	مؤلف	کتاب	طبع	سن اشاعت
۱	ازھری، محمد بن احمد	تهذیب اللّغة	الدار المصریّۃ، مکتبۃ الأنداس	۱۹۶۳ء
۲	بخاری، محمد بن اسماعیل	الجامع لصحيح البخاری	قدیمی کتب خانہ کراتشی	۱۹۵۳ء
۳	بدر، احمد ڈاکٹر	اصول البحث العلمی و مناهجه	وكالة المطبوعات کویت	۱۹۸۲ء
۴	جاحظ، عمرو بن بحر	البيان والتبيين	دار صعب، بیروت لبنان	بغیر سن اشاعت کن بدون سنة الطبع
۵	جوھری، اسماعیل بن حماد	الصحاح	دار احیاء التراث العربي بیروت	۱۹۹۹ء
۶	فیروز آبادی، محمد بن یعقوب	القاموس المحيط	دار الجیل	۱۹۸۷ء
۷	قتو جی، صدیق حسن خان	ابجد العلوم	المکتبۃ القدوسمیة، لاہور	۱۴۰۳ھ
۸	مرد، محمد بن یزید	الکامل فی اللّغة والادب	مکتبۃ المعارف بیروت	بغیر سن اشاعت

کتاب کے نام کے مطابق فہرست بنانے کا طریقہ:

مذکورہ مصادر کو الف بائی طریقہ کے مطابق ترتیب دیں تو درج ذیل صورت سامنے آئے گی۔

نمبر شمار	کتاب	مؤلف	مطبع	سن اشاعت
۱	ابجد العلوم	قوجی، صدیق حسن خان	المکتبة القدوستیہ، لاہور	۱۴۰۳ھ
۲	اصول البحث العلمی و مناهجہ	بدر، احمد ڈاکٹر	وکالتہ المطبوعات، کویت	۱۹۸۲ء
۳	البيان والتبيين	جاخط، عمرو بن بحر	دارصعب بیروت	بغیرن اشاعت
۴	تهذیب اللغة	ازھری، محمد بن احمد	الدار المصرية، مکتبۃ الاندلس	۱۹۶۳ء
۵	الجامع الصحيح	البخاری، محمد بن اسماعیل	قديمی کتب خانہ کراچی	۱۹۵۳ء
۶	الصحاح	جوھری، اسماعیل بن حماد	دار احیاء التراث العربي بیروت	۱۹۹۹ء
۷	القاموس المحيط	الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب	دار الجیل	۱۹۸۷ء
۸	الکامل فی اللغة والأدب	المبرد، محمد بن یزید	مکتبۃ المعارف بیروت	بغیرن اشاعت

موضوع کے مطابق فہرست بنانے کا طریقہ:

محقق اگر موضوع مصادر کو ملحوظ خاطر رکھ کر فہرست بنانا چاہے تو اپنے مقالہ کے تمام مصادر و مراجع کو ان کے موضوعات کے مطابق تقسیم کرے گا ان موضوعات کی خارجی

ترتیب درج ذیل ہوگی۔

- ۱۔ علوم القرآن
- ۲۔ علوم الحدیث
- ۳۔ علوم الفقه
- ۴۔ السیرۃ
- ۵۔ التراجم
- ۶۔ ادب
- ۷۔ تاریخ
- ۸۔ لغت
- ۹۔ دیگر کتب

ان موضوعات میں سے ایک ایک موضوع کو لے کر اس کے متعلقہ کتب الف بائی ترتیب کے مطابق مرتب کی جائیں گی۔ مثال کے طور پر مذکورہ کتب جن کی عملی مشق کے دوران ہم نے مختلف انداز سے فہارس بنانے کی مشق کی ہے، انہی کتب کو موضوعاتی اعتبار سے تقسیم کریں تو درج ذیل مختلف موضوعات بنتے ہیں:

- ☆ کتب حدیث
- ☆ کتب اصول تحقیق
- ☆ کتب لغت
- ☆ کتب ادب

اگر اور کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہو تو ان کو بھی اسی طرح موضوعات کے مطابق تقسیم کریں گے پھر ان موضوعات کے مصادر کو الف بائی ترتیب کے اعتبار سے مرتب کریں گے۔ اب ہم عملی اعتبار سے ان کی مشق کرتے ہیں۔ سب سے پہلے کتب حدیث کے مصادر ذکر کریں گے۔ کیونکہ مذکورہ کتب کی موضوعاتی ترتیب کے مطابق کتب حدیث پہلے ذکر کی

جا سکیں گی، اگر علوم القرآن کی کتب سے بھی استفادہ کیا ہوتا تو ان کتب کا حدیث کی کتب سے ذکر پہلے آتا۔

كتب حدیث

نمبر شمار	كتاب	مؤلف	طبع	سن اشاعت
۱	الجامع الصحيح	بخاری، محمد بن اسعیل	قديمی کتب خانہ کراچی	۱۹۵۳

كتب ادب

نمبر شمار	كتاب	مؤلف	طبع	سن اشاعت
۱	البيان والتبيين	جاحظ، عمرو بن بحر	دار صعب	بغیر سن اشاعت
۲	الكامل في اللغة والأدب	المبرد، محمد بن يزید	مکتبہ المعارف، بیروت لبنان	بغیر سن اشاعت

كتب لغت

نمبر شمار	كتاب	مؤلف	طبع	سن اشاعت
۱	تهذیب اللغة	ازھری، محمد بن احمد	الدار المصرية	۱۹۶۳ء
۲	الصحاح	الجوہری، اسماعیل بن حماد	دار احیاء الترات العربی	۱۹۹۹ء
۳	القاموس المحيط	الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب	دار الجیل	۱۹۸۷ء

متفرق کتب

نمبر شمار	کتاب	مؤلف	مطبع	سال اشاعت
۱	أبجد العلوم	تنوخي، صديق حسن خان	المكتبة القدوسيه، لاہور	۱۴۰۳ھ
۲	أصول البحث العلمي و مناهجه	بدر، احمد ڈاکٹر	وكاله المطبوعات	۱۹۸۲ء کويت

مصادر و مراجع کی نوعیت کے مطابق فہرست سازی:

محقق اگر مصادر و مراجع کی نوعیت کے اعتبار سے فہرست بنانا چاہتا ہے تو مصادر کی نوعیت کی ترتیب درج ذیل ہو گی:

- ۱۔ مخطوطات
- ۲۔ عربی کتب
- ۳۔ غیر عربی کتب
- ۴۔ عربی رسائل و جرائد
- ۵۔ غیر عربی رسائل و جرائد
- ۶۔ اداروں کی کتب
- ۷۔ جدید ذرائع تحقیق کے مصادر

محقق مذکورہ بالا ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھ کر اپنے مقالہ کے مصادر کو مختلف انواع میں تقسیم کرے گا، پھر ایک ایک نوع لے کر ان میں مصادر الف بائی ترتیب کے مطابق ذکر کرے گا۔

(نوٹ) اگر مصادر مختلف زبانوں کے ہوں تو زبان کو ملحوظ خاطر رکھ کر بھی فہرست مصادر و

مراجع بنائی جا سکتی ہے۔ مثلاً عربی مصادر کی فہرست، اردو مصادر کی فہرست، انگریزی مصادر کی فہرست، فارسی مصادر کی فہرست و دیگر زبانوں کے مصادر کی فہرست۔

فہرست موضوعات:

یہ فہرست مقدمہ مقالہ یعنی ابتدائے مقالہ سے لے کر اختتامِ مقالہ اور فہارس تک کے تمام بنیادی عنوانوں و موضوعات پر مشتمل ہوتی ہے۔ علمی کتب ہوں یا مقالات یہ فہرست مقالہ کے شروع میں بنائی جاتی ہے اور آخر میں بھی لگائی جاتی ہے۔ اس فہرست کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے، جن میں ”فہرست موضوعات“، ”فہرست عنوانوں“، ”محتويات“، ”مندرجات“، ”مشمولات“ اور ”فہرست مضامین“ قابل ذکر ہیں۔ یہ فہرست ہر ادارہ کے فارمیٹ کے مطابق ابتداء یا اختتام میں لگائی جا سکتی ہے۔ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد کے فارمیٹ کے مطابق یہ فہرست ابتدائے مقالہ میں لگائی جاتی ہے۔ یہ فہرست تین قائمات پر مشتمل ہوتی ہے جن میں سے پہلا قائمہ ”نمبر شمار“ کے لیے، دوسرا ”عنوانوں/موضوعات“ تیسرا اور آخری قائمہ ”صفحہ نمبر“ کے لیے مختص ہوتا ہے، تاکہ قاری کے لیے مندرجاتِ مقالہ تک رسائی میں آسانی ہو سکے۔ یہ فہارس سازی کے بنیادی مقاصد میں سے بھی ہے۔ ذیل میں موضوعات کی مثال بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱-ج	مقدمہ	۱-
۳۵-۱	باب اول	۲-
۹۰-۳۶	باب ثانی	۳-

...

كتب اصول تحقیق و تدوین مخطوطات

اس باب کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
عربی، اردو زبان اور انگریزی میں اصول تحقیق و تدوین مخطوطات کی
کتب سے متعارف ہوں تاکہ بوقت ضرورت مستفید ہو سکیں۔

الكتب العربية

- * أصول كتابة البحث وقواعد التحقيق، مهدي فضل الله، مطبعة دار الكتب المصرية.
- * مناهج تحقيق التراث بين القدامى والمحدثين، رمضان عبد التواب، مكتبة الخانجي بالقاهرة، ١٣٠٦هـ
- * أصول البحث العلمي، الدكتور أحمد بد، وكالة المطبوعات، الكويت ١٩٨٧م
- * تحقيق النصوص في التراث اللغوي، دراسة تأصيلية، القاهرة ٢٠٠١م
- * مناهج البحث وتحقيق التراث، الدكتور أكرم ضياء العمري، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، ١٩٩٠م
- * البحث الأدبي، دار الكتاب اللبناني ومكتبة المدرسة، ١٣٠٢هـ، ثريا عبد الفتاح ملحس
- * التطبيق العملي لمنهج البحث الأدبي والتحقيق العلمي، الدكتور رشيد عبد الرحمن العبيدي، جامعة القاضي عياض، المطبعة والوراقة

- * الوطنية، مراكش، ١٩٨٣ م
 - الوافي في أسس وخطوات تحقيق ونشر المخطوطات، عبد الله بن عبد الله الحوثي، وزارة الثقافة والسياحة، صنعاء، ٢٠٠٣ م
- * منهج البحث في الدراسات الإسلامية تاليفاً وتحقيقاً، الدكتور فاروق حمادة، منشورات كلية الآداب والعلوم الإنسانية، جامعة محمد الخامس، المملكة المغربية، الرباط، ١٣١٦ هـ
- * مبادئ في مناهج البحث العلمي، فواز الصادق، دار العلوم، بيروت ١٣٠٨ هـ
- * فن كتابة البحث الأدبي والمقال، د. محمد على داؤد و د. صابر عبد الدايم، جامعة الأزهر، ١٣٠٣ هـ
- * اسلوب البحث و التحقيق، د. محمد المنصور، مؤسسة وليد الكعبة، قم، ١٣٢٢ـ٢٠٠٢ م
- * كتابة البحث العلمي ومصادر الدراسات الاس، الدكتور عبد الوهاب، ابراهيم جده، دار الشرق، ١٩٨٦ م
- * مناهج البحث العلمي، الدكتور عبد الرحمن بدوى، الكويت، وكالة المطبوعات ١٩٦١ م
- * اضواء على البحث العلمي، السيد الحديدى، حلب ، دار القلم العربى، ١٩٩٣ م
- * منهج تحقيق النصوص ونشرها، الدكتور نورى حمودى، والعانى، والدكتور سامي مكى، بغداد، جامعة بغداد ١٩٧٥ء
- * فن كتابة البحوث العلمية وإعداد الرسائل الجامعية، محمد عثمان

- * دليل الباحثين في شرح خطوات إعداد البحث، عبدالفتاح خصير، الخشت، القاهرة، مكتبة ابن سينا، ١٩٩٠ م
- * كيف تكتب بحثا جامعيا، محمد عبد المنعم خفاجي، و شرف العزيز، مكتبة الانجلو المصرية، ١٩٨٥ م
- * كيف تكتب بحثا، الدكتور محمد على الخولي، طبعة أولى، الأردن، دار الفلاح للنشر والتوزيع، ١٩٩٦ م
- * أساسيات البحث العلمي بين النظرية والتطبيق، الدكتور حنان عيسى سلطان وغيره، الرياض، دار العلوم ١٩٨٣ م
- * الأسلوب العلمي في البحث، احمد الصباب، جده، دار عكاظ للطباعة والنشر، ١٩٨٠
- * البحث الأدبي طبيعته، منهاجها، أصوله مصادرها، الدكتور شوقي ضيف، القاهرة، دار المعارف، ١٩٨٦ م
- * البحث العلمي الحديث، الدكتور احمد جمال الدين ظاهر، والدكتور محمد زياده، عمان، الأردن، دار الفكر، ١٩٨٣ م
- * المنهاج في تأليف البحوث وتحقيق المخطوطات، محمد التونجي، دار عالم الكتب بدون السنة.
- * تحقيق المخطوطات بين النظرية و التطبيق، الدكتور فهمي سعد، والدكتور طلال مجذوب، عالم الكتب، ١٤١٣ هـ
- * ضبط النص والتعليق عليه، الدكتور بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة ١٤٢٠ هـ

- * قواعد تحقيق المخطوطات ، الدكتور صلاح الدين المنجد، دار الكتاب الجديد، بيروت، ١٩٨٧ م
- * المنهجية في البحوث والدراسات الأدبية، الدكتور محمد البدوي، دار المعارف - سوسة - تونس، ١٩٩٨ م
- * كيف تكتب بحثاً أو رسالة ، الدكتور أحد شلبي ، مكتبة النهضة المصرية، ١٩٦٨ م
- * أسس البحث العلمي لإعداد الرسائل الجامعية، الدكتور مروان عبد المجيد ابراهيم عمان، مؤسسة الوراق، ٢٠٠٠ م
- * أسس ومبادئ البحث العلمي، للدكتورة فاطمة عوض صابر والدكتور ميرقت علي خفاجة، مكتبة ومطبعة الأشاعع الفنية، ٢٠٠٢ م
- * دليل الباحثين في إعداد البحوث العلمية، للدكتور سيد الهواري، مكتبة عين شمس، القاهرة، ٢٠٠٣ م
- * أصول البحث للدكتور عبدالهادي الفضلي، مؤسسة دار الكتاب الإسلامي، قم، ايران
- * منهجية البحث العلمي، مانيوجيدير، ترجمة ملكة ابيض، دار الكتاب الجديد بيروت.
- * تبسيط كتابة البحث العلمي، للدكتور أمين ساعاتي، المركز السعودي، ١٩٩١ م
- * الأسس العلمية لكتابة رسائل الماجستير ، والدكتوراة، للدكتور محمد عبدالغنى والدكتور محسن أحمد الخضيري، مكتبة الأنجلو المصرية، ١٩٩٢ م

- * مناهج البحث الأدبي، سعد ظلام، القاهرة، مطبعة الأمانة ١٩٧٦م
- * أسس البحث العلمي في العلوم السلوكية، الدكتور فاخر عاقل، بيروت، دار العلم للملايين ١٩٨٨م
- * كيف تكتب بحثاً وكيف تفهم أسس البحث العلمي، الدكتور محمد توهيل فايز عبد أسعيد، الكويت، مكتبة الفلاح، ١٩٨٨م
- * البحث العلمي مفهومه، أدواته، أساليبه، الدكتور ذوقان عبيدات وآخرون، دار أسامة للنشر والتوزيع، ١٩٩٧م
- * البحث العلمي منهجه وتقنياته، الدكتور محمد ريان عمر، جده، دار الشروق ١٩٨٧م
- * أيسر الوسائل في كتابة البحث والرسائل، عمر بن غرامة العمروي، الرياض، عالم الكتب ١٩٨٨م.
- * أضواء على البحث والمصادر، عبد الرحمن عميرة، بيروت، دار الجيل ١٩١٩م
- * إعداد البحث العلمي ليسانس، ماجستير، دكتوراه، الدكتور غازي عناية، الإسكندرية، مؤسسة شباب الجامعة، ١٩٨٠م
- * المرشد في كتابة الأبحاث، الدكتور حليمي محمد فوده وغيره، جدة، دار الشروق ١٩٩٢م
- * مناهج البحث وكتابتها، الدكتور يوسف مصطفى القاضي، الرياض، دار المريخ ١٩٨٣م
- * البحث العلمي: دليل الطالب في الكتابة والمكتبة والبحث، عامر ابراهيم قنديلجي، بغداد، الجامعة المستنصرية، ١٩٧٩م

- * مدخل إلى مناهج البحث العلمي في التربية والعلوم الإنسانية، الدكتور عبد الله عبد الرحمن الكندرى، الكويت، مكتبة الفلاح ١٩٩٣ م
- * أصول كتابة البحث العلمي وتحقيق المخطوطات، الدكتور يوسف المرعشلى، لبنان دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، ٢٠٠٣ م
- * قواعد تحقيق النصوص، الدكتور صلاح الدين المنجد، القاهرة، مبعة مصر، ١٩٥٥ م
- * كيف تكتب بحثاً أو تحقق نصاً، محمد نعشن، القاهرة، ١٩٨٣ م
- * أساليب اعداد و توثيق البحوث العلمية، الدكتور محمد محمد الهادى، القاهرة، المكتبة الأكاديمية ١٩٩٥ م
- * تحقيق النصوص و نشرها، محمد عبد السلام هارون، القاهرة، مؤسسة الحلبي وشركاه ١٩٦٥ م
- * دليل الباحثين في كتابة التقارير و رسائل الماجستير والدكتوراه، الدكتور سيد الهوارى، القاهرة، مكتبة عين كشمس ١٩٨٠ م
- * البحث الاجتماعي ، ابراهيم ابو لغدو لوبس كامل، القاهرة، دار المعارف ١٩٥٩ م
- * فن البحث العلمي، بيفردج، ترجمة زكريا فهمي، القاهرة، وار النهضة، ١٩٦٣ م
- * مقدمة في طرق البحث في العلوم الاجتماعية، توفيق فرج، الكويت، جامعة الكويت ١٩٧٧ م
- * أساس البحث الاجتماعي، جمال زكي و سيديس، دار الفكر العربي،

القاهرة ١٩٦٣ م

- * المنهج العلمي في دراسة المجتمع، وضعه وحدوده، حامد عمار، معهد الدراسات العربية العالمية، القاهرة، ١٩٦٠ م
- * منهج البحث التاريخي، حسن عثمان دار المعارف، القاهرة ١٩٧٠ م
- * البحث الإحصائي، أسلوبه وتحليل نتائجه، حسن محمد حسين، دار النهضة العربية، القاهرة، ١٩٦٥
- * مناهج العلماء المسلمين في البحث العلمي، روز نتال، فراتز، ترجمة دكتور انيس فريحة، بيروت، دار الثقافة، ١٩٦١
- * البحث العلمي دليل الطالب في الكتابة والمكتبة والبحث، عامر ابراهيم، مطبعة عصام، بغداد ١٩٧٠ م
- * أصول البحث الاجتماعي، عبد الباسط محمد حسن، مكتبة الانجلو المصرية، القاهرة، ١٩٧١
- * مناهج البحث الأدبي، على جواد الطاهر، مطبعة العانى، بغداد ١٩٧٠
- * مناهج البحث في التربية وعلم النفس، فان دالين، ديو بولوب، ترجمة محمد نبيل نوفل وغيره، مكتبة الانجلو المصرية، القاهرة، ١٩٧٧
- * فن البحث والمقال، فخرى الخضراوى، مطبعة الرسالة، القاهرة ١٩٧٠
- * مبادئ البحث التربوى، فرج موسى الربضى وعلى مصطفى الشيخ، بيروت دار التربية ١٩٦٦
- * أساليب البحث العلمي في العلوم الاجتماعية والانسانية، فوزى غرابية والآخرون، عمان، الجامعة الأردنية، ١٩٧٧

- * البحث العلمي و منهاجه و تقنياته ، محمد زبان عمر، دار الشروق، الرياض، ١٩٧٩
- * البحث الاجتماعي، مبادئه و منهاجه ، محمد طلعت عيسى، مكتبة القاهرة الحديثة، القاهرة، ١٩٦٣
- * مناهج البحث في الجغرافيا بالوسائل الكمية محمد على عمر الفراء، وكالة المطبوعات، الكويت، ١٩٧٨
- * المنطق الديث و مناهج البحث، محمود قاسم، مكتبة الانجلو المصرية، القاهرة.
- * مناهج البحث في علوم المكتبات، ناهد حمدى احمدى، الرياض ، دار المريخ ١٩٨٠
- * مناهج البحث و كتبها، يوسف مصطفى القاضى، الرياض، دار المريخ، ١٩٨٠
- * قواعد نشر النصوص الكلاسيكية:الميزان الجديد دكتور محمد مند ور ١٩٣٣ دار المعارف، مصر
- * مقدمة في المنهج، دكتورة بنت الشاطئ - دار المعارف مصر، ١٩٧١
- * منهج تحقيق التراث العربى و قواعد نشره الدكتور احسين نصار، دار المعارف، مصر، القاهرة.
- * تحقيق التراث الدكتور الهادى فضلى مكتبة العلم بجدة السعودية ١٩٨٢
- * اصول نقد النصوص و نشر الكتب، المستشرق الالماني بروجستر ١٩٦٩ مكتبة الخانجي - القاهرة.

- * منهج البحث وتحقيق النصوص ، الدكتور يحيى وهيب الجبوري، دار الغرب الاسلامي بيروت، ۱۹۹۳
- * محاضرات في تحقيق النصوص ، دار الغرب الإسلامي، بيروت سنة ۱۹۹۳
- * تحقيق التراث تاريخاً و منهجهما الدكتور محمد الحاجزي ، مقالاً في مجلة عالم الفكر، الكويتية، مجلد ۸، عدد أول.
- * تحقيق التراث، احمد جندى، مقالاً، في المجلة العربية السعودية سنة ۱۹۷۹
- * منهج البحث والتحقيق ، الدكتور خالق دادملک ، آزاد بک ڈپو، اردو بازار لاہور، پاکستان
- * البحث العلمي تطوره و مناهجه، الدكتور الحافظ عبد الرحيم، مجمع البحوث العربية، ملتان باکستان، ۲۰۰۵ م
- اردو کتب:
- * ادبی تحقیق، مسائل اور تحریزیہ، رشید حسن خان، الفیصل ناشران، ۲۰۰۳ء
- * اردو میں اصول تحقیق، ڈاکٹر سلطانہ بخش، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۹ء
- * اصول تحقیق و ترکیب متن، ڈاکٹر نویر علوی، سگت پبلیشورز، لاہور، ۲۰۰۶ء
- * ادبی تحقیق کے اصول، ڈاکٹر نسیم کاشمیری، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء
- * ادبی تنقید اور اسلوبیات، گوپی چند نارنگ، دہلی یونیورسٹی، سگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء
- * تحقیق شناسی، رفاقت علی شاہد، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۱۰ء

- ☆ تحقیق کی بنیادیں، ڈاکٹر اسلم ادیب، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۳ء
- ☆ تحقیق کافن، ڈاکٹر گیان چند جین، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء
- ☆ تدوین متن: بنیادی مباحث، ڈاکٹر معین الدین جینا بڑے، اردو بک ڈپو، دہلی

- ۲۰۰۵ء
- ☆ تصحیح و تحقیق متن، پروفیسر نذیر احمد، ادارہ یادگار غالب، کراچی، ۲۰۰۰ء
- ☆ متنی تنقید، خلیق انجم، سنگ پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۳ء
- ☆ مبادیات تحقیق، عبدالرزاق قریشی، خان بک کمپنی، لاہور، ۱۹۶۸ء
- ☆ مخطوطے کو مرتب کرنے کے اصول، محمد شفیع بلوج، مشمولہ: ماہ نو، لاہور، مارچ ۲۰۰۰ء
- ☆ تحقیق و تدوین کا طریقہ کار، پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک، اورینٹل بکس، لاہور، فروری ۲۰۱۲ء

- ☆ اصول تحقیق، ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء
- ☆ لائبریری سائنس اور اصول تحقیق، ڈاکٹر جمیل احمد رضوی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء

- ☆ تحقیقی مقالہ نگاری، پروفیسر محمد عارف، ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۹۹ء

- ☆ اصول تحقیق، مطالعاتی راہنمابرائے ایم فل اسلامیات، از ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

English Books:

- ☆ Research Methods in Education sixth edition by Louis Cohen, Laurence Manion & Keith Morrison, Routledge Taylor & Francis Group, London & New York, 2007.

- ☆ Business Research Methods by Dr. Sue Greener, Dr. Sue Greener & Ventus Publishing 2008.
- ☆ Research Methodology Methods & Techniques by C.R Kothari, New Age International Publishers New Dehli.
- ☆ Research Methods for the Behavioral Sciences by Frederick J Gravetter& Lori-Ann B. Forzano, Wadsworth, Cengage learning, 2009
- ☆ Research Methodology by Dr.C. Rajendra Kumar, APH Publishing corporation New Dehli, 2008
- ☆ Research Methodology by R. Panniers elvan, Prentice Hall of India New Dehli, 2004.
- ☆ Literary Research Guide: An Unrotated Listening of Reference Sources in English Literary Studies by James L. Harner, Modern Language Association of America, 2008
- ☆ Research Methods in English By M.P. Sinha, Atlantic Publishers & Distributors, 2004
- ☆ Social Science Research: Principles, Methods, and practices, 2nd Edition By Annd Bhattacherjec, Creative Common Attribution, 2012
- ☆ Social Research Methods by Alan Bryman, Oxford University Press, 2001.
- ☆ Research Methodology by Dr.J.A. Khan, APH Publishing Corporation, 2008
- ☆ Research Methodology in Management by Y.Pal

- P.P.Arya and yesh Pal, Deep & Deep Publications, 2005
- ☆ Management Research Methodology: Integration of Principles, Methods and Techniques by K.N Krishnaswamey, appa Iyer Sivakumar, M.Mathirajan, Pearson Education India, 2012.
 - ☆ How to write a research paper, Berry, Ralph, Oxford pergammon press, 1986.
 - ☆ MLA Hand book for Writers of Research Papers 6th edition. Modern Language Association of America 1985.
 - ☆ Introduction to Research, Hilway, Tyrus, Boston: Houghton Mifflin co, 1964
 - ☆ A Manual for Writers of term papers, Theses and Dissertation. Turabian Kate, L.Chicago: the university of Chicago, 1967.
 - ☆ The craft of Rescarch by wayne, 1995 Basics of Qualitative Research by corbin 1990.
 - ☆ Reseach is ceremony: Indigenous Research Methods by wilson 2009.
 - ☆ Transforming Qualitative Date; Description, Analysis and Interpretation by. Harry. F.Woleott.
 - ☆ Media and communication Research Methods by Arthur Asa Berger 2000.
 - ☆ Application of case study Research methods by Robert K.yih 1993

- ☆ The Art of Literay Research by Richard D. Altick.
W.Norton company. WC. New York.
- ☆ A concise introduction to mixed method Research.
by John.w.Creswell, July 2014.
- ☆ Towards Methodlogically Research Syntheses:
Expanding Possibilities. by. Hash Suri Hottle august
2013.
- ☆ How to Do Research, Nick Moore, Library
Association London 1983.
- ☆ Writing Research paper, Lester, JD, Newyork: Harper
Collins, 1993.
- ☆ Working for a doctorate, A guide for the humanities
and social sciences, Edited by Norman Graves and
Ved Varma 1997.
- ☆ Interesting ways to supervise student project,
Disserations and theses, by Vicky Lewis, T and E
Services, 1997 U.K
- ☆ How to get aPhD by Estelle M.Phillips and D.S.Pugh

♦♦♦
—

ڈاکٹر افتخار احمد خان ایک منجھے ہوئے اُستاد اور گہرا تحقیقی ذوق رکھنے والے محقق ہیں۔ ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے کثیر مقالہ جات کی نگرانی کر چکے ہیں۔ اس دوران انہوں نے طلبہ کی مشکلات کا خوب اندازہ کیا اور اپنے تجربات کی روشنی میں پیش نظر کتاب "اصول تحقیق"، لکھی، امید ہے کہ اس کتاب سے طلبہ و طالبات کے تحقیقی تصورات واضح ہوں گے اور تحقیق کے دوران انہیں پیش آنے والی مشکلات میں کمی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے والے طلبہ و طالبات کے لیے نفع بخش بنائے۔

پروفیسر ڈاکٹر آغا محمد سلیم اختر

یہ کتاب کئی سال کے تدریسی تجربہ کا حصل ہے۔ کتاب کا اسلوب اپنی ندرت اور منتج اپنی جدت کی بنا پر لاائق تحسین ہے۔ اس موضوع پر دستیاب کتب میں یہ کتاب کئی اعتبار سے فاکن ہے۔ اس کتاب کی تدوین میں اردو، عربی، فارسی اور انگریزی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس انداز نے کتب اصول تحقیق میں ایک نیا باب واکیا ہے۔ یقیناً تحقیق سے والبستہ طلبہ و طالبات کے لیے یہ ایک گرانقدر تحفہ ہے۔ اس کی اشاعت یقیناً ہمارے شعبہ کے لیے باعث افتخار ہے۔ ڈاکٹر افتخار احمد خان ہمارے مقبول ترین اُستاد، وسیع النظر دانش ور اور بلند پایہ تحقیق ہیں۔ زبان و بیان پر کمکمل عبور کے باعث ان کا اسلوب بیان عالمانہ ہونے کے باوجود تمام قسم اور ساوہ ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہما یوسف عباس شمش



Rs. 350/-